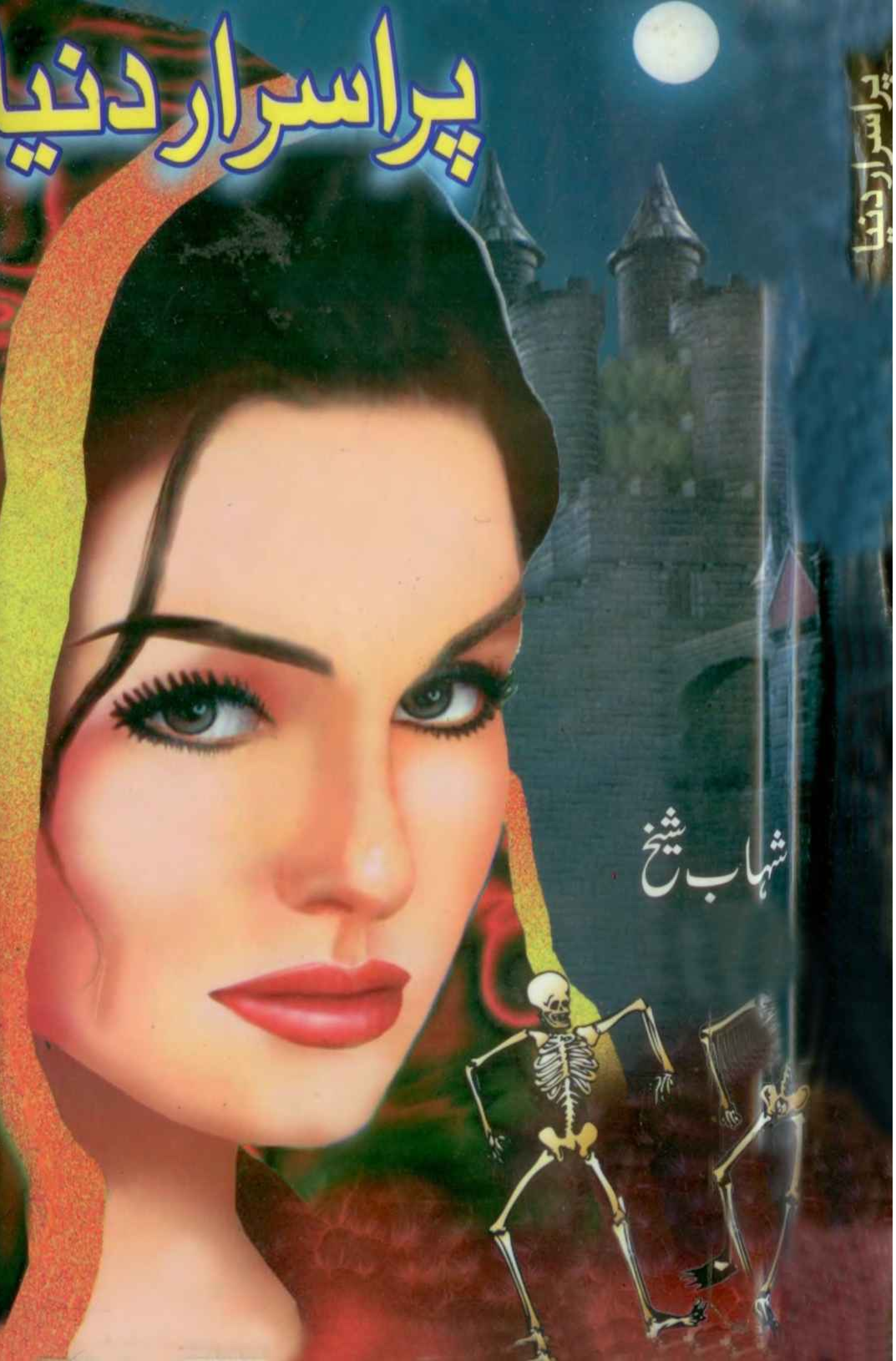
پراسرار دنیا
شہاب شیخ

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

رات کی تاریکی میں راستہ بھٹک جانے والے ایک نوجوان کی سرگزشت

پُراسرار دُنیا

مصنف: شہاب شیخ

روبی پبلی کیشنز
سیکنڈ فلور راجپوت مارکیٹ اُردو بازار لاہور
RUBY PUBLICATIONS

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

ناشر ———— محمد عمران انجم
مطبع ———— طاہر حمید پرنٹرز
کمپوزنگ ———— ہاشمی کمپوزنگ سنٹر۔
———— Ph:7311965
قیمت ———— 75/- روپے

روبی پبلی کیشنز

راجپوت مارکیٹ، اردو بازار لاہور

میں جب دوپہر میں گاؤں کے لیے روانہ ہوا تو موسم بالکل ٹھیک تھا اور مجھے یہ اطلاع بھی ملی تھی کہ گاؤں تک کا راستہ بالکل صحیح ہو گیا ہے لیکن اپنا سفر شروع ہونے کے تقریباً تین گھنٹے بعد میں نے آسمان پر کالے کالے بادل آتے دیکھے تو میں نے دل ہی دل میں دعائیں مانگنا شروع کر دیں کہ بارش نہ ہو لیکن میری دعائیں بے اثر رہیں اور ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی۔ میں نے سوچا کہ اگر بارش اسی رفتار سے ہوتی رہے تب بھی میں اپنی کار کی رفتار مناسب رکھتے ہوئے رات ہونے سے پہلے پہلے گاؤں پہنچ جاؤں گا لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے موسلادھار بارش ہونے لگی اور تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے تک میں گاڑی کو انتہائی آہستہ رفتار سے چلاتا رہا۔ کیونکہ بارش اتنی شدید تھی کہ سامنے کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا اور کار صرف رینگ رہی تھی۔ جب بارش کا کچھ زور ٹوٹا تو اندازہ ہوا کہ اگر اس وقت بھی میں تیز رفتاری سے سفر شروع کروں تو پھر بھی مجھے گاؤں پہنچتے پہنچتے کافی رات ہو جائے گی۔

میں نے کار کی رفتار بڑھا دی لیکن کچھ ہی دیر بعد مجھے اپنے سامنے ٹوٹی پھوٹی سڑک دیکھ کر کار کو آہستہ کرنا پڑا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ بارش کی وجہ سے سڑک بہت دور تک ٹوٹ چکی ہو گی۔ لہٰذا اب تیز رفتاری سے سفر کرنا ممکن نہیں۔ شام رخصت ہو رہی تھی اور ماحول پر ہلکا ہلکا اندھیرا چھانے لگا تھا۔

میں کار کی رفتار آہستہ رکھتے ہوئے تقریباً آدھے گھنٹے تک سفر کرتا رہا۔ سڑک شکستہ حالت میں ہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں اندھیرا بڑھنے کے ساتھ ساتھ مجھے سردی کی شدت میں بھی اضافہ ہوتا محسوس ہونے لگا۔ میں نے اپنا کوٹ درست کر کے مزید اپنے جسم کے ساتھ چپکا لیا اور اپنے دستانوں کی طرف تعریفی نظروں سے دیکھا جو اب تک میرے ہاتھوں کو کافی حد تک گرم رکھے ہوئے تھے۔

کچھ دیر بعد پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا۔ اب گاڑی نہایت احتیاط کے ساتھ چلانے کی ضرورت تھی۔ لہٰذا میں مزید چوکس ہو کر ڈرائیونگ کرنے لگا۔ میں اس بات پر حیرت زدہ تھا کہ آج میں نے کسی گاڑی کو اس روڈ پر شہر کی طرف جاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی ایسی کوئی گاڑی نظر میں آئی تھی جو میرے پیچھے سے آنے کے بعد آگے چلی گئی ہو۔ میں کافی دیر تک اس بارے میں سوچتا رہا اور ایک ہی نتیجے پر پہنچا کہ مجھے روانگی سے پہلے سڑک کے درست ہونے کے بارے میں جو اطلاع ملی تھی وہ غلط تھی کیونکہ اب اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ سڑک پہلے سے ہی خراب ہے۔ اس لئے لوگ اس پر سفر نہیں کرتے۔ میں نے سوچا اگر مجھے بھی پتا چل جاتا کہ سڑک خراب ہے تو میں بھی آج روانہ نہ ہوتا۔

میں نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔ رات کے نو بجے رہے تھے لیکن اس علاقے اور موسم میں رات کے نو بجے یوں لگ رہا تھا جیسے آدھی رات بیت گئی ہو۔

کچھ دیر بعد سڑک اور بھی زیادہ بری حالت میں نظر آنے لگی۔ میں نے کار کی رفتار مزید کم کر دی۔ اب کار تقریباً رینگ رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر مجھے اسی طرح سفر کرنا پڑا تو گاؤں پہنچتے پہنچتے صبح ہو جائے گی۔

شہر میں میرا بہت اچھا کاروبار تھا۔ میں کیمیکل بنانے کی ایک فیکٹری کا مالک تھا۔ گاؤں میں ہماری کافی زمینیں تھیں جن پر فصلیں اگائی جاتی تھیں۔ ہمارے گاؤں سے کافی دور ایک گاؤں حبیب آباد کے نام سے تھا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اس گاؤں میں بکنے والی کچھ زمینیں خرید لی جائیں۔ اور اسی لیے میں گاؤں جا رہا تھا۔ میں اس سے پہلے بھی دو مرتبہ حبیب آباد جا چکا تھا لیکن یہ بہت پرانی بات تھی۔ اس وقت میں میٹرک میں تھا اور اپنے ابا نواب یعقوب کے ساتھ یہاں آیا تھا۔

ابا کے انتقال کے بعد میں نے سارا کاروبار سنبھال لیا تھا۔ اب چونکہ میں کافی بڑا ہو گیا تھا اور اکلوتا وارث تھا اس لئے امی کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا کہ میں شادی کر لوں لیکن ابھی میں ان جھمیلوں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ میں کچھ عرصہ اور آزاد زندگی گزارنا چاہتا تھا۔

اچانک بادل زور سے گرجے' میں نے بے اختیار آسمان کی طرف دیکھا۔ وہاں اندھیرے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ ایک بار پھر بادل زور سے گرجے اور بجلی کی چمک سے ایک لمحے کے لیے سارا ماحول روشن ہو گیا لیکن اگلے ہی لمحے ایک بار پھر ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ کچھ دیر بعد ہی بارش دوبارہ شروع ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے بارش اتنی تیز ہو گئی کہ مجھے کار روکنی پڑی۔ اس طوفانی بارش میں مزید سفر کرنا ممکن نہیں رہا تھا۔ ہر طرف پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ میں نے کار کا انجن اسٹارٹ ہی رہنے دیا کیونکہ میرا خیال تھا کہ کار کا انجن سٹارٹ رکھنے سے کار کے اندر کچھ گرمی رہے گی۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد بارش کا زور ٹوٹا اور میں نے ایک بار پھر کار گیئر میں ڈال کر آگے بڑھا دی۔ میں نے رفتار آہستہ ہی رکھی کیونکہ اب بھی سامنے ٹوٹی پھوٹی سڑک ہی موجود تھی۔

اچانک میں نے سامنے سڑک پر ایک بہت بڑا گڑھا دیکھا' گڑھے کو دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ کار اس میں پھنس سکتی ہے۔ میں نے فوری بریک لگا دی۔ میرے سیدھے ہاتھ پر پہاڑ جبکہ الٹے ہاتھ پر گہری کھائی تھی۔ میں اس وقت بالکل بے بس ہو چکا تھا۔ کہیں کوئی ایسا راستہ نظر نہیں آ رہا تھا جہاں سے میں کار کو آگے بڑھا سکوں۔

سڑک پر گڑھا ہونے کی وجہ بارش تھی۔ شاید اس جگہ سڑک کمزور تھی' اس لئے بارش کی وجہ سے زیادہ ٹوٹ گئی تھی اور گڑھا پڑ گیا تھا۔ یہ تو میری خوش قسمتی تھی کہ اس گڑھے میں سے پانی ایک طرف نکل گیا تھا اور مجھے گڑھا نظر آ گیا تھا ورنہ اگر پانی اس گڑھے میں بھرا ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ میری کار اس میں پھنس جاتی یا کوئی حادثہ پیش آ جاتا۔

کافی دیر غور و فکر کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ فی الحال آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نہیں ۔ لہٰذا رات یہاں پر ہی بسر کرنا پڑے گی۔ صبح ہونے پر میں کچھ پتھر وغیرہ اس گڑھے میں بھر کر کار آگے لے جا سکتا تھا۔ ہر طرف پھیلے گہرے اندھیرے میں اس وقت میرے لئے کچھ کرنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ میں ایسی کوئی کوشش کرتا تو ہو سکتا تھا کہ کسی چھوٹے پتھر کو اٹھانے پر بڑے بڑے پتھر پہاڑ پر سے

گرنے لگتے کیونکہ اکثر پتھر ایک دوسرے کی وجہ سے جمے ہوتے ہیں اور اگر ایک پتھر کو ہلا دیا جائے تو پھر دھڑا دھڑ پتھر گرنے لگتے ہیں۔ اور اس خوفناک تاریکی میں مجھے اپنی جان بچانا مشکل ہو جاتی کیونکہ دوسری طرف کھائی تھی اور میری ذرا سی غفلت مجھے موت کے منہ میں لے جا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ سڑک کے آس پاس موجود جھاڑیوں میں کئی قسم کے زہریلے کیڑے مکوڑوں کا بھی خطرہ تھا۔

کچھ دیر میں یونہی بیٹھا صورتِ حال پر غور کرتا رہا اچانک مجھے خیال آیا کہ مجھے گاڑی اسٹارٹ نہیں رکھنی چاہئے کیونکہ اس طرح پیٹرول کے ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ میں نے گاڑی کا انجن بند کر دیا اور گاڑی کے اندر کی لائٹ جلا لی۔ انجن بند ہونے کے کچھ دیر بعد مجھے سردی بڑھ جانے کا احساس ہوا۔ بارش رک چکی تھی۔ میں نے سوچا کہ مجھے کار سے نیچے اتر کر باہر کا جائزہ لینا چاہئے۔ ہو سکتا ہے کوئی ایسی جگہ مل جائے جہاں رات آرام سے بسر ہو سکے۔ اس شدید سردی میں رات کار میں نہیں گزاری جا سکتی تھی۔

میرے سیدھے ہاتھ پر نظر آنے والا پہاڑ زیادہ اونچا نہیں تھا اور اس کی بناوٹ بھی ایسی تھی کہ میں تھوڑی سی کوشش کے بعد اس کی چوٹی پر پہنچ سکتا تھا۔ پہاڑ کی اونچائی وغیرہ کا اندازہ مجھے یوں ہوا کہ جہاں تک پہاڑ موجود تھا' وہاں تاریکی زیادہ تھی اور اس کے بعد تاریکی میں کمی اس بات کا ثبوت تھی کہ وہاں مجھے جو کچھ نظر آ رہا ہے' وہ بادل آسمان اور فضا ہے۔

میں نے پچھلی سیٹ پر موجود اپنے بیگ میں سے ٹارچ نکالی۔ اسے جلا کر چیک کیا ٹارچ ٹھیک کام کر رہی تھی۔ میں نے کار کا دروازہ کھولا زمین پر قدم رکھنے سے پہلے میں نے ٹارچ کی روشنی میں زمین کا جائزہ لیا۔ میری نظروں کے سامنے ایک چھوٹا سا گڑھا تھا جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ میں نے اس گڑھے سے ہٹ کر صاف سڑک پر قدم رکھ دیا۔ اپنا بیگ اٹھا کر کندھے سے لٹکایا اور کار کا دروازہ لاک کرنے کے بعد میں نے ٹارچ کی روشنی کی مدد سے آس پاس کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ سڑک جگہ جگہ سے ٹوٹ گئی تھی اور چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں بارش کا پانی جمع تھا۔ پھر پہاڑ پر موجود پتھروں اور جھاڑیوں وغیرہ کو دیکھنے لگا۔ جس جگہ میں اس وقت کھڑا تھا یہاں سے پہاڑ پر چڑھنا کافی مشکل تھا۔ یہاں کئی چھوٹے بڑے پتھر موجود تھے اور اونچائی پر تو کئی ایسے بڑے پتھر تھے جو اگر مجھ پر گر جاتے تو نہ صرف مجھے زخمی کر سکتے تھے بلکہ کسی بڑی کھائی میں گر کر میں موت کے منہ میں بھی جا سکتا تھا۔ میں نے مفلر درست کر کے اپنے کان اور ناک پر لپیٹ لیا۔ دستانے اور کوٹ درست کرنے کے بعد میں ٹارچ کی روشنی زمین پر ڈالتا ہوا دھیرے دھیرے کار کی مخالف سمت چلنے لگا۔

کچھ دور چلنے کے بعد ایک جگہ رک کر میں نے ایک بار پھر پہاڑ پر روشنی ڈالی۔ یہاں بھی بڑے بڑے پتھر دیکھ کر میں نے اوپر چڑھنے کا ارادہ ترک کر دیا اور آگے بڑھنے لگا۔

کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد میں نے پہاڑ کا جائزہ لیا تو مجھے کچھ اطمینان ہوا یہاں زیادہ پتھر نہیں تھے۔ بڑا اور خطرناک پتھر تو کوئی تھا ہی نہیں۔ میں نے یہیں سے اوپر چڑھنے کا ارادہ کیا۔ میں نے آہستہ آہستہ نہایت محتاط انداز سے پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا۔

کچھ دیر بعد میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ مسلسل اندھیرے میں رہنے کی وجہ سے اب میری

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

آنکھیں اس قابل ہو گئی تھیں کہ میں آس پاس کی چیزیں باآسانی دیکھ سکتا تھا۔ پہاڑ کی دوسری جانب ایک میدان تھا لیکن اس کے بارے میں یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ یہ میدان کہاں ختم ہو رہا ہے اور اس کے بعد کیا ہے۔

میں ہمت کر کے آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ ٹارچ میں نے اب بھی روشن کر رکھی تھی۔ اچانک میں ٹھٹھک کر رک گیا۔ میرے سامنے ایک انسانی ڈھانچہ پڑا ہوا تھا۔ چند لمحوں کے لیے میں شدید خوفزدہ ہو گیا لیکن جلد ہی سنبھل گیا۔ میں نے ٹارچ کی روشنی میں ڈھانچے کا تفصیلی جائزہ لیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا اس کے جسم پر کہیں گوشت ہے۔ دراصل میں یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اسے کسی درندے نے تو نہیں مارا۔ ایسی صورت میں اس کے جسم پر کہیں تھوڑا بہت گوشت ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ مارنے والا درندہ آس پاس ہی موجود ہو اور مجھے بھی اپنا شکار بنا لے۔ میں نے بے اختیار اپنے آس پاس ہر طرف ٹارچ کی روشنی ڈالی لیکن کسی درندے وغیرہ کو موجود نہ پا کر میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ میں ایک بار پھر اپنے سامنے موجود ڈھانچے کا جائزہ لینے لگا۔ جونہی میری نگاہ اس کی ٹانگوں پر پڑی تو حیرت اور خوف کی ایک لہر سی میرے جسم میں دوڑ گئی۔ ڈھانچے کی ٹانگیں اس جگہ موجود نہیں تھیں جہاں ابھی تھوڑی دیر پہلے تھیں۔ اب ان کی جگہ بدل چکی تھی۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے اسے اپنا وہم سمجھا اور اپنے آپ کو سمجھانے لگا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ ڈھانچہ خودبخود اپنی حالت تبدیل کر لے۔ پھر ایک خیال مجھے یہ بھی آیا کہ ہو سکتا ہے میرے پاؤں سے کوئی پتھر ہل گیا ہو جس کی وجہ سے ڈھانچے کی ٹانگیں بھی اپنی جگہ سے ہل گئی تھیں۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میں نے ڈھانچے کا ایک ہاتھ تھوڑا سا ہلتا ہوا محسوس کیا۔ ایک بار پھر خوف اور حیرت نے مجھے جکڑ لیا۔ میں بے اختیار اس کے پاس سے ہٹنے لگا لیکن میں جیسے جیسے اس ڈھانچے سے دور ہو رہا تھا اس کے ہاتھ اور پیروں میں حرکت پیدا ہو رہی تھی۔ اب کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ میں فوراً میدان کی طرف دوڑ پڑا۔ کچھ دور جانے کے بعد میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہ ڈھانچہ میرے پیچھے آ رہا تھا۔ میں اپنی پوری رفتار سے دوڑنے لگا۔ اچانک ایک جگہ پہنچ کر مجھے رکنا پڑا کیونکہ یہاں سے آگے بہت گہرائی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ یہاں سے اس پہاڑ کی اترائی ہے جس پر چڑھ کر میں آیا تھا۔ میں نے ٹارچ کی روشنی ایک بار پھر اپنے عقب میں ڈالی۔ ڈھانچے کو اپنے تعاقب میں نہ پا کر مجھے اطمینان ہوا۔ سانس ہموار ہونے کے بعد میں ٹارچ کی روشنی ڈال کر نیچے اترنے کے لیے مناسب جگہ تلاش کرنے لگا۔ جلد ہی مجھے ایک ایسی جگہ مل گئی جہاں سے میں باآسانی نیچے اتر سکتا تھا۔ میں احتیاط کے ساتھ نیچے اترنے لگا۔

میں نے بچپن سے لے کر اب تک بے شمار خوفناک اور دہشت ناک قصے سنے تھے لیکن میں ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ آج جو کچھ میرے ساتھ پیش آیا تھا اس کی وجہ سے مجھے کچھ یقین آ رہا تھا کہ دنیا میں بھوت پریت کا وجود ہے۔ میں اب تک اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعے پر مکمل طور پر یقین نہیں کر سکا تھا۔ میرے دل میں اب بھی یہ خیال موجود تھا کہ میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ یا تو میری آنکھوں کا دھوکا تھا یا پھر سراسر غلط فہمی تھی۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

کچھ دیر بعد میں پہاڑ سے نیچے اترنے میں کامیاب ہو گیا۔ اب ایک بار پھر میرے سامنے ایک وسیع میدان موجود تھا۔ اچانک آسمان پر بجلی کی چمک دکھائی دی اور ساتھ ہی بادل گرجنے لگے۔ بجلی کے چمکنے سے چند لمحوں کے لیے سارا منظر روشن ہو گیا۔ میں نے کچھ دور تین عمارتیں دیکھیں جو ایک دوسرے سے کچھ فاصلے اور کافی شکستہ حال میں کھڑی تھیں۔ میں نے ٹارچ کی روشنی ایک بار پھر اپنے عقب میں ڈال کر تسلی کی کہ وہ ڈھانچہ میرے پیچھے تو نہیں آ رہا ہے۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں اب کافی حد تک مطمئن ہو چکا تھا۔

کچھ دیر چلنے کے بعد میں ان شکستہ عمارتوں کے قریب پہنچ گیا۔ رات کے اندھیرے میں وہ عمارتیں ایک دہشت ناک منظر پیش کر رہی تھیں۔ میں اپنی جگہ ٹھہر کر سوچنے لگا کہ مجھے ان عمارتوں میں جانا چاہئے یا نہیں۔ کچھ ہی دیر پہلے ڈھانچے والا واقعہ پیش آنے کی وجہ سے میں کچھ خوفزدہ تھا اسی لئے احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ آخر میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے عمارت کے کسی ایسے حصے میں سے داخل ہونا چاہئے جہاں سے میں کسی خطرے کی صورت میں فوراً باہر آ سکوں اور اگر کوئی واقعہ پیش نہ آئے تو میں رات آرام سے بسر کر لوں۔ میں احتیاط سے قدم اٹھاتا ہوا اپنے سامنے موجود عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ ٹارچ اب بھی میں نے روشن کر رکھی تھی۔ عمارت کے بالکل قریب پہنچ کر میں ایک بار پھر رک گیا۔ عمارت کے بیرونی حصے پر کوئی دروازہ موجود نہیں تھا یوں لگتا تھا کہ دروازہ اکھاڑ کر لے جایا جا چکا ہے۔ میں ڈرتے ڈرتے عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ اندر سے عمارت کافی وسیع و عریض تھی اور ٹارچ کی روشنی میں جہاں تک میری نگاہ کام کر رہی تھی سوائے راہداری کے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں چند قدم اور آگے بڑھنے کے بعد رک گیا۔ پھر میں نے اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف ٹارچ کی روشنی ڈالی وہاں مجھے ایک کمرہ نظر آیا جسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ عمارت کے چوکیداروں کے لیے بنایا گیا ہوگا۔ میں نے سوچا کہ اسی کمرے کا جائزہ لیا جائے کیونکہ میرے خیال میں میرے لئے یہی مناسب جگہ تھی۔ یہاں سے کسی بھی وقت فوراً دوڑ کر عمارت سے باہر نکلا جا سکتا تھا۔ میں کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ ٹوٹا ہوا دروازہ ایک جانب کو جھکا ہوا تھا۔ میں نے کمرے کے اندر ایک قدم رکھنے کے بعد ٹارچ کی روشنی میں جائزہ لینا شروع کر دیا۔ اندر جگہ جگہ مکڑی کے جالے نظر آ رہے تھے اور سارا کمرہ مٹی سے اٹا پڑا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر تھوڑی سی جگہ صاف کر لوں تو یہاں آرام سے صبح تک کا وقت گزارا جا سکتا ہے۔

تھوڑی دیر میں' میں نے کمرے کا ایک گوشہ منتخب کر لیا اور اپنے بیگ میں سے اپنی ایک قمیض نکال کر زمین سے مٹی صاف کر کے بیٹھنے کے لیے جگہ بنا لی۔ پھر اپنا بیگ ایک طرف رکھ کر میں خود زمین پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد ہی مجھے زمین ٹھنڈی ہونے کا احساس ہونے لگا تو میں نے بیگ سے تولیہ نکال کر نیچے بچھا لیا اور سمٹ کر بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد میں بالکل مطمئن ہو چکا تھا۔ ایسے میں مجھے سگریٹ کی طلب محسوس ہونے لگی۔ میں نے سگریٹ کا پیکٹ جیب سے نکالا اور ایک سگریٹ سلگا کر اس سے لطف اندوز ہونے لگا۔ میں اب بھی ڈھانچے والے واقعے کے بارے میں سوچ رہا تھا اور ایسے جواز تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا جن

سے ثابت ہو سکے کہ میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ حقیقت نہیں تھی۔ ابھی میں اسی ادھیڑبن میں مصروف تھا کہ مجھے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کچھ لوگ سخت چمڑے کے جوتے پہنے ہوئے چل رہے ہوں۔ میرا دل انجانے خوف سے تیز تیز دھڑکنے لگا۔ میں نے جلدی سے سگریٹ اپنے جوتے کے نیچے بجھا دیا اور دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے بڑی احتیاط سے باہر جھانک کر دیکھا۔ اگلے ہی لمحے مجھے اپنی رگوں میں خون جمتا ہوا محسوس ہوا' کیونکہ جو منظر میری آنکھوں کے سامنے تھا وہ کسی کمزور اعصاب کے شخص کا دل بند کر سکتا تھا۔ میری حالت بھی اس وقت بہت بری تھی۔ مجھے یہی محسوس ہو رہا تھا کہ کسی بھی وقت میرا دل بند ہو جائے گا۔ راہداری میں آٹھ دس انسانی ڈھانچے موجود تھے۔ انہوں نے کندھوں پر کالی چادریں اوڑھ رکھی تھیں جو ان کے گھٹنوں سے اوپر تک کا جسم ڈھانپے ہوئی تھیں۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے ہاتھ میں جلتی ہوئی لالٹین پکڑ رکھی تھی اور وہ حویلی کے اندر کی طرف جا رہے تھے۔ ان کی پیروں کی ہڈیوں سے ایسی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں جیسے انہوں نے سخت چمڑے کے جوتے پہن رکھے ہوں۔

میں انہیں اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ بہت دور جانے کے بعد سیدھے ہاتھ کی طرف مڑ نہیں گئے۔ اس دہشت ناک منظر کو دیکھنے کے بعد میں کافی دیر اپنی جگہ بت بنا رہا کوشش کے باوجود میں اپنے جسم کو حرکت میں نہ لا سکا۔ ایسا لگتا تھا جسم میں سے جان نکل گئی ہو۔ پھر جب ذرا کچھ حواس بحال ہوئے تو مجھے پتہ چلا کہ میرا جسم لرز رہا ہے۔ میں اپنے اڑے ہوئے ہوش و حواس کو بحال کرنے کی کوشش کرنے لگا لیکن میں اپنے دل کو خوف کے شکنجے سے آزاد کرانے میں ناکام رہا۔

میں وہیں آ کر بیٹھ گیا جہاں پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ دیر پہلے میں وہیں بیٹھا اپنے دل کو یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ میرے ساتھ پہاڑ پر جو ڈھانچے والا واقعہ پیش آیا تھا وہ جھوٹ تھا لیکن ابھی تھوڑی دیر پہلے میں کئی ڈھانچوں کو دیکھ چکا تھا اس کے بعد میرے پاس پہلے والے واقعے کو غلط ثابت کرنے کی گنجائش نہ تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ مجھے جلد از جلد اس آسیب زدہ علاقے سے نکل جانا چاہئے۔ میں کار میں بیٹھ کر واپس جانا چاہتا تھا۔ میں نے جلدی سے تولیہ بیگ میں رکھا اور ٹارچ سنبھال کر کمرے سے باہر نکلنے لگا۔ ابھی میں باہر قدم رکھنا ہی چاہتا تھا کہ مجھے اپنی جگہ رک جانا پڑا۔ میں نے دیکھا کہ سامنے سے وہی ڈھانچے جو ابھی کچھ دیر پہلے میرے سامنے سے گزرے تھے' واپس آ رہے تھے۔ میں فوراً ایک طرف ہٹ گیا۔ جیسے جیسے ان ڈھانچوں کے قدموں کی آوازیں قریب آ رہی تھیں میرے دل کی دھڑکنیں ڈوبتی جا رہی تھیں۔ مجھے خوف کی شدت سے ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے کہ انہیں کسی طرح میرے بارے میں پتہ نہ چل جائے یا کہیں وہ اندر ہی نہ آ جائیں۔

اب ان کے قدموں کی آوازیں بالکل قریب آ چکی تھیں اور مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا دل کسی بھی وقت اچھل کر حلق سے باہر آ جائے گا۔ میں سانس روکے کھڑا تھا اور پوری طرح سے آنے والی آوازوں کی طرف متوجہ تھا۔ آہستہ آہستہ ان ڈھانچوں کی آوازیں دور ہوتی محسوس ہونے لگیں اور پھر کچھ دیر بعد بالکل خاموشی چھا گئی۔ میں نے نہایت احتیاط سے دروازے سے باہر جھانک کر دیکھا۔ اب وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں کمرے سے باہر آ گیا۔ آگے بڑھنے کے لیے مجھے ٹارچ جلانے کی ضرورت تھی

لیکن مجھے ڈر تھا کہ کہیں ٹارچ جلانے سے کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔ میں نے ٹارچ آف ہی رکھنے کا فیصلہ کیا اور اندھیرے میں جس قدر نظر آ رہا تھا اسی پر اکتفا کر کے آگے بڑھنے کی ٹھان لی۔

میں اندازے سے اسی راستے پر چل پڑا جہاں سے اس حویلی تک آیا تھا۔ میں تیز نہیں چل سکتا تھا کیونکہ تیز چلنے سے ٹھوکر لگ جانے کا خطرہ تھا لیکن میں تیز چلنا چاہتا تھا تاکہ جلد از جلد کار تک پہنچ سکوں۔

کچھ دیر بعد میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے مجھے پہاڑ پر چڑھنا تھا۔ رات کی تاریکی میں پہاڑ پر چڑھنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ کسی بھی وقت ذرا سی غفلت کے سبب میں نیچے گر کر زخمی یا ہلاک ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد ایک خطرہ اس ڈھانچے کا بھی تھا جو مجھے اس پہاڑ پر ملا تھا۔ میں نے سوچا کہ اس جگہ سے واپس نہیں چڑھنا چاہئے بلکہ یہاں سے ہٹ کر کسی اور طرف سے اوپر چڑھنا چاہئے اور پھر پہاڑ کے دوسری طرف اترنے کے بعد اپنی کار تک پہنچ جانا چاہئے۔ میں جہاں کھڑا تھا وہاں سے سیدھے ہاتھ کی طرف چل دیا پھر ایک مناسب جگہ دیکھ کر میں رک گیا۔ اندھیرے میں اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ جگہ پہاڑ پر چڑھنے کے لیے مناسب رہے گی لیکن ٹارچ جلا کر تسلی کرنا ضروری تھا۔ میں نے ہمت کر کے ٹارچ جلائی اور پہاڑ پر روشنی ڈال کر جائزہ لینے لگا۔ جگہ میرے اندازے کے مطابق اوپر چڑھنے کے لیے واقعی مناسب تھی۔ یہاں بڑے پتھر نہیں تھے اور کچھ جھاڑیاں بھی تھیں جو اوپر چڑھنے میں میری مددگار ثابت ہو سکتی تھیں۔ میں نے ٹارچ آف کر دی اور احتیاط کے ساتھ اوپر چڑھنے لگا۔

ابھی میں نے آدھا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ مجھے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ آوازیں کافی مدہم تھیں اسی لئے میں اپنی جگہ ٹھہر کر ان آوازوں کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن اگلے ہی لمحے خوف کی لہریں مجھے اپنے جسم میں دوڑتی محسوس ہوئیں۔ یہ ویسی ہی آوازیں تھیں جیسی وہ ڈھانچے نکال رہے تھے جنہیں میں ٹوٹی ہوئی عمارت میں دیکھ چکا تھا۔ یہ آوازیں پہاڑ کے اوپر سے آ رہی تھیں۔ اس وقت میں بہت پریشان ہو گیا تھا۔ ان ڈھانچوں کی اوپر موجودگی کی وجہ سے میں کار تک نہیں پہنچ سکتا تھا اور کار تک نہ پہنچنے کا مطلب یہ تھا کہ میں اس علاقے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ ابھی میں اسی کشمکش میں تھا کہ مجھے اوپر سے آہٹیں سنائی دیں۔ میں نے بے اختیار اوپر کی طرف دیکھا۔ وہاں کوئی چیز حرکت کرتی دکھائی دی لیکن اندھیرے کی وجہ سے صحیح اندازہ نہیں لگا سکا کہ وہ کیا چیز ہے۔ میرا خیال تھا کہ کچھ دیر پہلے میں نے جو آوازیں سنی تھیں وہ ڈھانچوں کی تھیں۔ اس لئے اوپر جو چیز حرکت کر رہی تھی وہ ڈھانچے ہی ہو سکتے ہیں۔ پھر مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی پہاڑ سے نیچے میری طرف اتر رہا ہے۔ میرے دل کی دھڑکنیں بے انتہا بڑھ گئیں۔ جو کوئی بھی میری طرف آ رہا تھا وہ میرے کافی قریب پہنچ چکا تھا۔ میں نے بے اختیار نیچے دیکھا لیکن مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ اندھیرے میں تیزی سے نیچے اترنا میرے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اب میرے پاس ٹارچ جلا لینے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں نے ٹارچ کی روشنی نیچے ڈالنے کے بعد فوراً اوپر بھی ڈالی۔ میرا اندازہ درست تھا۔ واقعی کچھ انسانی ڈھانچے میری طرف بڑھ رہے تھے۔ میں نے فوراً ٹارچ کا رخ نیچے کی جانب کیا اور روشنی کی مدد سے نیچے اترنے لگا۔ اس وقت مجھے محسوس ہوا جیسے وہ ڈھانچے میرے قریب پہنچ گئے ہیں اور اگلے چند لمحوں میں میرے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

ساتھ کچھ ہونے والا ہے۔ خوف اور دہشت کی وجہ سے میں نے بے اختیار تیزی کے ساتھ نیچے کی طرف دوڑنا شروع کر دیا اور یہ تیزی میرے لئے نقصان دہ ثابت ہوئی۔ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور نیچے کی جانب لڑھکنے لگا۔ میں نے اس افراتفری میں ایک جھاڑی کو پکڑنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ مجھے نیچے گرنے سے روکنے میں کوئی مدد نہ دے سکی۔ پھر اچانک میرا سر کسی پتھر سے ٹکرا گیا اور اس کے بعد مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔

☆......☆......☆

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

جب میری آنکھ کھلی تو فوری طور پر مجھے کچھ یاد نہیں آیا کہ میرے ساتھ کیا واقعات پیش آ چکے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ مجھے سب کچھ یاد آنے لگا اور جب سب کچھ یاد آ گیا تو مجھے یہ تشویش ہوئی کہ میں اس وقت کہاں ہوں اور کس کے قبضہ میں ہوں۔ میں اس وقت ایک چارپائی پر نہایت گرم بستر میں لیٹا ہوا تھا۔ میں جس کمرے میں تھا وہ کافی چھوٹا تھا۔ یہاں ایک دیا ٹمٹما رہا تھا۔ کمرہ کچی مٹی کا بنا ہوا تھا لیکن کافی گرم تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یقیناً یہاں کہیں آگ بھی جل رہی ہے۔ میں نے گردن اٹھا کر کمرے کا جائزہ لینا چاہا لیکن میں ایسا نہیں کر سکا۔ گردن میں اٹھنے والے شدید درد کی وجہ سے میں کراہ اٹھا۔ میرے سر اور جسم پر کئی جگہ پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک شخص اندر داخل ہوا۔ جس کا عجیب و غریب حلیہ تھا۔ داڑھی کے بال کالے تھے لیکن دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے بہت بڑھ چکے تھے۔ اس نے سر پر کپڑے کی ٹوپی پہن رکھی تھی جو اس کے سر کے لحاظ سے کافی چھوٹی تھی اور اس نے سر کے کچھ ہی حصے کو ڈھانپ رکھا تھا۔ دیئے کی روشنی میں بھی اندازہ ہو رہا تھا کہ اس شخص کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور چہرے سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ اس نے ایک لمبا چغہ پہن رکھا تھا اور گلے میں بڑے بڑے موتیوں کے ہار تھے۔ وہ قریب ہی چارپائی پر بیٹھ گیا اور میرے چہرے کا تفصیلی جائزہ لینے لگا۔ وہ یقیناً میری آواز سن کر اندر آیا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ "کیا تم اپنے آپ کو ٹھیک محسوس کر رہے ہو؟"

"ہاں..... لیکن تم کون ہو.....؟" میں اپنا جملہ مکمل نہیں کر پایا تھا کہ اس شخص نے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"سب معلوم ہو جائے گا کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں لیکن پہلے تم کچھ کھا پی لو۔ میں تمہارے لئے دودھ لاتا ہوں۔" اس نے کہا اور اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے سر کے بال بھی بہت لمبے تھے۔ اس کے جانے کے بعد میں ایک بار پھر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ کمرے میں میری چارپائی اور بستر کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ میں نے ایک بار پھر دھیرے سے اپنی گردن کو اٹھانا چاہا لیکن جیسے ہی مجھے احساس ہوا کہ میں اپنی گردن اٹھا نہیں پاؤں گا' میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ میری گردن تھوڑی بہت دائیں بائیں تو ہل رہی تھی لیکن میں سر کو چارپائی سے اٹھا نہیں سکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور وہی شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

ایک مٹی کا پیالہ تھا۔ اس نے میرے قریب بیٹھنے کے بعد پیالہ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لو... دودھ پی لو۔"

"میں گردن نہیں اٹھا سکتا۔" میں نے اسے بتایا۔

"اچھا رکو..." اس نے کہا اور دودھ کا پیالہ زمین پر رکھنے کے بعد اس نے میری گردن کے نیچے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ پھر دھیرے دھیرے اس نے مجھے تقریباً بٹھا دیا۔ اپنا گھٹنا میری پشت پر رکھنے کے بعد اس نے جھک کر پیالہ اٹھایا اور بولا۔ "لو... اب پی لو۔"

میں اس کے گھٹنے کے سہارے آرام سے بیٹھ چکا تھا۔ بیٹھنے کے کچھ ہی دیر بعد مجھے اپنے سر میں شدید درد محسوس ہوا لیکن میں اسے برداشت کرتے ہوئے دودھ پیتا رہا۔ مجھے اندازہ تھا کہ پہاڑ سے گرنے کی وجہ سے مجھے جو چوٹیں لگی ہیں وہ یقیناً کافی تکلیف دیں گی اور مجھے ہمت کے ساتھ تکالیف برداشت کرنی چاہئیں۔

کچھ دیر بعد میں نے سارا دودھ پی لیا۔ اب میں اپنے آپ کو بہت بہتر محسوس کر رہا تھا۔ میں نے پیالہ اس شخص کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے پیالہ زمین پر رکھنے کے بعد بہت احتیاط سے مجھے لٹا دیا۔ پھر وہ پیالہ اٹھا کر کمرے سے باہر چلا گیا اور میں سوچنے لگا کہ آخر یہ شخص کون ہے؟

دروازہ کھلنے کی آواز سن کر میں نے اس طرف دیکھا۔ وہی شخص کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ میرے قریب بیٹھنے کے بعد بولا۔ "ہاں... اب بتاؤ تم کون ہو اور اتنی سردی اور بارش میں پہاڑ پر کیا کر رہے تھے جہاں سے گر پڑے ہو۔" میں نے اسے اپنے بارے میں بتایا اور اپنے ساتھ گزرنے والے پُراسرار واقعات بھی بتائے۔ میں نے اپنی گفتگو ختم کرنے کے بعد اس سے پوچھا۔ "تم کون ہو... اور یہ بتاؤ کہ میں اس وقت کہاں ہوں؟"

وہ کچھ دیر اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرنے کے بعد بولا۔ "یہ بات یقیناً تمہارے لئے خوشی کا باعث ہے کہ تم زندہ بچ گئے ہو لیکن ساتھ ہی ساتھ تمہارے لیے کچھ بری خبریں بھی ہیں۔" وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا اور کچھ سوچنے لگا۔

"کیسی بری خبریں؟" میں نے اس سے پوچھا۔

وہ کچھ دیر خاموش فضا میں گھورتا رہا پھر بولا۔ "تمہاری روح اور جسم کو علیحدہ علیحدہ کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔"

میں اس کی بات سمجھ نہیں سکا کہ وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں اس کی بات سے جو نتیجہ اخذ کر سکا وہ یہی تھا کہ مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "کون ہے جو مجھے مارنا چاہتا ہے؟"

"میں نے کب کہا کہ کوئی تمہیں مارنا چاہتا ہے۔ تم میری بات سمجھ نہیں سکے... خیر... میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ تم انسانی ڈھانچوں کے جس چکر میں پھنس گئے تھے وہ بلاؤں کی ایسی قسم ہے جو کسی بھی انسان کو گرفت میں لینے کے بعد اس کی روح اور جسم پر علیحدہ علیحدہ قبضہ کر لیتی ہیں۔ پھر اس انسان کا گوشت اتار کر اسے بھی ڈھانچہ بنا دیا جاتا ہے اور یوں وہ

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

ڈھانچہ ان ڈھانچوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ میرا نام شاکال ہے۔ میں بہت سے پُراسرار علوم کا ماہر ہوں اور ان ڈھانچوں کے خلاف جنگ کر رہا ہوں۔"

"لیکن... یہ ڈھانچے کون ہیں... کہاں سے آئے ہیں؟" میں نے پوچھا۔ شاکال کی باتیں سن کر میں کافی حد تک پریشان ہو چکا تھا۔

"یہ ڈھانچے ایک اور پُراسرار علوم کے ماہر شاما کے اشارے پر کام کرتے ہیں۔ شاما اور میں ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں لیکن شاما نے استاد سے بہت کچھ سیکھنے کے بعد اپنے علم کو غلط طریقے سے استعمال کرنا شروع کر دیا وہ برائی کی طرف راغب ہو گیا۔ پھر استاد نے اپنے انتقال کے وقت مجھے حکم دیا تھا کہ میں کسی طرح شاما کو ختم کر دوں یا اسے راہِ راست پر لے آؤں۔ تب سے اب تک میں اس کے خلاف جنگ کر رہا ہوں۔"

"تو کیا تمہیں اپنے مقصد میں کچھ کامیابی حاصل ہوئی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں ابھی تو کچھ خاص کامیابی نہیں ہوئی لیکن میں کسی بھی وقت اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتا ہوں۔" شاکال نے جواب دیا۔

اس کی باتیں مجھے مسلسل پریشان کئے ہوئے تھیں۔ میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے اس سے پوچھا۔ "تم نے بتایا کہ وہ ڈھانچے کسی انسان کی روح کو قید کر دیتے ہیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"شاما نے روحوں کے لیے ایک قید خانہ بنا رکھا ہے اور وہ ان قیدی روحوں سے مختلف کام لیتا رہتا ہے۔" شاکال نے جواب دیا۔

شاکال کی باتیں سن کر میں بہت دیر تک مختلف باتیں سوچتا رہا۔ پھر میں نے تمام باتوں کو ذہن سے جھٹک کر اس سے پوچھا۔ "یہ بتاؤ کہ میں کب یہاں سے جا سکتا ہوں اور کس طرح؟"

شاکال کچھ دیر خاموش رہا۔ وہ فضا میں مسلسل گھورے جا رہا تھا۔ پھر وہ بولا۔ "تمہیں پہلے تو صحت مند ہونا ہے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ میرے پاس رہنا ہوگا۔ میں نے یہاں سے ایک خاص دوری تک حصار کھینچ دیا ہے۔ تم اس حصار کے اندر رہو گے تو محفوظ رہو گے اور اگر اس سے باہر نکلنے کی کوشش کرو گے تو پہلے تمہیں اپنا سانس گھٹتا محسوس ہوگا اس کے بعد تم بے ہوش ہو جاؤ گے۔ تمہارے بے ہوش ہوتے ہی ڈھانچے اپنا کام شروع کر دیں گے۔ بہرحال تم ذرا صحت یاب ہو جاؤ پھر میں تمہیں بتا دوں گا کہ میرے حصار کی کھینچی ہوئی حد کہاں تک ہے۔ حصار کے اندر چاہے تم گھومو پھرو۔ سوتے رہو یا جاگتے رہو، تمہیں کسی قسم کا خطرہ نہیں ہوگا لیکن حصار سے باہر جاتے ہی تم شاما کا شکار ہو جاؤ گے۔" کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔ "اچھا اب تم آرام کرو۔ میں بھی آرام کرنا چاہتا ہوں۔" وہ اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا اور میں ایک بار پھر سوچوں میں ڈوب گیا۔ پھر نہ جانے کس وقت میں سو گیا۔

"اٹھو سلطان۔ اب کچھ کھا پی لو ورنہ تمہیں اور کمزوری ہو جائے گی۔" شاکال نے مجھے نیند سے جگاتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز سن کر میں نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے دیکھا کہ کمرے میں کافی

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

روشنی تھی۔ یہ روشنی دروازے اور اس روشندان سے آ رہی تھی جسے میں گردن میں درد ہونے کی وجہ سے رات میں دیکھ نہیں سکا تھا۔ یہ روشندان ایسی جگہ تھا کہ میں اسے مڑ کر ہی دیکھ سکتا تھا لیکن اس وقت میں نے آنکھیں کھول کر گردن کو اچھا خاصا گھما لیا تھا اس لئے میں اس روشندان کو دیکھ پایا تھا۔ "اب تو تمہاری گردن حرکت کر رہی ہے۔" شاکال نے میرے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ وہ مسکرا رہا تھا لیکن اس کی مسکراہٹ بھی کافی خوفناک تھی۔

"ہاں' اب میں بہت بہتر محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے کہا اور دھیرے دھیرے بیٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ شاکال نے اپنے ہاتھ میں پکڑے برتن زمین پر رکھ دیئے اور مجھے بیٹھنے میں مدد دینے لگا۔ جب میں بیٹھ گیا تو اس نے تکیہ میری کمر کے ساتھ رکھ دیا۔ تاکہ مجھے بیٹھے رہنے میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس نے لحاف کو اس انداز سے میرے سامنے ترتیب دے دیا کہ اب وہ اس پر برتن رکھ سکتا تھا۔ پھر اس نے زمین پر پڑے برتن اٹھائے اور احتیاط کے ساتھ میرے سامنے رکھ دیئے اور کہا۔

"لو' یہ کھاؤ۔ بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

میں نے برتن میں دیکھا۔ اس نے بہترین قسم کی مرغی تلی ہوئی تھی۔ ساتھ ہی دوسرے برتن میں سوپ بھی نظر آ رہا تھا۔ جبکہ شاکال نے ایک چھوٹا سا کپڑا بھی ہاتھ میں دبا رکھا تھا۔ اس نے کپڑا کھول کر اس میں سے روٹیاں نکالیں اور میرے سامنے رکھ دیں۔ میں کھانے میں مصروف ہو گیا تو وہ بغیر کچھ کہے کمرے سے باہر چلا گیا۔ کچھ ہی دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں پانی کا ایک جگ اور گلاس تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میری تمام چوٹوں میں اب درد نہیں ہو رہا تھا۔ مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ اتنی جلدی ان چوٹوں کو آرام کیسے آ گیا کیونکہ کئی چوٹیں تو کافی شدید نوعیت کی تھیں۔ "میں محسوس کر رہا ہوں کہ میری چوٹوں میں درد نہیں ہے' اس کی کیا وجہ ہے۔" میں نے شاکال سے پوچھ ہی لیا۔

وہ میری بات سن کر مسکرایا پھر بولا۔ "میرے پاس کچھ ایسے نسخے ہیں جن سے درد بہت جلد ختم ہو جاتا ہے اور زخم بھی بھر جاتے ہیں میں نے رات کو تمہیں جو دودھ دیا تھا اس میں دوا بھی ملا دی تھی' مجھے معلوم تھا کہ صبح تم کافی ٹھیک ہو چکے ہو گے لیکن ابھی تمہیں اس دوا کی ایک اور خوراک پینی ہے۔ تم کھانا کھا لو۔ کچھ دیر چل پھر لو پھر دوا پی لینا۔ آج شام تک تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔" میں نے کھانا ختم کر لیا تو شاکال برتن اٹھا کر لے گیا پھر کچھ دیر بعد آ کر بولا۔ "آؤ۔ اب ذرا باہر چلتے ہیں۔" میں بستر سے نیچے اتر آیا۔ اس نے چارپائی کے نیچے سے چپلوں کا ایک جوڑا نکال کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں چپل پہننے کے بعد دھیرے دھیرے اس کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔ ہم لوگ ایک اور کمرے میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس کمرے سے نکلنے کے بعد ہم برآمدے میں آ گئے۔ اس برآمدے کے آگے کافی وسیع و عریض میدان تھا۔ اس کے بعد چاردیواری بنی ہوئی تھی اور گھر سے باہر نکلنے کے لیے لکڑی کا بنا ہوا ایک دروازہ موجود تھا۔ میں نے اپنے دائیں بائیں کئی کمرے دیکھے انہیں دیکھ کر میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یقیناً یہاں شاکال کے علاوہ اور لوگ بھی رہتے ہوں گے۔ ورنہ شاکال کے لیے تو ایک دو کمرے ہی کافی تھے لیکن میں نے اس وقت شاکال سے کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ شاکال مجھے لے کر [illegible] نہ کھول کر باہر نکل گیا اور مجھے باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ باہر

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

آ کر میں نے دیکھا کہ ہم لوگ کسی پہاڑ کے اوپر ہیں۔ کچھ دور ہی نیچے کا منظر نظر آ رہا تھا اور وہاں بھی پہاڑ ہی پہاڑ تھے۔ میں یہ دیکھ کر حیران بھی تھا اور کچھ پریشان بھی کہ شاکال مجھے کہاں لے آیا ہے۔ کیونکہ آس پاس کا ماحول دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ جس جگہ میں رات کو بے ہوش ہوا تھا نہ تو یہ وہ علاقہ ہے اور نہ ہی اس کے آس پاس کا کوئی علاقہ۔ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں شاکال سے اس بارے میں کچھ پوچھوں لیکن پھر میں نے سوچا کہ اس وقت اس سے اگر میں زیادہ سوالات کروں گا تو ہو سکتا ہے کہ وہ برا مان جائے اس کے علاوہ مجھے امید تھی کہ وہ خود ہی کسی وقت سب کچھ بتا دے گا۔

"وہ جو دوسرا پہاڑ نظر آ رہا ہے' وہاں تک تمہارے چلنے پھرنے کی حد ہے۔" شاکال نے سامنے موجود پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھے بتایا پھر دائیں بائیں اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "ان دونوں اطراف تم اسی پہاڑ پر رہ سکتے ہو جس پر ہم اس وقت موجود ہیں۔ پیچھے کی طرف بھی تمہیں اسی پہاڑ کی حدود میں رہنا ہوگا۔ دائیں بائیں اور پیچھے کی طرف یہ پہاڑ دور تک پھیلا ہوا ہے۔"

"ان کمروں میں کوئی اور بھی رہتا ہے؟" میں نے عام سے انداز میں پوچھا اور کوشش کی کہ شاکال کو میرے جملے سے بالکل اندازہ نہ ہو کہ میرے اندر ان کمروں کو دیکھ کر ان کے متعلق جاننے کی شدید خواہش پیدا ہو چکی ہے۔ میں ہر لحاظ سے اپنا رویہ محتاط رکھنا چاہتا تھا تاکہ شاکال کو کسی بھی وقت یہ احساس نہ ہو کہ میں اس کے لیے کوفت یا بوریت کا سبب بن رہا ہوں۔ میرے سوال پر شاکال کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔ "یہ کمرے میرے مہمانوں کے لیے ہیں اور کچھ میں پُراسرار مخلوق رہتی ہے۔ اکثر یہاں مہمان آتے رہتے ہیں۔ ابھی تین دن پہلے ہی میرے کچھ دوست یہاں تھے اور ان سے پہلے بھی کچھ دوست آئے ہوئے تھے۔" میں نے پُراسرار مخلوق کے بارے میں اس سے پوچھنا مناسب نہ سمجھا اور بولا۔ "اچھا یہ بتاؤ کہ میں کب تک یہاں سے چلا جاؤں گا؟ دراصل میں نہیں چاہتا کہ میں تم پر بوجھ بنوں۔" میری بات سن کر وہ کچھ سنجیدہ ہو گیا۔ میں سمجھا کہ شاید وہ میری بات پر ناراض ہو گیا ہے لیکن وہ ہنس کر بولا۔ "دیکھو' یہ بات تو تم بھول جاؤ کہ تم کبھی بھی مجھ پر بوجھ بن سکتے ہو' جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ اکثر میرے دوست وغیرہ یہاں آتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی تو یہاں ایک ہی وقت میں بیس بیس پچیس پچیس لوگ بھی آ جاتے ہیں لیکن آج تک میرے دل میں کبھی یہ خیال تک نہیں آیا کہ کوئی مجھ پر بوجھ بن رہا ہے اور پھر یوں سمجھ لو کہ تم بھی آج سے میرے دوستوں میں شامل ہو گئے ہو اور رہی یہ بات کہ تم کب تک یہاں سے جا سکتے ہو تو اس سلسلے میں' میں تمہیں یہی کہوں گا کہ میں کوشش کروں گا کہ تم جلد از جلد اپنے گھر چلے جاؤ لیکن کچھ دن ہمیں بہت زیادہ احتیاط کرنا ہوگی کیونکہ شاما کے ساتھی یقیناً تمہاری تلاش میں ہوں گے' اگر میں بحفاظت تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آؤں اور تمہارے گرد حفاظتی حصار کھینچ دوں یا تمہیں کوئی تعویذ وغیرہ دے دوں جس سے تم شاما سے محفوظ رہ سکو' تب بھی مجھے خطرہ ہے کہ وہ تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے کہ شاما نے کچھ ایسے بھی عمل سیکھ رکھے ہیں جن کی وجہ سے وہ کئی معاملات میں مجھے شکست دے سکتا ہے' پہلے بھی میں کئی مرتبہ چند معاملات میں اس سے شکست کھا چکا ہوں۔"

میں شاکال کی باتیں سن کر خاموش ہو گیا۔ شاکال سمجھا کہ شاید میں اس کی باتیں سن کر پریشان

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

ہو گیا ہوں۔ وہ میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "دیکھو سلطان! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری خواہش ہے کہ تم جلد از جلد اپنے گھر چلے جاؤ کیونکہ میں تمہاری پریشانی کو سمجھ سکتا ہوں لیکن یہ ہماری مجبوری ہے۔ اصل میں ہماری پُراسرار دنیا' عام دنیا سے بہت مختلف ہے۔ عام زندگی میں لوگ اگر ایک دوسرے سے دشمنی کرتے ہیں' انہیں نقصان پہنچانا چاہتے ہیں یا جان سے مار دینا چاہتے ہیں تو جس شخص سے دشمنی کی جا رہی ہوتی ہے وہ اگر چاہے تو اپنے دشمن سے چھپ کر اس کی طرف سے کی جانے والی کسی بھی کارروائی سے بچ سکتا ہے لیکن پُراسرار دنیا میں بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں کوئی اپنے دشمن سے اس وقت محفوظ رہ سکتا ہے جب وہ خود اس کے برابر علم جانتا ہو یا کم از کم دشمن کے متعلق یہ جانتا ہو کہ وہ کتنا علم جانتا ہے اور کیا کیا کر سکتا ہے۔ میں نے بھی جو شاما سے دو چار مرتبہ شکست کھائی اس کی وجہ یہی تھی کہ میں اس وقت یہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے مزید کیا کیا علوم سیکھ لئے ہیں لیکن پھر میں نے پتہ لگایا کہ اب وہ کیا کچھ جانتا ہے لہٰذا میں نے فوری طور پر اپنی حفاظت کا بندوبست کیا۔"

"میں یہاں دھوپ میں بیٹھنا چاہتا ہوں۔" میں نے شاکال سے کہا۔

"اچھا رکو۔" میری بات سن کر شاکال نے کہا اور خود ایک کمرے میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک دری اور دو گاؤ تکئے تھے۔ اس نے وہ چیزیں زمین پر بچھانے کے بعد ایک تکیہ مجھے دے دیا اور دوسرا تکیہ وہ اپنی کمر کے ساتھ لگا کر میرے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"تم اگر چاہو تو اپنا کام کر سکتے ہو۔ میری وجہ سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔" میں نے کہا۔

"کام تو فی الحال کوئی نہیں ہے البتہ دھوپ اچھی لگ رہی ہے۔" شاکال نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کچھ دیر ہم دونوں خاموش بیٹھے رہے وہ نہ جانے کیا سوچتا رہا اور میں آس پاس کے ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔

"یہ تو پہاڑی علاقہ ہے پھر تمہارے پاس کھانے پینے کی اتنی چیزیں کہاں سے آ جاتی ہیں کہ تم تقریباً ہر وقت مہمانوں کی آؤ بھگت کرتے رہتے ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔ میری بات پر شاکال مسکرا دیا اور بولا۔ "آس پاس کے علاقے میں کچھ پہاڑی لوگ رہتے ہیں جو میرے عقیدت مند ہیں۔ میں ان کی مشکلات دور کرنے کے لیے گنڈے تعویذ وغیرہ دیتا رہتا ہوں اور وہ لوگ ہر دوسرے دن میرے لئے اتنا اناج وغیرہ لے آتے ہیں جو بہت زیادہ ہوتا ہے۔ بس یوں سمجھو کہ مجھے کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوتی۔"

"جس پہاڑی پر میں بے ہوش ہوا تھا' کیا وہ آس پاس ہی ہے؟" میں نے اس سے وہ سوال پوچھ لیا جو مجھے کئی بار پریشان کر چکا تھا۔

"تم جہاں بے ہوش ہوئے تھے وہ اس سرمئی پہاڑ کے پیچھے ہے۔" شاکال نے بہت دور ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ "دراصل مجھے میرے ایک شاگرد رمیش نے تمہارے متعلق بتایا تھا۔ وہ (۲) علاقے میں رہتا ہے۔ آج کل وہ ایک خاص عمل سیکھ رہا

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

ہے۔ اس لئے رات بھر اسے جاگ کر مختلف علاقوں میں مختلف علم پڑھنا پڑتے ہیں۔ اس رات وہ اسی پہاڑ کے قریب اپنے کام میں مصروف تھا کہ اس نے تمہیں پہاڑ سے نیچے گر کر بے ہوش ہوتے دیکھ لیا۔ اسی دوران شاما کے ساتھی ڈھانچے تمہاری طرف بڑھ رہے تھے۔ میرے شاگرد رمیش نے تمہیں ان ڈھانچوں سے بچایا اور تمہیں لے کر میرے پاس آ گیا۔ اس کا گھر یہاں سے بہت دور ہے اس لئے اس نے تمہیں میرے پاس لانا ہی مناسب سمجھا۔"

کچھ دیر خاموشی چھائی رہی پھر شاکال نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ دور سے آتے ایک آدمی کو دیکھ کر وہ خاموش ہو گیا اور غور سے اس آدمی کی طرف دیکھنے لگا۔ "یہ تو رمیش آ رہا ہے۔" اس نے دھیرے سے کہا اور نظریں اسی پر جمائے رکھیں۔ کچھ دیر بعد وہ آدمی ہمارے قریب آ گیا۔ اس نے ایک خاص انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ کر اپنے سینے اور سر پر لگائے۔ شاکال نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ "اب کیسی ہے آپ کی طبیعت؟"

"اب بہت بہتر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میرا نام رمیش ہے۔ شاید شاکال جی نے میرا تعارف کروا دیا ہوگا؟" اس نے اپنا نام بتاتے ہوئے کہا۔

"ہاں' میں آپ کا بہت شکرگزار ہوں کہ آپ نے میری مدد کی۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "اس میں شکرگزار ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ تو میرا فرض تھا اور وہی اچھا انسان ہے جو برے وقت میں دوسروں کے کام آئے۔ آپ کو ٹھیک دیکھ کر بہت خوشی ہوئی مجھے۔"

"میں تو یہی کہوں گا کہ اگر اس وقت میں ٹھیک نظر آ رہا ہوں تو یہ صرف اور صرف آپ کی وجہ سے ہے اور آپ کا شکرگزار نہ ہونا میری کم ظرفی کا ثبوت ہوگا۔" میں نے ایک بار پھر اس کا احسان مانتے ہوئے کہا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟"

"میرا نام سلطان ہے۔ میں حبیب آباد جا رہا تھا کہ راستے میں سڑک ٹوٹی ہونے کی وجہ سے پھنس گیا اور رات گزارنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کرنے لگا لیکن پھر ڈھانچوں کے چکر میں پھنس گیا۔" میں نے جواب دیا۔ "شاکال جی! اب میرے لیے کیا حکم ہے؟" رمیش نے شاکال سے انتہائی مئودبانہ انداز میں پوچھا۔

"تم میرے ساتھ آؤ۔ اور سلطان تم یہیں بیٹھنا۔ اندر ہرگز نہ آنا۔" شاکال نے اٹھتے ہوئے کہا۔ رمیش بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ دونوں ایک کمرے میں چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں ایک بار پھر آس پاس کے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک مجھے اسی کمرے سے ایک نسوانی آواز سنائی دی جس میں شاکال اور رمیش گئے تھے۔ میرے اندر تجسس پیدا ہو گیا کہ معلوم کروں آخر وہ کون عورت یا لڑکی ہے جو ان کے ساتھ باتیں کر رہی ہے۔ لیکن پھر مجھے شاکال کی تنبیہہ یاد آ گئی۔ وہ مجھے اندر آنے سے منع کر گیا تھا اور اس کمرے میں کوئی کھڑکی بھی نہیں تھی جہاں سے میں اندر جھانک سکتا اور اگر کھڑکی ہوتی تب بھی شاید میں اس سے اندر جھانکنے کی ہمت نہیں کر پاتا۔ کیونکہ میں شاکال کو ناراض نہیں کرتا

چاہتا تھا۔ میں نے اپنے ذہن کو ان کی طرف سے ہٹا لیا اور دور دور تک پھیلے پہاڑوں اور آسمان پر چھوٹے چھوٹے بادل کے ٹکڑوں کو دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد شاکال باہر آگیا اور چند ہی لمحوں بعد رمیش بھی آگیا۔ وہ دونوں ایک بار پھر دری پر آکر بیٹھ گئے۔

"اب پندرہ دن تک تم یہی کچھ پڑھو گے جو میں نے تمہیں بتایا ہے۔ اس کے بعد ہی میں تمہیں آگے کے لیے کچھ بتاؤں گا۔" شاکال نے رمیش سے کہا۔ "آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔" رمیش نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ کچھ دیر توقف کے بعد وہ بولا۔ "کیا میں اب جا سکتا ہوں؟"

"ہاں جاؤ لیکن ہر طرح احتیاط رکھنا۔"

"جی بہت بہتر۔" رمیش نے اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور شاکال کے لیے ایک مرتبہ تعظیماً جھکا پھر اسی طرف چلا گیا جہاں سے آیا تھا۔ اس کے نظروں سے اوجھل ہو جانے کے کافی دیر بعد تک شاکال اور میں نے کوئی بات نہیں کی۔ "کیا تم نے کسی عورت کی آواز سنی تھی؟" شاکال نے میری طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

"ہاں' سنی تھی۔" میں نے جواب دیا۔ شاکال کے سوال پر میں کچھ پریشان ہو گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آخر اس نے کیوں یہ سوال پوچھا ہے۔

"وہ کسی لڑکی یا عورت کی آواز نہیں تھی۔" شاکال نے کہا۔ وہ اب بھی میری طرف نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ اس کی نظریں بالکل سامنے پہاڑ یا آسمان وغیرہ کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس کی بات سن کر میں نہ صرف حیران ہوا بلکہ کچھ پریشان بھی ہو گیا۔ میں نے پوچھا۔ "تو پھر... کس کی تھی وہ آواز؟"

"وہ ایک بدروح کی آواز تھی۔" اس نے جواب دیا۔ اس کی بات سن کر خوف کی ایک لہر میرے جسم میں دوڑ گئی۔ کچھ دیر تو مجھ میں بات کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ پھر ہمت کر کے میں نے کہا۔ "میں کچھ سمجھا نہیں۔ وہ بدروح یہاں...." اس سے آگے میں کچھ نہ کہہ سکا۔

"ابھی تو تم نے صرف آواز سنی ہے اور اتنا گھبرا رہے ہو۔ ہو سکتا ہے تمہیں یہاں کسی وقت کوئی نہایت خوفناک مخلوق دیکھنے کو مل جائے تو کیا تم اس سے خوفزدہ ہو جاؤ گے؟" شاکال نے کہا۔ اس کے لہجے میں کچھ تمسخر بھی تھا۔ شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ میں بدروح کا ذکر سن کر پریشان اور خوفزدہ ہو گیا ہوں اسی لئے وہ مجھ سے مذاق کر کے محظوظ ہو رہا تھا۔

"نہیں نہیں۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ کسی کو دیکھ کر خوفزدہ نہیں ہوں گا۔" میں نے جواب دیا۔ شاکال میری بات سن کر مسکرا دیا۔ شاید وہ اب بھی میری باتوں اور بات کرنے کے انداز سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ پھر شاکال بولا۔ "اچھا تم یہاں بیٹھو۔ مجھے کچھ کام ہے۔" وہ اٹھ کر ایک اور کمرے میں چلا گیا۔ یہ کمرہ بالکل آخر میں واقعہ تھا۔ اس کے جانے کے بعد غیرارادی طور پر میں نسوانی آواز کا منتظر رہا لیکن جب کوئی آواز نہ آئی تو میں سوچنے لگا کہ آخر یہاں کیسی پُراسرار دنیا آباد ہے اور نہ جانے یہاں بدروحوں کے علاوہ کون کون سی مخلوق موجود ہے۔ یہ بات تو شاکال خود بھی کہہ رہا تھا کہ کسی وقت کوئی بھی عجیب و غریب اور خوفناک مخلوق مجھے نظر آ سکتی ہے۔ ایک مرتبہ تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی تھی کہ [illegible] کچھ خوفزدہ بھی تھا لیکن انہیں دیکھنے کی خواہش' ان کے

خوف سے زیادہ تھی۔ میں اپنی سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ مجھے کچھ ایسی آوازیں سنائی دیں جیسے کچھ سانپ پھنکار رہے ہوں۔ میں خوفزدہ ہو گیا کہ کہیں آس پاس کوئی سانپ موجود ہے۔ میں نے تیزی سے اپنے اطراف میں نظر دوڑائی لیکن آس پاس کوئی سانپ موجود نہیں تھا۔ میں اس آواز کی طرف پوری طرح متوجہ ہو گیا جو اب تک میرے کانوں میں آ رہی تھی۔ چند ہی لمحوں بعد مجھے اندازہ ہوا کہ یہ آوازیں اس کمرے سے آ رہی ہیں جہاں شاکال موجود تھا۔ میں فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور جوتیاں پہننے کے بعد اس کمرے کی طرف چل دیا لیکن مجھے خیال آیا کہ اگر میں اس کمرے میں جھانکنے کی کوشش کروں گا تو ہو سکتا ہے شاکال ناراض ہو جائے کیونکہ اس نے مجھے سختی سے منع کیا تھا کہ کسی دوسرے کمرے میں نہیں جانا اور میں اس کو کسی صورت میں ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں اپنی جگہ پر رک گیا۔ میں وہیں کھڑے کھڑے آنے والی پُراسرار آوازوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا لیکن جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکوں گا۔ میں دھیرے دھیرے واپس اسی جگہ پر آکر بیٹھ گیا جہاں میں پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ اب میری نظریں آس پاس کے ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں لیکن میرا ذہن ان آوازوں کی طرف لگا ہوا تھا جو مسلسل میرے کانوں میں آ رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ میں غیرارادی طور پر اس کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا جہاں شاکال موجود تھا۔ چند لمحوں بعد شاکال کمرے سے باہر آگیا۔ اس کے چہرے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ جیسے وہ بہت سخت محنت کر کے آ رہا ہے۔ اس نے چہرے پر نمودار ہونے والے پسینے کو اپنی آستین سے صاف کیا اور میرے قریب آکر بیٹھ گیا۔ اس کی سانس کچھ تیز چل رہی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد اس کی سانس بحال ہو گئی اور چہرے سے تھکن کے آثار بھی کافی حد تک ختم ہو گئے۔ وہ پُرسکون انداز میں بولا۔ "تم یقیناً پریشان ہو گے کہ کہاں پھنس گئے ہو؟"

"میں دراصل ان آوازوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اس کمرے سے آ رہی تھیں جہاں تم گئے تھے۔" میں نے اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

وہ میری بات سن کر تھوڑا سا مسکرایا پھر قریب پڑا ایک چھوٹا سا پتھر ہاتھ میں لے کر اسے آہستہ آہستہ اچھالنے لگا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد پھر بولا۔ "تم نے شاید کچھ پُراسرار قصے سن رکھے ہوں گے یا جادو وغیرہ کے متعلق تمہیں کچھ معلومات ہوں گی۔ ان تمام چکروں میں سانپ کی خاص اہمیت ہے۔ ابھی تم نے جو آوازیں سنیں وہ خطرناک زہریلے سانپوں کی تھیں۔ ان میں سے کئی سانپ ایسے ہیں جن پر اگر محنت کی جائے تو وہ ہمارے لئے ایک بہت بڑا ہتھیار ثابت ہو سکتے ہیں۔ مجھے ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی پتہ چلا ہے کہ شاما کے پاس بہت اعلیٰ نسل کے سانپ ہیں جن سے وہ وقتاً فوقتاً مختلف کام لیتا ہے۔ اس سے مقابلہ کرنے کے لیے ہی میں نے بھی سانپ پکڑ کر ان پر محنت شروع کر دی ہے۔" ابھی شاکال مزید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس کا منہ کھلا کا کھلا ہی رہ گیا اور اس کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھر آئے جیسے وہ کسی آواز کو سننے کی کوشش کر رہا ہے پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔ "سلطان! تم اپنے کمرے میں چلو۔ مجھے کچھ خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔"

میں نے حیرت سے پوچھا۔ "خطرہ؟ کیسا خطرہ؟"

"تم اٹھو اور اپنے کمرے میں جاؤ۔" اس نے میری بات کا جواب دینے کی بجائے سختی سے کہا۔ میں کھڑا ہو گیا تو وہ بولا۔ "جب تک میں تم سے نہ کہوں کمرے سے باہر نہ نکلنا۔" وہ اس کمرے میں چلا گیا جہاں اس نے بتایا تھا کہ بدروحیں موجود ہیں۔ میں اس کی ہدایت کے مطابق اپنے کمرے میں آ گیا۔ میں نے کمرے میں داخل ہونے کے بعد باہر کی جانب دیکھا لیکن وہاں مجھے کوئی گڑبڑ دکھائی نہ دی۔ میں اس کمرے سے گزرتا ہوا اس چھوٹے کمرے میں آ گیا جہاں میرا بستر موجود تھا۔ میں اپنے بستر پر بیٹھ گیا۔ میں کافی پریشان تھا اور خوفزدہ بھی۔ اس پریشانی اور خوف کی وجہ سے میں بستر پر زیادہ دیر نہ بیٹھ سکا اور دوسرے کمرے میں آ کر باہر دیکھنے لگا لیکن وہاں کوئی ایسا منظر نہیں تھا جسے خطرناک کہا جا سکتا۔ میں کچھ دیر وہیں کھڑا رہا۔ پھر واپس اپنے بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ کافی دیر ہو گئی مگر مجھے شاکال کی طرف سے کوئی حکم نہ ملا۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ اب تک کمرے میں موجود ہے جہاں وہ میرے سامنے گیا تھا۔ اس لئے کہ اگر وہ باہر نکل کر کوئی کارروائی کرتا تو یقیناً آوازیں یا آہٹیں سنائی دیتیں۔ تقریباً گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ گزر چکا تھا لیکن شاکال نہ تو میرے پاس آیا تھا اور نہ ہی آواز دے کر مجھے کوئی حکم دیا تھا۔ خاصا اندھیرا پھیل چکا تھا اور باہر کا منظر ہلکا ہلکا نظر آ رہا تھا۔ میں جب سے کمرے میں آیا تھا اب تک بیرونی دروازے اور بستر کے کئی چکر کاٹ چکا تھا۔ میں اس وقت بھی بیرونی دروازے سے باہر کا منظر دیکھ رہا تھا لیکن شاکال کی ہدایت کے مطابق دروازے سے باہر نکلنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔ ورنہ میرا جی چاہ رہا تھا کہ کمرے سے باہر نکل کر دیکھوں کہ شاکال کیا کر رہا ہے۔ اس کی خاموشی کی وجہ سے مجھے ڈر تھا کہ اسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچ گیا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ بے ہوش ہو چکا ہو یا پھر موت کے منہ میں جا چکا ہو کیونکہ میرے خیال میں اس پُراسرار دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں تھا۔

اچانک مجھے سامنے تین عجیب و غریب قسم کی بلائیں آتی نظر آئیں۔ ان کی آنکھیں شعلوں کی طرح روشن اور سرخ تھیں۔ چہرے کے خدوخال انتہائی حد تک مکروہ اور خوفناک تھے۔ ان کے بازوؤں پر گوشت نہیں تھا اور انسانی ڈھانچے کی طرح کے ان کے ہاتھ فضا میں اِدھر اُدھر لہرا رہے تھے۔ جبکہ باقی جسم پر انہوں نے لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ وہ تینوں خوفناک آوازیں نکال رہی تھیں اور نوکیلے دانت صاف نظر آ رہے تھے۔

"سلطان کمرے سے باہر ہرگز نہ آنا۔" شاکال کی آواز آئی۔ وہ اپنے کمرے سے چیخ رہا تھا۔ "دیکھو گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔" یہ اس نے شاید اس لئے کہا تھا کہ تینوں بلائیں میرے کمرے کی طرف آ رہی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد وہ تینوں بلائیں دروازے کے پاس آ کر رک گئیں۔ نزدیک آ جانے کی وجہ سے ان کی خوفناک آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ میرے کمرے میں داخل ہونا چاہتی تھیں لیکن باوجود کوشش کے وہ اندر داخل نہیں ہو پا رہی تھیں۔ میں غیرارادی طور پر دروازے کے قریب سے ہٹ گیا تھا اور اس وقت تقریباً کمرے کے وسط میں کھڑا ان کو دیکھ رہا تھا۔ اب اندھیرا گہرا ہو چکا تھا لیکن میرے سامنے موجود بلاؤں کی آنکھوں سے اس قدر روشنی نکل رہی تھی کہ آس پاس کا ماحول خاصا روشن ہو چکا تھا۔ میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آخر یہ بلائیں میرے کمرے میں ہی داخل کیوں ہونا چاہتی ہیں۔ اچانک سب سے پیچھے کھڑی بلا سے کوئی چیز تیزی سے ٹکرائی اور پھر وہ بلا اس چیز کے

زور سے دور جا گری۔ اس کے گرنے کا اندازہ میں نے اس کی آواز سے لگایا تھا ورنہ وہ میری نظروں کے سامنے نہیں تھی اور پھر چند ہی لمحوں میں باقی دو تین بلاؤں کو بھی گرا دیا گیا اور انہیں گرانے والی انہی جیسی بلائیں تھیں۔ نئی آنے والی بلائیں اس کمرے کی جانب سے آئی تھیں جہاں شاکال موجود تھا۔ میں سمجھ گیا کہ سب سے پہلے جس بلا کو کسی چیز نے گرایا تھا وہ بھی کوئی بلا ہی تھی جو شاکال کے کمرے کی جانب سے آئی تھی مگر اس کی تیزی کی وجہ سے میں اسے دیکھ نہ سکا تھا۔ اب وہ بلائیں آپس میں گتھم گتھا تھیں۔ ان کے منہ سے خوفناک آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ بڑھ چڑھ کر ایک دوسرے پر حملے کر رہی تھیں۔ ان کی ہڈیاں آپس میں ٹکرانے سے ایسی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں جیسے سخت لکڑیاں آپس میں ٹکرائی جا رہی ہوں۔ ان کی لڑائی کی وجہ سے بہت دھول اڑ رہی تھی۔ بہت دیر تک یہ لڑائی جاری رہی پھر وہ تینوں بلائیں جو پہلے آئی تھیں آہستہ آہستہ سیال مادے کی شکل میں تبدیل ہو گئیں اور کچی زمین ہونے کی وجہ سے اس میں جذب ہو گئیں جبکہ وہ تینوں بلائیں واپس شاکال کے کمرے کی طرف چلی گئیں۔ ان بلاؤں کے جانے کے بعد بالکل خاموشی چھا گئی۔ اب مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہر طرف گہرا اندھیرا تھا کیونکہ اس سے پہلے جو میں ان بلاؤں اور آس پاس کا کچھ ماحول دیکھ رہا تھا اس کی وجہ ان بلاؤں کی آنکھوں سے نکلنے والی روشنی تھی۔ اچانک مجھے آہٹ سنائی دی۔ ابھی میں اس آہٹ کے متعلق کچھ جاننے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ مجھے کچھ روشنی دکھائی دی پھر کسی کے قدموں کی آواز آئی۔ میں نے اندازہ لگایا کہ وہ روشنی اور آہٹ شاکال کے کمرے کی طرف سے آ رہی تھی پھر کچھ دیر کے بعد شاکال میرے سامنے آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک جلتی ہوئی لالٹین تھی۔

"میرا خیال ہے تم کافی خوفزدہ ہو گئے تھے۔" اس نے میرے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"میں خوفزدہ ہونے سے زیادہ پریشان تھا۔" میں نے جواب دیا۔ میری بات پر وہ مسکرایا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے لالٹین ایک طاق میں رکھ دی۔ اس کے بعد اس نے ماچس جلائی اور اس کمرے میں داخل ہو گیا جہاں میرا بستر موجود تھا۔ اس نے وہاں موجود لالٹین جلائی تو میں بھی اس کمرے میں داخل ہو گیا۔

"یاد رکھنا کہ اگر کوئی خطرناک موقع آ جائے تو تم صرف میری ہدایات پر عمل کرنا تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔" اس نے بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ میں بھی اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "یہ سب کیا تھا؟"

"یہ سب شاما کی شرارت تھی۔" اس نے جواب دیا اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "کیا تم نے اندازہ لگایا کہ وہ بلائیں میری طرف آنے کی بجائے تمہارے کمرے میں گھسنے کی کوشش کر رہی تھیں؟"

"ہاں میں نے یہ بات محسوس کی تھی لیکن وہ ایسا کیوں کر رہی تھیں؟" میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بعد اس سے پوچھا۔

"شاما تمہیں ختم کروانا چاہتا ہے۔" شاکال نے جواب دیا۔

"لیکن کیوں؟" میں نے کچھ پریشان ہو کر پوچھا۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ تم اس کا شکار تھے لیکن میں نے تمہیں اس کے چنگل سے آزاد کرا لیا۔ میرا خیال ہے کہ میری اس حرکت پر وہ شدید غصے میں ہے اور میری طرف سے یہ ایک کاری ضرب محسوس کر رہا ہے اور اسے میرا پلہ بھاری محسوس ہو رہا ہے۔ اسی لئے وہ چاہتا ہے کہ تمہیں ختم کرا کے اپنی برتری ثابت کر سکے۔ یہ تینوں خوفناک بدروحیں اسی نے بھیجی تھیں لیکن میں نے بھی اپنے آس پاس کے علاقے میں کچھ ایسے علم پڑھ رکھے ہیں جن کی وجہ سے کسی بھی بیرونی حملے کی صورت میں مجھے پہلے سے علم ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے میں ان بلاؤں کے بارے میں جان گیا تھا۔ خیر تم فکر نہ کرو۔ ایسے واقعات تو اکثر یہاں ہوتے رہتے ہیں۔ اب اگر تم چاہو تو آرام کر سکتے ہو اور تمہاری دوا کی ایک خوراک تو ابھی باقی ہے۔" اس نے کہا پھر اس نے آتشدان میں آگ جلائی اور خود اٹھ کر باہر چلا گیا۔ وہ اپنے ساتھ جاتے ہوئے دوسرے کمرے میں رکھی لالٹین بھی لے گیا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ شاکال اتنے بڑے واقعے کے بعد بھی مطمئن تھا۔ کچھ دیر کے بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک کھانے کا برتن' دسترخوان اور پانی کا جگ تھا۔ اس نے وہ چیزیں میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "لو یہ کھاؤ اس کے بعد دوا کھا کر آرام سے سو جانا۔" میں نے تمام چیزیں قرینے سے رکھنے کے بعد اس سے کہا۔ "شروع کرو۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "تم کھاؤ میرا کھانا ذرا علیحدہ ہوتا ہے۔" میں اس کی بات سمجھ نہ سکا لیکن میں نے اس بارے میں زیادہ سوچنا مناسب بھی نہیں سمجھا اور اس سے پوچھا۔

"یہ کھانے کون پکاتا ہے؟" وہ مسکرا کر بولا۔ "میں خود پکاتا ہوں۔ کیوں اچھا نہیں ہے کیا؟"

"نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" میں اس کی بات پر ذرا جھینپ گیا تھا۔ اس لئے مسکراہٹ کا سہارا لے کر اس کی بات کا جواب دیا۔

"اچھا تم کھانا کھاؤ۔ مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے۔ میں بھی کھانا کھاتا ہوں۔ پھر تمہیں دوا دے دوں گا۔" اس نے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں کھانا ختم کرنے کے بعد کمرے میں ٹہلنے لگا تاکہ کھانا ہضم ہو جائے۔ کچھ دیر بعد شاکال آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک گلاس تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اس میں میری دوا ہوگی۔ اس نے کہا۔ "لو یہ دوا پی لو۔ صبح تک تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔" میں نے اس کے ہاتھ سے گلاس لے لیا اور پھر دوا پینے کے بعد گلاس اسے واپس کر دیا۔ "ٹھیک ہے۔ اب تم چاہو تو سو جانا اور ہاں یہ تختہ روشن دان پر لگا دینا ورنہ کمرا ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اچھا میں جا رہا ہوں۔" اس نے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ اسے جاتے دیکھ کر مجھے تنہا رہ جانے کا احساس ہونے لگا۔ میرا دل چاہا کہ اس سے پوچھ لوں کہ وہ کون سے کمرے میں ہوگا۔ تاکہ میں خطرے کی صورت میں اس کی مدد کر سکوں لیکن پھر میں نے اسے روکنے اور اس سے کچھ پوچھنے کا ارادہ ترک کر دیا میں نے سوچا کہ اگر میں نے اس سے کچھ پوچھا تو وہ سمجھے گا کہ میں ڈر رہا ہوں۔ میں کچھ دیر کمرے میں ٹہلتا رہا۔ پھر روشندان بند کرنے کے بعد میں نے بیرونی کمرے کے دروازے پر اندر سے چٹخنی لگائی اور آ کر اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

O

رات کے نہ جانے کون سے پہر میری آنکھ کھل گئی۔ لحاف میرے اوپر سے ہٹ گیا تھا اور آتشدان میں آگ بجھ چکی تھی شاید اسی لئے سردی کی وجہ سے میں جاگ گیا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

لحاف اپنے اوپر ڈالنا چاہا لیکن اگلے ہی لمحے میری چیخ نکل گئی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں' وہ حقیقت ہے۔ میں نے لحاف کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے دیکھا تھا کہ میرے ہاتھوں پر گوشت نہیں ہے اور وہ بالکل کسی انسانی ڈھانچے کے ہاتھ لگ رہے ہیں۔ خوف کی وجہ سے مجھے سردی لگنے لگی۔ میں نے گردن گھما کر سارے کمرے کا جائزہ لیا۔ سب کچھ ٹھیک تھا۔ پھر مجھے ایسا لگا جیسے میرے ہاتھ وزنی ہوتے جا رہے ہیں۔ میں نے ہمت کر کے ہاتھ فضا میں بلند کئے اور آہستہ آہستہ ان کی طرف دیکھا میں حیران رہ گیا۔ اب میرے ہاتھ بالکل ٹھیک تھے۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو آنکھوں کے قریب لا کر اور انہیں ہلا جلا کر کئی بار اطمینان کیا۔ پھر میں نے لحاف اوپر ڈالا اور سوچنے لگا کہ آخر میرے ہاتھ انسانی ڈھانچے جیسے کیوں نظر آئے تھے؟ میں نے کئی بار اپنے ہاتھ لحاف سے باہر نکال کر انہیں دیکھا وہ بالکل ٹھیک تھے۔ میں سوچنے لگا کہ کیا وہ سب میرا وہم تھا۔ میرا دل بھی اس بات کو تسلیم کرنے پر رضامند نظر آ رہا تھا کہ میں نے جو عجیب و غریب منظر دیکھا تھا وہ میرا وہم تھا۔ میرا خیال تھا کہ سونے سے پہلے بدروحوں کی لڑائی کی وجہ سے میرے ذہن پر ایسی ہی باتیں سوار تھیں۔ اسی لئے اچانک آنکھ کھل جانے پر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے ہاتھ بھی ان جیسے ہو گئے ہیں۔ کافی دیر ذہنی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد بالآخر میں نے اپنے ساتھ گزرنے والے واقعے کو وہم جان کر اس کی طرف سے دھیان ہٹا لیا۔ اس طرح میرے دماغ کو کافی سکون ملا پھر اپنے گھر اور دیگر معاملات پر سوچنے لگا اور نہ جانے کس وقت مجھے دوبارہ نیند آ گئی۔

☆..........☆..........☆

صبح میری آنکھ شاکال کے دروازہ کھٹکھٹانے کی وجہ سے کھلی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ وہ میرے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ "کیا بات ہے کیا رات دیر تک جاگتے رہے ہو جو اتنی گہری نیند سو رہے تھے؟" اس نے اندر آتے ہوئے کہا۔ میں اسے راستہ دینے کے لئے ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ اندرونی کمرے کی طرف بڑھنے لگا تو میں بھی اس کے پیچھے چل دیا۔ وہ میرے بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ رات شاما کی طرف سے ایک اور حملہ ہو چکا ہے؟" اس نے کہا۔

"نہیں۔" میں نے تعجب بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"اس نے ان پہلی والی بدروحوں سے زیادہ خطرناک بدروحیں بھیجی تھیں۔" شاکال نے بتایا۔

"پھر؟" میں نے پوچھا۔ میں کچھ پریشان ہو چکا تھا۔ شاید وہ میری پریشانی کو بھانپ گیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا۔ "گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یہاں پر اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں لیکن میں نے بہت سخت حفاظتی انتظامات کر رکھے ہیں۔ رات میں آنے والی بدروحوں کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے والی بدروحوں کا ہوا تھا لیکن یہ سب کچھ ہمارے گھر سے بہت دور ہوا تھا۔ اس مرتبہ میں نے شاما کی بھیجی ہوئی بدروحوں کو نزدیک نہیں آنے دیا۔ میں نے ان کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی کچھ بدروحیں ان کو ختم کرنے کے لیے روانہ کر دیں یہی وجہ تھی کہ زیادہ شور شرابہ نہیں ہوا اور تمہاری آنکھ نہ کھل سکی۔ چلو خیر۔ اب تم منہ ہاتھ دھو کر

ناشتہ کر لو۔ آؤ میرے ساتھ۔" اس نے کہا اور اٹھ کر باہر کی طرف چل دیا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ وہ مجھے لے کر گھر کے آخر میں بنے ہوئے غسل خانے میں آگیا۔ میں منہ ہاتھ دھونے لگا۔ شاکال نے کہا۔ "تم منہ ہاتھ دھو کر اپنے کمرے میں پہنچو۔ میں تمہارے لیے ناشتہ لے کر آتا ہوں۔" وہ تیز تیز قدموں سے باہر چلا گیا۔ میں منہ ہاتھ دھو کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ میں نے اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف دیکھا۔ وہاں ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ آوازیں وہیں سے آ رہی تھیں اور سامنے شاکال چولہے پر بیٹھا کچھ بنا رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ باورچی خانہ ہے۔ میں وہاں رکا نہیں اور اپنے کمرے میں آ کر بستر ٹھیک کرنے لگا۔ اچانک میرا دھیان رات پیش آنے والے واقعے کی طرف چلا گیا جب میں نے اپنے ہاتھوں کی جگہ کسی انسانی ڈھانچے کے ہاتھ دیکھے تھے۔ خوف کی ایک ہلکی سی لہر مجھے اپنے بدن میں محسوس ہوئی۔ لیکن میں نے جلد ہی اس خیال کو ذہن سے نکال دیا۔ کچھ دیر بعد شاکال ناشتہ لے کر آگیا۔ اس نے ناشتے کی چیزیں میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "لو بھئی ناشتہ کر لو۔ انڈا' دودھ چائے' روٹی سب کچھ موجود ہے۔"

"تم نے اتنی زحمت کیوں کی؟ میں تو ناشتے میں صرف چائے اور ڈبل روٹی یا روٹی استعمال کرتا ہوں۔" میں نے اس سے کہا۔

"دیکھو بھئی تم جب تک یہاں ہو میرے مہمان ہو اور میں اپنے مہمانوں کی خوب خدمت کرتا ہوں تاکہ جب میں ان کے پاس جاؤں تو وہ بھی میری خوب خاطر مدارات کریں۔" شاکال نے ہنستے ہوئے کہا۔ میں بھی اس کی بات پر ہنس دیا اور ناشتے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"شاما کی حرکتیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آج میں اس پر حملہ کروں گا۔"

"تو کیا تم بھی اپنے ساتھ بدروحیں وغیرہ لے کر جاؤ گے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں میرے ساتھ اور بھی کئی قسم کی بلائیں ہوں گی۔" اس نے ہنس کر جواب دیا۔

"کیا یہ حملہ ضروری ہے؟" میں نے پوچھا۔ دراصل میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ جنگ کرے کیونکہ جنگ میں تو کسی بھی فریق کو شکست ہو سکتی ہے اور شاکال کی شکست کی صورت میں میرے لیے خطرات پیدا ہو سکتے تھے۔

"شاما پر حملہ بہت ضروری ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جب تک اس کو سبق نہیں دیا جائے گا وہ یونہی تنگ کرتا رہے گا۔" اس نے کہا۔ اس وقت اسے کافی غصہ آ رہا تھا اور غصے کی وجہ سے اس کے ہاتھ مٹھیوں کی صورت اختیار کر گئے تھے۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم ہی اس پر حاوی رہو گے؟" میں نے پوچھا۔ میں اب بھی یہی کوشش کر رہا تھا کہ وہ اپنے ارادے سے باز آ جائے۔

"مجھے پوری امید ہے کہ میں اس پر حاوی رہوں گا۔ ویسے تم فکر نہ کرو۔ میں تمہاری حفاظت کا پورا پورا انتظام کر کے جاؤں گا۔" اس نے کہا اور اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ اب میرا دل ناشتہ کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ میں نے چائے کی پیالی اٹھائی اور آہستہ آہستہ چسکیاں لینے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ

سوچ رہا تھا کہ اگر شاکال اپنے حملے میں کامیاب نہ ہو سکا تو اس کے کیا کیا نتائج سامنے آ سکتے ہیں۔ اس بات کا امکان تھا کہ شاما شاکال کو شکست دینے کے بعد اپنا پرانا مقصد پورا کرے یعنی مجھے ڈھانچہ بنا دے یا پھر یہ ہو سکتا تھا کہ وہ مجھے قید کر کے اپنے کسی اور مقصد کے لیے استعمال کرے۔ اس بات کا اندیشہ بھی تھا کہ وہ مجھے زندہ ہی نہ چھوڑے۔ اچانک شاکال کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ کچھ دیر کے بعد وہ میرے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ "ہاں بھئی تم نے ناشتہ کر لیا یا اور کرنا ہے؟" وہ میرے سامنے پڑی ناشتے کی اشیاء کو دیکھ رہا تھا۔ "نہیں بس کر لیا ناشتہ۔" میں نے چائے ختم کرنے کے بعد کپ رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"تم نے تو کچھ کھایا ہی نہیں۔" اس نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

"میں نے بتایا ناں کہ میں ناشتے میں زیادہ چیزیں نہیں کھاتا۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ میں یہ برتن رکھ آتا ہوں اور پھر تمہیں سمجھاتا ہوں کہ میرے جانے کے بعد تم نے کیا کرنا ہے۔" اس نے کہا اور برتن سمیٹ کر لے گیا۔ میں نے سوچا کہ جب وہ واپس آئے گا تو میں اسے شاما پر حملہ کرنے سے روکنے کی ایک آخری کوشش اور کروں گا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ واپس آگیا اور ایک ٹانگ چارپائی پر رکھ کر بیٹھ گیا۔ جبکہ اس کا دوسرا پاؤں زمین پر ہی تھا۔ "اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میرے جانے کے بعد تمہیں کیا کرنا ہے۔" اس نے کہا اور خاموش ہو گیا۔ وہ شاید اپنے ذہن میں الفاظ ترتیب دے رہا تھا۔

"کیا کوئی ایسی صورت نہیں کہ تم اس سے جنگ کئے بغیر اسے سبق سکھا دو؟" میں نے شاکال کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں اگر اب میں نے اس پر حملہ نہیں کیا تو اس کی طرف سے حملوں میں شدت آ سکتی ہے اور اس کا کوئی بھی وار ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ میں اس پر حملہ کر دوں۔ ویسے تم فکر نہ کرو میں انتہائی احتیاط سے اپنا کام کروں گا اور اس کی طرف سے دباؤ کی صورت میں پیچھے بھی ہٹ جاؤں گا اور واپس آ جاؤں گا اور پھر آئندہ کبھی اس پر حملہ کروں گا۔" شاکال نے مجھے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ میرا خیال تھا کہ شاید وہ میری اندرونی کیفیت بھانپ گیا ہے۔ اسی لئے میں صحیح طور پر اندازہ نہیں کر پا رہا تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ سچ ہے یا صرف میرا حوصلہ بڑھانے کے لیے جھوٹ بول رہا ہے۔ میں اس کی باتیں سن کر خاموش ہو گیا۔ وہ کچھ دیر توقف کے بعد بولا۔ "میں اس گھر کے گرد حصار کھینچ جاؤں گا۔ تم اس گھر میں آزادی سے گھوم پھر سکتے ہو۔ باورچی خانے میں کھانے پینے کی بہت سی اشیاء موجود ہیں۔ جو چاہو کھاؤ پیو لیکن ایک احتیاط کرنا کہ اس کمرے کے علاوہ اور کسی کمرے میں نہ جانا۔ ویسے تم فکر نہ کرو۔ میں شام تک واپس آ جاؤں گا اور ہو سکتا ہے اس سے بہت پہلے واپس آ جاؤں۔ اچھا اب میں حملے کی تیاری کرتا ہوں۔ تم چاہو تو باہر گھوم پھر سکتے ہو لیکن جب میں تم سے کہوں تو واپس اندر آ جانا کیونکہ میرے ساتھ جو بدروحیں وغیرہ جائیں گی ہو سکتا ہے تم انہیں دیکھنا نہ چاہو۔" اس نے کہا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا تمہارے ساتھ جانے والی بدروحیں بہت زیادہ خوفناک ہیں؟" میں نے پوچھا۔ اس نے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

مسکرا کر میری طرف دیکھا اور بولا۔ "ہاں' تمہارے تصور سے بھی زیادہ خوفناک۔ عام آدمی اگر انہیں رات میں دیکھ لے تو خوف سے ہی مرجائے۔ خیر تم بھی نہ دیکھنا۔ ہو سکتا ہے وہ تمہیں اچھی نہ لگیں۔"

"نہیں میں انہیں ضرور دیکھوں گا۔" میں نے پرُعزم لہجے میں کہا۔ اس کی کہی ہوئی بات مجھے اپنے لئے بزدلی کا طعنہ لگ رہی تھی۔

"ہاہا میں جانتا ہوں تم بہادر آدمی ہو لیکن ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔" اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ وہ یقیناً میرے خیالات سمجھ گیا تھا۔ اس کی بات پر میں کچھ جھینپ گیا اور اپنی خجالت چھپانے کے لیے بولا۔ "نہیں نہیں میں بہادری نہیں دکھانا چاہتا۔ تمہاری باتیں سن کر میرے دل میں انہیں دیکھنے کا شوق پیدا ہوا ہے۔"

وہ بولا۔ "اچھا چلو ٹھیک ہے۔ جب ہم روانہ ہوں گے تو تم دیکھ لینا۔ اچھا میں چلتا ہوں۔" وہ اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ میں بستر پر نیم دراز ہو گیا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد شاکال میرے پاس آیا اور بولا۔ "اچھا بھئی سلطان ہم جا رہے ہیں۔ میں نے جو ہدایات دی ہیں وہ یاد رکھنا۔"

"تم فکر نہ کرو مجھے سب یاد رہے گا۔" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے مجھے اجازت دو۔" اس نے کہا۔

"کیا راستے میں تمہاری بلاؤں کو کوئی دیکھ نہیں لے گا؟" میں نے ذہن میں ابھرنے والا سوال اس سے پوچھ لیا۔

"نہیں ہم ایسے راستے سے جائیں گے جہاں سے ہمیں کوئی نہیں دیکھ سکتا اور پھر سب نے ہی کچھ نہ کچھ اوڑھ لیا ہے۔ اس لئے انہیں دیکھ کر یہی اندازہ ہوگا کہ وہ عورتیں ہیں جو پردہ کئے ہوئے ہیں۔" اس نے جواب دیا پھر مڑ کر باہر کی طرف جاتے ہوئے بولا۔ "اگر تم چاہو تو انہیں دیکھ لو۔" میں اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ وہ کمرے سے نکل کر اس کمرے کی طرف چل دیا جہاں اس کے کہنے کے مطابق بدروحیں تھیں۔ اس نے مجھے ہاتھ سے باہر ہی رکنے کا اشارہ کیا اور اس کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جانے لگا لیکن پھر اچانک رک کر بولا۔ "تم اپنے کمرے کے سامنے چلے جاؤ۔" میں اس کی ہدایت کے مطابق اپنے کمرے کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد وہ کمرے سے برآمد ہوا۔ میں منتظر تھا کہ اس کے پیچھے بدروحیں اور بلائیں وغیرہ بھی نکلیں گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ شاکال نے کمرے سے باہر آکر میری طرف نہیں دیکھا۔ وہ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ پھر کچھ دیر بعد جب وہ وہاں سے نکلا تو تب بھی اس کے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ میں حیران تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس طرح وہ باقی تمام کمروں میں گیا اور کچھ دیر بعد واپس باہر آگیا لیکن کسی کمرے سے کوئی بلا یا بدروح برآمد نہیں ہوئی۔ کچھ دیر بعد وہ میرے پاس آکر بولا۔ "اس وقت جانا ہمارے لئے مناسب نہیں ہے۔" میں اس کی حرکات اور بات سمجھ نہیں سکا۔ مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ اس نے کمروں میں جا کر کیا کیا ہے اور کیا وجہ ہے کہ وہ اس وقت نہیں جانا چاہتا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا کوئی خاص وجہ ہے اس وقت نہ جانے کی؟"

"ہاں۔" اس نے مختصراً جواب دیا اور کچھ سوچنے لگا۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کسی ذہنی الجھن میں مبتلا ہے۔ کچھ دیر کے بعد وہ بولا۔ "آؤ چل کر دھوپ میں بیٹھتے ہیں۔"

ہم دونوں صحن میں آکر اسی دری پر بیٹھ گئے جو کل شاکال نے بچھائی تھی اور پھر شلا کی طرف سے بھیجی گئی بلاؤں کی وجہ سے اسے اٹھا نہیں سکے تھے۔ میں نے شاکال کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی سوچوں میں غرق تھا۔ میں آس پاس کے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ میں دانستہ شاکال سے کوئی بات نہیں کر رہا تھا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ میری وجہ سے کسی قسم کی کوفت کا شکار ہو۔ میں نے اپنے جسم کے زخموں کی طرف دیکھا وہ بالکل ٹھیک ہو چکے تھے اور کوئی بھی ان کی طرف دیکھ کر نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ جگہیں کبھی زخمی تھیں۔ "میں نہانا چاہتا ہوں۔" میں نے کچھ بوریت محسوس کرتے ہوئے شاکال سے کہا۔ "ہاں ہاں کیوں نہیں۔ غسل خانہ تم دیکھ چکے ہو اور باورچی خانہ بھی تم نے دیکھ لیا ہے۔ باورچی خانے میں چولہے پر گرم پانی رکھا ہوگا۔ اسے غسل خانے میں لے جا کر نہا لو۔" اس نے مجھے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ میں اس کے پاس سے اٹھ کر باورچی خانے میں آیا۔ اندر کھانے پینے کی بے شمار چیزیں موجود تھیں اور دو چولہے پڑے تھے جن میں سے ایک پر پانی کا برتن رکھا ہوا تھا اور اس کے نیچے لکڑیاں جل رہی تھیں۔ میں نے پانی میں انگلی ڈال کر اندازہ کیا کہ وہ کتنا گرم ہے۔ پانی زیادہ گرم نہیں تھا لیکن اس قابل تھا کہ اس سے نہایا جا سکتا تھا۔ میں نے ایک کپڑے کی مدد سے پانی کا برتن اٹھایا اور اسے غسل خانے میں لے آیا۔ سردیوں کا موسم ہونے کی وجہ سے کافی ٹھنڈ کا احساس ہو رہا تھا۔ میں پانی غسل خانے میں رکھنے کے بعد اپنے کمرے میں گیا۔ بیگ میں سے کپڑے نکال کر میں اس غسل خانے میں پہنچ گیا۔ یہاں باہر کی نسبت سردی کچھ کم محسوس ہو رہی تھی شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ میں جاتے ہوئے دروازہ بند کر گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد میں نہا کر باہر آگیا۔ میں نے دیکھا کہ شاکال اب تک وہاں بیٹھا ہوا تھا اور کسی سوچ میں غرق تھا۔

دوپہر کا کھانا شاکال نے مجھے میرے کمرے میں ہی دیا اور خود دوسرے کمرے میں کھایا۔ کھانا کھاتے ہوئے مجھے یاد آیا کہ اس نے کہا تھا کہ اس کا کھانا ذرا علیحدہ ہوتا ہے۔ اس دن میں نے اس کی بات پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی لیکن آج جب اس نے دوسرے کمرے میں جا کر کھانا کھایا تو میرے اندر اس کا کھانا دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس پُراسرار دنیا میں رہتے ہوئے اسے نہ جانے کیا کیا کچھ کھانا پڑتا ہوگا۔ اسی لئے وہ میرے سامنے کھانا نہیں کھاتا تھا۔ دھیرے دھیرے شام آگئی لیکن اب تک شاکال کا روانہ ہونے کا کوئی ارادہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس سے جانے کے بارے میں پوچھنا مناسب خیال نہ کیا۔ رات کا کھانا بھی اس نے مجھے کمرے میں دیا اور خود دوسرے کمرے میں جا کر کھایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس نے مجھ سے کہا۔ "اب میں روانہ ہونا چاہتا ہوں۔" اس کی بات سن کر ایک خوف کی لہر میرے بدن میں دوڑ گئی لیکن یہ خوف وقتی تھا اور چند لمحوں سے زیادہ مجھے اپنی گرفت میں نہ لے سکا۔ "ٹھیک ہے تم جاؤ لیکن......" یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا۔

"لیکن کیا؟" اس نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔ "دراصل میں سگریٹ پینے کا عادی ہوں۔ اب تک تو میں برداشت کئے ہوئے تھا لیکن اب بہت زیادہ طلب ہو رہی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میرے لئے سگریٹ بیڑی یا حقے کا بندوبست ہو جائے۔" میں نے اس سے پوچھا۔ اس نے کچھ کہا نہیں اور اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں کچھ سوکھے ہوئے پتے اور کاغذ

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

تھے۔ اس نے وہ چیزیں میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ پتے سگریٹ کے تمباکو کا کام دے سکتے ہے۔ تم کاغذ کا سگریٹ بنا کر اس میں اپنے ہاتھ سے پیس کر بھر لینا۔ اچھا اب میں روانہ ہو رہا ہوں۔" اس نے باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ پھر اچانک مڑ کر مسکراتے ہوئے مجھے دیکھ کر بولا۔ "کیا تم اب بھی بدروحوں وغیرہ کو دیکھنا چاہو گے؟"

"ہاں' ضرور۔" میں نے اٹل اور مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

"تو پھر تم اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر دیکھ سکتے ہو۔" اس نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ میں اٹھ کر کمرے کے دروازے پر آ گیا۔ شاکال نے نہ جانے کس وقت برآمدے میں ایک لالٹین جلا کر لٹکا دی تھی جس کی روشنی میں آس پاس کافی واضح طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔ میں نے لالٹین پر سے نظریں ہٹالیں اور شاکال کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد شاکال اس کمرے سے برآمد ہوا جس میں بدروحیں تھیں۔ اس کے باہر آنے کے بعد اس کمرے سے میں نے ایک بلا کا پیر باہر آتے دیکھا۔ یہ بلا واقعی بے حد خوفناک تھی اور کوئی عام انسان اسے رات میں دیکھ کر مر بھی سکتا تھا۔ اس کے بعد اس جیسی چار اور بلائیں کمرے سے باہر آ گئیں۔ وہ آہستہ آہستہ ایسی آوازیں نکال رہی تھیں جیسے کوئی خونخوار جنگلی درندہ غرا رہا ہو۔ وہ پانچوں کمرے سے باہر نکلنے کے بعد آہستہ آہستہ چلتی ہوئی گھر کے بیرونی دروازے کی طرف چلی گئیں۔ شاکال ایک اور کمرے سے باہر نکلا تو اس کے آنے کے بعد کچھ ایسے انسانی ڈھانچے وہاں سے برآمد ہوئے جن کے سر کی جگہ سانپوں کے سر تھے اور وہ سانپوں کی طرح پھنکار بھی رہے تھے۔ ان کی تعداد دس تھی۔ وہ بھی گھر کے بیرونی دروازے کی طرف چلے گئے۔ اس کے بعد ایک اور کمرے سے شاکال کے نکلنے کے بعد کتے نما جانور نکلے جن کے سر انسانوں سے مشابہ تھے۔ ان کی تعداد بارہ تھی۔ وہ بھی پہلے والی بلاؤں اور ڈھانچوں کی طرح گھر کے دروازے کی طرف چلے گئے۔ شاکال میرے پاس آیا اور بولا۔ "آج میں اتنی ہی فوج کے ساتھ حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ میں چاہوں تو زیادہ فوج بھی لے جا سکتا ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ شاما کے ساتھ آج کی جھڑپ کے لیے یہ سب کافی ہیں۔" اس نے گھر کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھا تو میری نظریں بے اختیار اس طرف اٹھ گئیں لیکن وہاں اندھیرے کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ ان بلاؤں کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ شاکال کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "گھبرانا نہیں اور ہاں تمہیں میری ہدایات یاد ہیں نا؟"

"ہاں مجھے یاد ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے' ہم جا رہے ہیں۔ تم چاہو تو سو سکتے ہو۔" اس نے کہا اور ان بلاؤں وغیرہ کی طرف چل دیا۔ میں کچھ دیر اپنی جگہ کھڑا گھر کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھنے کی کوشش کرتا رہا لیکن مجھے وہاں کچھ بھی نظر نہ آ سکا۔ البتہ مجھے شاکال اور اس کے ساتھیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سب گھر سے باہر جا رہے ہیں۔ کافی دیر تک ان کی آوازیں آتی رہیں اس کے بعد گہرا سناٹا چھا گیا۔ میں نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے چٹخنی لگائی اور اپنے بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ بستر پر شاکال کے دیئے ہوئے کاغذ اور تمباکو کے پتے پڑے تھے۔ میں نے پتوں کو اپنے ہاتھ سے خوب مسلا اردو فینز کے لیئے pk7e@hotmail.com ل کر کے وہ پتے اس میں بھر دیئے۔ اب میں انہیں

سگریٹ کی طرح استعمال کر سکتا تھا۔ میں نے لالٹین کی مدد سے اسے جلایا اور کش لینے لگا۔ کچھ دیر بعد مجھے احساس ہوا کہ اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی سگریٹ نے کافی حد تک مجھے تسکین دی ہے۔ میں نے وہ سگریٹ ختم کیا اور سونے کے لیے لحاف میں دبک گیا۔ میں بہت دیر تک سوچوں میں گم رہا پھر کسی وقت مجھے نیند آ گئی۔ رات کے نہ جانے کون سے پہر اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ لحاف میرے اوپر موجود نہیں تھا اور مجھے سردی کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے جونہی لحاف اٹھا کر اپنے اوپر ڈالنا چاہا تو خوف سے میں لرز گیا۔ آج بھی میرے دونوں ہاتھ کسی انسانی ڈھانچے کے ہاتھ کی طرح ہو رہے تھے۔ میں نے غیرارادی طور پر نظریں ہاتھوں پر سے ہٹالیں اور کچھ دیر تک خوف کی وجہ سے ساکت لیٹا رہا۔ اچانک مجھے محسوس ہوا جیسے آہستہ آہستہ میرے ہاتھ وزنی ہو رہے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد جب میں نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا تو وہ بالکل ٹھیک تھے۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ آخر یہ کیا ماجرا ہے۔ اس سے پہلے جب یہ واقعہ پیش آیا تھا تب تو میں اسے ایک وہم سمجھ کر بھول گیا تھا لیکن آج میں اسے وہم نہیں سمجھ سکتا تھا اس لئے کہ آج میں اس واقعے کی طرف پوری طرح متوجہ تھا اور میرا ذہن صرف اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے روشندان کی طرف دیکھا۔ میں وہاں تختہ لگانا بھول گیا تھا۔ وہاں سے مجھے باہر گہرا اندھیرا دکھائی دیا۔ اس کا مطلب تھا کہ صبح ہونے کے کوئی آثار نہیں تھے۔ میں نے کئی بار اپنے ہاتھوں کو غور سے دیکھا لیکن وہ بالکل ٹھیک تھے۔ میں دوبارہ بستر پر لیٹ گیا اور لحاف اپنے اوپر ڈال لیا۔ نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ کافی دیر تک میں بستر پر یونہی لیٹا رہا آخر میں دوبارہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے قریب ہی زمین پر رکھے ہوئے کاغذ اور سوکھے پتوں کی مدد سے ایک سگریٹ بنایا اور لالٹین سے سلگانے کے بعد واپس آ کر اپنے بستر پر بیٹھ گیا۔ میں نے بیٹھے بیٹھے لحاف اپنے کندھوں پر ڈال لیا اور صرف ایک ہاتھ باہر نکال کر سگریٹ پیتا رہا اور سوچتا رہا کہ آخر کیا وجہ ہے جو میرے ہاتھ انسانی ڈھانچے کے ہاتھوں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ میں انہی سوچوں میں غرق تھا کہ باہر مجھے کچھ آہٹیں سنائی دیں۔ میں ان آہٹوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کسی جنگلی جانور جیسی غراہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں پریشان ہو گیا۔ ایک خیال مجھے یہ آ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے شاکال جاتا ہوا باہر کا دروازہ کھلا چھوڑ گیا ہو اور کوئی جنگلی جانور گھر میں گھس آیا ہو۔ اچانک مجھے روشندان کی طرف آہٹ سنائی دی میں نے فوراً اس طرف دیکھا۔ وہاں مجھے دو سرخ سرخ آنکھیں دکھائی دیں۔ انہیں دیکھ کر میرے بدن میں خوف کی لہریں دوڑنے لگیں۔ میں نے دل کو یہ کہہ کر تسلی دے لی کہ شاکال کے کہنے کے مطابق میں گھر کے اندر ہر طرح سے محفوظ تھا۔ میں نے سوچا کہ کیا یہ واقعی کوئی جنگلی جانور ہے۔ اگر ایسا ہے تو مجھے گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ وہ کمرے کے اندر نہیں آ سکتا تھا اور مجھے امید تھی کہ صبح کا اجالا ہوتے ہی یہ جانور یہاں سے بھاگ جائے گا۔ ابھی میں یہ سب سوچ رہا تھا کہ دونوں سرخ آنکھیں روشندان سے کچھ پیچھے ہٹ گئیں۔ میں سمجھا کہ شاید وہ جا رہا ہے لیکن اس نے اپنا ایک ہاتھ روشندان کے اندر ڈال دیا۔ یہ ایک انسانی ڈھانچے کا ہاتھ تھا۔ میرے تن بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی جنگلی جانور نہیں بلکہ کوئی بدروح وغیرہ ہے۔ اس کا ہاتھ اندر آ کر مجھ سے کافی دور رک گیا تھا پھر اس نے اپنا دوسرا ہاتھ بھی اندر ڈال دیا۔ اب وہ اپنے جسم کو آڑا ترچھا کر کے اندر داخل ہو رہی تھی اور مجھے اپنا

خون رگوں میں منجمد ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ میرے ہاتھ سے سگریٹ چھوٹ کر نہ جانے کس وقت زمین پر گر چکا تھا۔ وہ بلا اب اپنا تقریباً آدھا جسم روشندان سے اندر داخل کر چکی تھی اور مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ کچھ ہی دیر بعد وہ مکمل طور پر اندر آ جائے گی اور اندر آنے کے بعد وہ میرے ساتھ جو کچھ بھی کرے گی اس کا اندازہ مجھے بخوبی تھا۔ میں ہمت کر کے چارپائی سے نیچے اتر آیا اور آہستہ آہستہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر وہ بلا اندر آ گئی تو میں دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل جاؤں گا اور باہر سے دروازے کی کنڈی لگا دوں گا تاکہ وہ بلا کمرے میں بند ہو جائے اور میں باورچی خانے میں پناہ لے لوں گا۔ مجھے معلوم تھا کہ باورچی خانے میں کوئی کھڑکی یا روشندان وغیرہ نہیں تھا۔ وہ بلا اب کمر تک اندر داخل ہو چکی تھی لیکن پھر اچانک ہی مجھے اس کے ہاتھ ڈھیلے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے اور کچھ ہی دیر کے بعد وہ نڈھال ہو کر بے ہوش ہو گئی۔ اب وہ روشندان میں بے حس و حرکت لٹک رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ آخر اسے کیا ہو گیا ہے۔ میں بہت دیر تک اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ اب وہ کب دوبارہ حرکت کرے گی لیکن جب اس نے کوئی جنبش نہ کی تو مجھے خیال آیا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی وجہ سے وہ بلا ختم ہو چکی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ شاما کی طرف سے بھیجی گئی بلا ہو لیکن شاکال نے کوئی ایسا عمل کیا ہو جس کی وجہ سے وہ بلا میرے قریب آنے سے پہلے ختم ہو گئی ہو۔

میں کافی دیر تک اپنی جگہ کھڑا بہت کچھ سوچتا رہا پھر میں نے فیصلہ کیا کہ اس بلا کے قریب نہیں جانا چاہئے بلکہ اپنی چارپائی کھینچ کر اندرونی کمرے کے دروازے کے ساتھ لگا لینی چاہئے تاکہ وہ بلا اگر کسی وقت کوئی حرکت کرے تو میں فوراً باہر جا سکوں۔ میں دھیرے دھیرے چارپائی کی طرف بڑھا لیکن میری نظریں مسلسل اس بلا پر تھیں۔ میں نے چارپائی آہستہ آہستہ کھینچ کر دروازے کے ساتھ لگا لی اور خود بستر پر لحاف اپنے اوپر ڈال کر بیٹھ گیا۔ میری نظریں اب بھی اس بلا پر تھیں۔ تقریباً ایک گھنٹہ گزر چکا تھا لیکن اس بلا نے کوئی حرکت نہیں کی تھی میں اسی نتیجے پر پہنچا کہ وہ ختم ہو چکی ہے۔ میں دھیرے دھیرے چارپائی سے نیچے اترا اور نہایت محتاط انداز میں چلتا ہوا اس بلا تک پہنچ گیا۔ میں نے اسے چھو کر دیکھنا چاہا لیکن میری ہمت نہیں ہوئی کہ اپنے اس خیال کو عملی جامہ پہناؤں۔ میں کچھ دیر اس بلا کے قریب کھڑا سوچتا رہا کہ کیا مجھے کیا کرنا چاہئے۔ پھر میں نے ہمت کر کے اسے چھونے کا فیصلہ کیا۔ اس کے ایک ہاتھ کی انگلی پکڑتے ہوئے میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ آہستہ آہستہ میں نے اس کی انگلی پکڑ لی اور پھر اس کا ہاتھ دائیں بائیں ہلا کر دیکھا۔ اس کا جسم بے جان تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ختم ہو چکی ہے۔ میں واپس اپنے بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد مجھے نیند نے ستانا شروع کر دیا۔ میں نے ایک بار پھر روشندان میں لٹکی بلا کی طرف دیکھا وہ بے حس و حرکت وہاں پر لٹکی ہوئی تھی۔ میں نے سوچا کہ مجھے سو جانا چاہئے لیکن مجھے یہ خطرہ تھا کہ کہیں میرے سونے کے بعد وہ پھر سے نہ اٹھ جائے۔ میں نے صبح تک کا وقت جاگ کر گزارنے کا فیصلہ کیا۔ میں نیم دراز ہو گیا۔ اور اپنی نظریں اس بلا پر جما لیں۔ کچھ دیر کے بعد مجھ پر نیند کا غلبہ ہونے لگا۔ میں نے گردن جھٹک کر نیند سے چھٹکارا پانے کی کوشش کی لیکن میں اپنی
سکا اور نہ جانے کس وقت مجھے نیند آ گئی۔ جب میری آنکھ

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

کھلی تو کمرے میں روشنی پھیلی ہوئی تھی جو اس بات کا ثبوت تھی کہ دن ہو چکا ہے۔ میں نے روشندان کی طرف دیکھا لیکن اب وہ بلا وہاں نہیں تھی' جہاں میں نے اسے دیکھا تھا۔ مجھے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا کہ میں کیوں سو گیا۔ یہ تو اچھا ہوا کہ وہ بلا اندر نہیں آئی اور شاید اٹھنے کے بعد واپس چلی گئی۔ میرے سوتے ہوئے اگر وہ اندر آ جاتی تو مجھے موت کے منہ میں پہنچا سکتی تھی۔ میں کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ میں نے گھر سے باہر آ کر سب سے پہلے اس روشندان کا جائزہ لیا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں نے دور دور تک نظریں ڈالیں لیکن وہ بلا کہیں نظر نہ آئی۔ میں واپس گھر میں آ گیا۔ برآمدے اور اپنے کمرے میں موجود لالٹینیں میں نے بجھا دیں۔

منہ ہاتھ دھونے کے بعد میں باورچی خانے میں چلا گیا۔ وہاں ناشتہ تیار کرنے کے بعد میں اپنے کمرے میں لے آیا اور چارپائی پر بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگا۔ ناشتے کے بعد برتن واپس باورچی خانے میں رکھ کر میں ایک بار پھر اپنے کمرے میں واپس آ گیا اور چارپائی کو اس کی پرانی جگہ پر رکھ کر بستر درست کرنے لگا۔ بستر درست کرنے کے بعد میں کمرے سے باہر آ گیا۔ دری اب تک صحن میں بچھی ہوئی تھی لیکن رات کو شاکال اور اس کے ساتھیوں کے جانے کی وجہ سے بے ترتیب ہو گئی تھی۔ میں نے صحن میں آ کر اسے درست کیا اور کچھ دور پڑے ہوئے تکئے لا کر اس پر رکھ دیئے۔ ایک تکیہ کمر میں ڈال کر میں آرام سے بیٹھ گیا۔ اب مجھے شاکال کا انتظار تھا۔ میں دوپہر تک دھوپ سے لطف اندوز ہوتا رہا لیکن شاکال نہ آیا مجھے بھوک لگنے لگی تو میں باورچی خانے میں آ گیا۔ زمین پر رکھی ہانڈیوں کو میں نے باری باری کھول کر دیکھا۔ ایک میں مجھے سالن نظر آ گیا لیکن سردی کی وجہ سے شوربا جما ہوا تھا۔ میں نے ایک چولہے میں لکڑیاں جلائیں اور سالن گرم کرنے کے لیے رکھ دیا۔ روٹی کے لیے میں نے مختلف برتنوں کا جائزہ لیا مگر روٹی کہیں نظر نہ آئی البتہ ایک برتن میں مجھے آٹا نظر آ گیا۔ میں نے چولہے پر سے سالن کی ہانڈی اتار کر نیچے رکھ دی اور روٹی پکانے کے لیے توا اور دیگر اشیاء اکٹھی کرنے لگا۔ آج سے پہلے میں نے کبھی روٹی نہیں پکائی تھی۔ البتہ امی اور دیگر کئی خواتین کو آٹا گوندھ کر روٹی پکاتے دیکھ چکا تھا۔ میں نے بھی ان کے ہی طریقے پر عمل کیا اور کچھ ہی دیر میں آٹا گوندھ لینے میں کامیاب ہو گیا۔ توا چولہے پر رکھنے کے بعد بیلن کی مدد سے روٹی بنا کر اس پر رکھ دی۔ سالن اب تک گرم تھا۔ میں نے ایک برتن میں سالن ڈالا اور وہیں بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں کچھ دیر صحن میں ٹہلتا رہا آخر تھک کر دری پر بیٹھ گیا۔ میں شاکال کے نہ آنے کی وجہ سے کافی پریشان تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کہیں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہو گئی۔ ورنہ شاکال تو صبح تک آ جانے کا کہہ گیا تھا۔ وہ جس دشمن پر حملہ کرنے کے لیے گیا تھا وہ کوئی کمزور شخص نہیں تھا۔ شاکال خود کئی مرتبہ میرے سامنے شاما کی طاقت کا اعتراف کر چکا تھا۔ اس لئے مجھے خیال آ رہا تھا کہ کہیں شاما نے اس کو شکست تو نہیں دے دی۔ ایسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ شاکال ختم ہو چکا ہو یا شاما نے اسے قید کر لیا ہو۔ میں غیر ارادی طور پر اس بات کو تسلیم نہیں کر رہا تھا کہ شاکال ختم ہو چکا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی موت کے بارے میں سوچ کر مجھے خوف محسوس ہو رہا تھا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اس کے مر جانے کے بعد شاما مجھے نہیں چھوڑے گا۔ وہ یقیناً مجھے اپنے کسی مقصد کے لیے استعمال کرتا یا پھر یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ غصے یا کسی اور وجہ سے مجھے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

موت کے گھاٹ اتار دیتا۔

سورج آہستہ آہستہ نیچے ہوتا جا رہا تھا اور میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ میری شدت سے خواہش تھی کہ اب شاکال کو واپس آ جانا چاہئے کیونکہ رات کا تصور مجھے خوفزدہ کر رہا تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ کل کی طرح کا کوئی واقعہ آئندہ بھی میرے ساتھ پیش آئے۔ میں جانتا تھا کہ اگر میں شاکال کو اس ڈھانچے کے متعلق بتاؤں گا تو یقیناً آئندہ کے لیے کوئی ایسا بندوبست کرے گا کہ ایسا واقعہ پیش نہ آئے۔ اس کے علاوہ وہ مجھے صحیح طور پر بتا سکے گا کہ وہ ڈھانچہ کون تھا اور شاکال کی طرف سے حصار قائم کئے جانے کے باوجود اندر کیسے آ گیا تھا؟

میں نے دور پہاڑوں میں ڈھلتے ہوئے سورج کی طرف دیکھا۔ اندازہ ہو رہا تھا کہ کچھ ہی دیر میں سورج مکمل طور پر غروب ہو جائے گا۔ میں بے چینی سے صحن میں ٹہلنے لگا۔ میں غیرارادی طور پر بار بار گھر کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ میری نگاہیں شاکال کی منتظر تھیں۔ وقت گزرتا رہا۔ بالآخر سورج پہاڑوں کے پیچھے غائب ہو گیا اور ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلنے لگا۔ میں نے ایک بار پھر دروازے کی طرف دیکھا پھر میں باورچی خانے میں آ گیا۔ ماچس اٹھا کر میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ لالٹین جلانے کے بعد میں نے برآمدے میں لٹکی لالٹین بھی جلا دی۔ پھر جلدی جلدی میں نے باورچی خانے میں کھانا گرم کر کے کھایا۔ میں چاہتا تھا کہ میں گہرا اندھیرا ہونے سے پہلے پہلے اپنے کمرے میں چلا جاؤں۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں باورچی خانے سے باہر آ گیا۔ اندھیرا بہت زیادہ ہو چکا تھا لیکن ہر چیز اب بھی ہلکی ہلکی نظر آ رہی تھی۔ میں نے گھر کے بیرونی دروازے کی طرف دیکھا اور کچھ دیر مسلسل اسے دیکھتا رہا۔ ہر آنے والے لمحے میں مجھے امید تھی کہ شاید دروازہ کھلے اور شاکال آ جائے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میں مایوس ہو کر دھیرے دھیرے اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ ابھی میں اپنے کمرے سے کافی دور تھا کہ مجھے کسی کی دبی دبی چیخوں کی آواز سنائی دی۔ کوئی مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ میں اپنی جگہ پر ساکت ہو گیا اور اپنی پوری توجہ اس آواز کی جانب مبذول کر دی۔ جلد ہی مجھے پتہ چل گیا کہ وہ آوازیں اسی کمرے کی جانب سے آ رہی ہیں جس کے دروازے کے سامنے میں اس وقت کھڑا تھا۔ یہ کسی لڑکی کی آواز تھی۔ وہ "مجھے بچاؤ" اور "مجھے یہاں سے نکالو" کے الفاظ کہہ رہی تھی۔ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ چیخ رہی ہے لیکن یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ بہت دور ہو۔ میں نے کمرے کے دروازے کے ساتھ اپنا کان لگا دیا۔ اس کے بعد بند دروازے سے ذرا ہٹ کر آوازوں کو سنا اور ایک بار پھر کان دروازے کے ساتھ لگا دیا۔ میں نے دوبارہ دروازے کے ساتھ کان لگا کر اور ایک بار پیچھے ہٹ کر اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ کیا واقعی آوازیں اسی کمرے سے آ رہی ہیں یا کہیں اور سے لیکن اب یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ آواز اس کمرے سے آ رہی ہے۔ میں کچھ دیر آوازوں کو غور سے سنتا رہا ایسا لگتا تھا کہ چیخنے والی عورت یا لڑکی انتہائی تکلیف میں ہے اور وہ یہ بھی کہہ رہی تھی کہ اگر اس کی مدد نہ کی گئی تو وہ جلد ہی مر جائے گی۔ میں پریشان ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ آخر شاکال نے اس کمرے میں کس کو بند کر رکھا تھا۔ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ دروازے کی اوپر کی کنڈی کھول کر اندر چلا جاؤں اور اندر جو کوئی بھی ہے اس کی مدد کروں لیکن مجھے شاکال کی تنبیہ یاد آ گئی۔ اس نے مجھے کسی بھی کمرے میں جانے سے منع کیا

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

تھا۔ میں سوچنے لگا کہ مجھے اندر جانا چاہئے یا نہیں۔ آنے والی آوازوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اندر والی لڑکی کی تکلیف بتدریج بڑھتی جا رہی ہے اور اب وہ زیادہ زور سے چلا رہی ہے۔ میں بہت دیر تک اسی شش و پنج میں مبتلا رہا کہ مجھے اندر جانا چاہئے یا نہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ اندر کوئی ایسی لڑکی یا عورت موجود ہو جس سے شاکال کی دشمنی ہو اور کھانا وغیرہ نہ ملنے کی وجہ سے وہ چلانے لگی ہو۔ میں نے سوچا اگر یہ بات نہ بھی ہوئی تب بھی اس سے ملتی جلتی کوئی کہانی ہوگی۔ مجھے اپنے خیالات اس لئے بھی درست معلوم ہو رہے تھے کہ صبح سے اب تک تو میں نے اس لڑکی کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔ حالانکہ میں کئی بار یہاں سے گزرا تھا اس لئے وہ کوئی بدروح یا بلا نہیں بلکہ انسان تھی۔ اور زیادہ دیر تک بھوکی رہنے اور شاید سردی یا کسی تکلیف کی وجہ سے وہ چیخنے چلانے پر مجبور ہو گئی ہے۔ یہ تمام باتیں سوچنے کے بعد بھی مجھ میں دروازہ کھولنے کا حوصلہ پیدا نہیں ہوا۔ میں ایک بار پھر سوچنے لگا کہ کمرے کا دروازہ کھولوں یا نہیں۔ اچانک لڑکی پھر چیخی۔ "مجھے اس عذاب سے بچاؤ شاکال میں تمہاری ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہوں۔" یہ الفاظ سن کر میں چونک گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ شاکال نے اندر کسی کو قید کر رکھا ہے اور اپنی کچھ شرائط منوانا چاہتا ہے اور اس لڑکی نے اب تک اس کی بات نہیں مانی تھی لیکن اب وہ اتنی مجبور ہو گئی تھی کہ شاکال کی تمام شرائط ماننے کے لیے تیار تھی۔ اندر سے ایک بار پھر چیخیں ابھریں۔ وہ شاکال کو مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ شاید اسے علم نہیں تھا کہ کمرے سے باہر گھر میں کون کون رہ رہا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً وہ کسی اور کو بھی پکار سکتی تھی۔ چیخیں معدوم ہو گئی تھیں۔ شاید وہ لڑکی تھک گئی تھی یا پھر یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ بے ہوش ہو چکی ہو۔ میں نے فیصلہ کیا کہ چاہے کچھ بھی ہو میں ضرور اس کی مدد کروں گا ہر قسم کے خیالات اور خطرات کو ذہن سے نکالتے ہوئے میں نے کمرے کی کنڈی آہستہ سے کھول دی لیکن اندر واضح طور پر کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کچھ دور لٹکی ہوئی لالٹین کی روشنی کی وجہ سے معمولی سی روشنی اس کمرے میں پھیلی ہوئی تھی لیکن یہ روشنی ناکافی تھی اور اتنی سی روشنی میں نہ تو ٹھیک طرح سے کمرے کا جائزہ لیا جا سکتا تھا اور نہ ہی کوئی کارروائی کی جا سکتی تھی۔

میں نے برآمدے میں پڑی ہوئی لالٹین اتاری اور اسے لے کر دوبارہ کمرے کے دروازے پر آ گیا۔ لالٹین کی روشنی کی وجہ سے اب کمرے کی ہر چیز صاف نظر آ رہی تھی لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ کمرے کے کسی بھی حصے میں کوئی لڑکی موجود نہیں تھی۔ میں کچھ پریشان سا ہو گیا۔ اندر کمرے میں صرف ایک پلنگ اور کچھ دوسری چیزیں پڑی تھیں۔ میں وہیں رک کر سوچنے لگا کہ آخر وہ چیخیں کہاں سے آ رہی تھیں۔ کافی دیر سوچنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ شاید وہ سب میرا وہم تھا یا پھر وہ آوازیں کہیں دور سے آ رہی تھیں اور میں نے غلط اندازہ لگایا تھا۔ ابھی میں واپسی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ کسی کے کراہنے کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ مجھے سنائی دینے والی آواز قریب سے ہی آ رہی تھی۔ میں نے غیرارادی طور پر سارے کمرے پر نگاہ ڈالی۔

"شاکال مجھے یہاں سے باہر نکالو میں..... میں تمہاری ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہوں۔" اس لڑکی کی آواز مجھے ایک بار پھر سنائی دی۔ میں پوری طرح آواز کی طرف متوجہ ہو گیا اور اندازہ لگانے کی

کوشش کرنے لگا کہ وہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ آواز ایک بار پھر سنائی دی تو مجھے یوں لگا کہ جیسے وہ آواز زمین میں سے آ رہی ہے۔ میں فوراً نیچے بیٹھ گیا اور جھک کر اپنا ایک کان زمین کے ساتھ لگا دیا۔ آوازیں زمین کے اندر سے آ رہی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ نیچے کوئی تہہ خانہ ہے۔ میں نے اپنے اطراف میں نظر ڈال کر جائزہ لیا اور معلوم کرنے کی کوشش کی کہ تہہ خانے میں جانے کا راستہ کس طرف ہے لیکن کوئی ایسی جگہ دکھائی نہ دی جہاں تہہ خانے کا دروازہ ہو سکتا تھا۔ میں نے قریب رکھی لالٹین اٹھائی اور کمرے کے ایک کونے میں آ گیا۔ یہاں زمین پر بیٹھ کر میں نے ہاتھ کی مدد سے تہہ خانے کا دروازہ تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہاں کوئی دروازہ وغیرہ نہیں ہے۔ پھر میں کمرے کے دوسرے کونے میں آ گیا۔ یہاں بھی کچھ دیر کی کوشش کے بعد پتہ چلا کہ یہاں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ کمرے کے تیسرے اور چوتھے کونے کا جائزہ لینے کے بعد مجھے یہ یقین ہو گیا کہ وہاں تہہ خانے میں جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے تو میں کچھ مایوس سا ہو گیا۔

میں وہاں موجود چارپائی پر بیٹھ گیا۔ اچانک میرے ذہن میں ایک کوندا سا لپکا کہ ضروری تو نہیں تہہ خانے میں جانے کا راستہ صرف کمرے کے کونے میں ہو۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس چارپائی کے نیچے کوئی دروازہ موجود ہو۔ میں نے ہاتھ میں پکڑی لالٹین ایک طرف رکھ دی اور چارپائی کے دو پائے اٹھا کر اس کے نیچے کی زمین کا جائزہ لینے لگا۔ یہاں ایک چھوٹی سی چٹائی پڑی تھی۔ میں نے اسے بھی اٹھا کر ایک طرف کر دیا۔ چٹائی کے ہٹتے ہی مجھے تہہ خانے کا دروازہ نظر آ گیا۔ میں نے فوراً کنڈا پکڑ کر تہہ خانے کے دروازے کو اوپر کی طرف کھینچا۔ دروازہ ہٹتے ہی عجیب سی بدبو میرے نتھنوں میں گھسنے لگی۔ میں نے تہہ خانے کے اندر لالٹین لٹکا کر اندر کا جائزہ لیا۔ اندر نیچے اترنے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ جلد ہی مجھے ایک لڑکی بھی نظر آ گئی جو رسیوں سے بندھی ہوئی تھی اور حیرت سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کے چہرے سے اندازہ لگایا کہ اس کی عمر چوبیس پچیس سال کے لگ بھگ تھی۔ نقاہت اس کے چہرے پر صاف دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے الجھے گندے بال اور کپڑے دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے وہاں بند ہوئے کم از کم ایک ماہ ہو چکا ہے۔

"تم کون ہو؟" اس نے کمزور سی آواز میں پوچھا۔

"پہلے تم بتاؤ' تم کون ہو؟" میں نے اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے اس سے سوال کر دیا۔

"میں ایک مظلوم عورت ہوں۔ شاکال نے مجھے قید کر رکھا ہے۔ میری مدد کرو۔" اس نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔ میں نے سوچا کہ پہلے اسے آزاد کروایا جائے' اس کے بعد کھانا وغیرہ کھلا کر اسے اپنی حالت درست کرنے کا موقع دیا جائے۔ تاکہ وہ اپنے بارے میں صحیح طور پر بتا سکے۔ میں نے لالٹین واپس باہر نکال لی اور پھر اپنے پاؤں کے قریب رکھتے ہوئے نیچے اترنے لگا۔ نیچے اتر کر میں نے اس لڑکی کی رسیاں کھول دیں۔ اس کے کپڑوں سے ناگوار سی بو آ رہی تھی۔ "آؤ میرے ساتھ۔" میں نے کہا اور خود سیڑھیوں کی طرف چل دیا۔ میں جلد از جلد تہہ خانے سے نکل جانا چاہتا تھا' یہاں کی بدبو میرے لئے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد میں اور وہ لڑکی تہہ خانے سے باہر آ گئے۔

میں اس کمرے میں رکا نہیں بلکہ باہر برآمدے میں آ گیا۔ وہ لڑکی بھی میرے ساتھ ہی کمرے سے باہر آ گئی۔ کمرے سے فوری طور پر باہر آ جانے کی وجہ یہ تھی کہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ شاکال اور اس کے ساتھی تو نہیں آ رہے ہیں۔ اگر اس وقت شاکال آ جاتا تو مجھے کسی صورت معاف نہیں کرتا۔ میں نے لالٹین دوبارہ برآمدے میں لٹکا دی۔ بستر پر بٹھانے کے بعد میں نے اسے پوچھا۔ "کیا تم نہانا پسند کرو گی؟"

"ہاں مگر شاکال کہاں ہے اور تم کون ہو؟" اس نے میرے سوال کا جواب دینے کے بعد پوچھا۔

"بس یوں سمجھ لو کہ میں بھی تمہاری طرح ایک قیدی ہوں۔ خیر تم جلد از جلد نہا لو اور میرے کپڑے پہن لو لیکن یاد رکھو تمہیں سب کچھ جلدی کرنا ہے کیونکہ اگر شاکال آ گیا تو ہو سکتا ہے کہ تمہیں آزاد کرانے کی وجہ سے مجھے موت کے گھاٹ اتار دے۔" میں نے اس سے کہا اور اپنے بیگ سے کپڑے نکالنے لگا۔ کپڑے نکال کر میں نے چارپائی پر رکھے اور اس لڑکی سے کہا۔ "تم یہیں بیٹھو میں باورچی خانے میں پانی گرم کرتا ہوں۔"

میں نے پانی گرم کر کے غسل خانے میں رکھ دیا اور اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ لڑکی وہیں بستر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ "آؤ چلو تمہیں غسل خانہ دکھا دوں۔" میں نے اس سے کہا۔ میں نے کمرے میں موجود لالٹین اٹھا لی اور باہر کی طرف چل دیا۔ اب میرے ہاتھ میں دو لالٹینیں تھیں۔ غسل خانے کے دروازے پر پہنچ کر ایک لالٹین اسے دیتے ہوئے میں نے کہا۔ "دیکھو جلدی جلدی نہا لو۔ ہمارے پاس ٹائم کم ہے۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا اور لالٹین لے کر غسل خانے میں چلی گئی۔ اور میں واپس کمرے کی جانب چل دیا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اچانک آہٹ سنائی دی۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا میں سمجھا کہ شاکال آ گیا ہے لیکن اگلے ہی لمحے میں نے سکون کی سانس لی کیونکہ سنائی دینے والی آہٹ بیرونی دروازے کی نہیں بلکہ غسل خانے کے دروازے کی تھی۔ میں نے غسل خانے کی طرف دیکھا۔ وہ لڑکی لالٹین لئے چلی آ رہی تھی۔ اس نے میرے کپڑے پہن رکھے تھے۔ جب وہ میرے قریب آئی تو میں نے اس سے کہا۔ "جلدی سے بستر میں بیٹھ جاؤ تاکہ تمہیں سردی کم لگے۔" وہ میرے ساتھ کمرے میں آ گئی۔ وہ بستر پر بیٹھ گئی تو میں نے اس پر لحاف ڈال دیا۔ اس نے اچھی طرح لحاف اپنے جسم پر لپیٹ لیا میں نے آتشدان میں آگ روشن کر دی اور اس کے قریب آ کر پوچھا۔ "کیا تم کھانا کھاؤ گی؟"

"ہاں' مجھے شدید بھوک لگی ہے۔" اس نے جواب دیا۔ میں باورچی خانے میں آ گیا۔ جلدی جلدی سالن گرم کر کے میں نے بچی ہوئی روٹیاں دسترخوان میں لپیٹیں اور واپس کمرے میں آ گیا۔ لڑکی نجانے کتنے دن کی بھوکی تھی وہ جلدی جلدی سے سارا کھانا چٹ کر گئی۔

"ہاں اب بتاؤ تم کون ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"میں قریبی گاؤں کی رہنے والی لڑکی ہوں۔ ایک مرتبہ شاکال ہمارے گاؤں میں آیا تو اس نے مجھے دیکھ لیا۔ میں اسے پسند آ گئی اور اس نے میرے والد کے پاس اپنے دوستوں کو میرا رشتہ مانگنے کے لیے بھیج دیا۔ میرے والد جانتے تھے کہ شاکال جادو ٹونے کرنے والا آدمی ہے اور اس کے علاوہ وہ کوئی کام نہیں کرتا۔ میرے والد نے اسے رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس نے کئی مرتبہ میرے

والد کو شادی کے لیے پیغام بھجوایا لیکن ہر بار شاکال کو انکار سننا پڑا اور پھر ایک دن وہ مجھے اغوا کر کے لے آیا۔ وہ روزانہ مجھ سے شادی کرنے کو کہتا ہے اور میں انکار کر دیتی ہوں لیکن آج مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میں مر جاؤں گی۔ اس لئے میں نے چیخ چیخ کر کہا کہ میں اس کی ہر شرط ماننے کے لیے تیار ہوں اور جب تہہ خانے کا دروازہ کھلا تو مجھے امید تھی کہ شاکال اندر داخل ہوگا لیکن تمہیں دیکھ کر مجھے بہت حیرت ہوئی۔ اب بتاؤ کہ تم کون ہو اور شاکال کہاں ہے؟"

"شاکال اپنے ایک دشمن سے لڑنے گیا ہوا ہے۔ آج صبح اسے آنا تھا مگر وہ ابھی تک نہیں پہنچا۔ اب تم بتاؤ کہ تمہیں اپنے گاؤں کا راستہ یاد ہے؟" میں نے اپنے بارے میں بتانے کی بجائے اس سے پوچھا۔

"نہیں مجھے اپنے گاؤں کا راستہ نہیں معلوم۔" اس نے غمگین آواز میں جواب دیا۔

"دیکھو میں یہاں سے نکل نہیں سکتا۔ ایک خاص حد سے آگے نہیں جا سکتا۔ اگر میں جانے کی کوشش کروں گا تو میرا ایک دشمن مجھ پر حملہ کر دے گا اور مجھے اپنی قید میں کر لے گا۔ یا جان سے مار دے گا۔ اس لئے اگر تم چاہو تو یہاں سے جا سکتی ہو۔" وہ میری بات سن کر کچھ سوچنے لگی پھر بولی۔

"لیکن کیا میرے جانے کے بعد شاکال تمہیں چھوڑ دے گا؟"

اس کی بات سن کر میں پریشان ہو گیا۔ "چھوڑے گا تو نہیں لیکن میں اسے کہہ دوں گا کہ تمہارے فرار ہونے کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں اسے بتاؤں گا کہ میں تو اپنے کمرے میں تھا۔" میں نے کہا۔

"نہیں وہ تمہاری بات پر یقین نہیں کرے گا۔ وہ بہت کمینہ آدمی ہے۔ وہ کسی نہ کسی طرح پتہ لگا لے گا کہ تم نے ہی مجھے بھاگ جانے میں مدد دی ہے۔" اس لڑکی نے کہا۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ اس وقت پریشانی کی وجہ سے مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ "پھر تم ہی بتاؤ کہ کیا کرنا چاہئے؟" میں نے اس سے پوچھ لیا۔ ابھی اس لڑکی نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ گھر کے بیرونی دروازے کی جانب سے آہٹ سن کر مجھے اپنی رگوں میں خون خشک ہوتا محسوس ہوا۔ میں سمجھ گیا کہ شاکال آگیا ہے۔ میں نے پریشان نظروں سے لڑکی کی طرف دیکھا مگر وہ بیٹھی مسکرا رہی تھی۔

لڑکی کی مسکراہٹ دیکھ کر کچھ لمحوں کے لیے میری پوری توجہ اس کی طرف مبذول ہو گئی میں نے سوچا کہ اتنی خوفناک صورتِ حال میں جبکہ اس کا دشمن سر پر پہنچ چکا ہے' وہ کیوں مسکرا رہی ہے۔ میں فوری طور پر اس کی وجہ نہ جان سکا اور ایک بار پھر میں گھر کے بیرونی دروازے پر ہونے والی آوازوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ خوف کی وجہ سے میرا حلق خشک ہو گیا تھا اور رگوں میں خون منجمد ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ابھی کچھ ہی دیر بعد شاکال میرے سامنے موجود ہوگا اور لڑکی کو آزاد کرانے کے جرم میں مجھے کوئی بھی سزا دے گا۔ اگر شاکال کوئی عام آدمی ہوتا اور اس کے ساتھی بھی عام انسان ہوتے تو یقیناً میں ان کے مقابلے کے بارے میں کچھ سوچتا لیکن یہاں معاملہ کچھ اور تھا۔ شاکال ایک ایسا شخص تھا جو نہ صرف پُراسرار علوم کا ماہر تھا بلکہ مختلف قسم کی بلائیں اور بدروحیں اس کی ساتھی تھیں۔ کچھ دیر بعد ہلکی ہلکی خوفناک آوازیں آنے لگیں۔ یہ شاکال کے ساتھیوں کی آوازیں

تھیں۔ میں نے ایک بار پھر غیرارادی طور پر لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی اور نہایت اطمینان سے بیٹھی تھی۔

"شا.... شاکال اور اس کے.... ساتھی آ گئے۔" میں نے اٹک اٹک کر کہا۔

"پریشان مت ہو۔" لڑکی نے اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن.... وہ ہمیں مار.... ڈالیں گے۔" میں نے کہا۔

"وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" لڑکی نے نہایت مطمئن لہجے میں کہا۔

"یہ.... یہ تم.... کیسے کہہ سکتی...." ابھی میں نے اپنا جملہ پورا نہیں کیا تھا کہ باہر دل ہلا دینے والا شور مچ گیا۔ ان خوفناک آوازوں کو سن کر میں کافی خوفزدہ ہو گیا۔ میں نے سوالیہ نظروں سے لڑکی کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی مطمئن نظر آ رہی تھی۔ پھر وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "دیکھو.... گھبراؤ نہیں.... میں جانتی ہوں کہ تم اس وقت کچھ سمجھ نہیں پا رہے ہو کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے اور میں اتنی مطمئن کیوں بیٹھی ہوں۔ میں تمہیں حقیقت بتاتی ہوں۔ میں نے تم سے جھوٹ کہا تھا کہ میں ایک قریبی گاؤں میں رہنے والی لڑکی ہوں۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہیں حقیقت بتا کر پریشان یا خوفزدہ کروں۔ میرا خیال تھا اگر شاکال صبح تک نہ آیا تو میں تم سے یہ کہہ کر کہ مجھے اپنے گاؤں کا رستہ کچھ کچھ یاد آگیا ہے' یہاں سے چلی جاؤں گی۔ دراصل رات میں' میں باہر نہیں آنا چاہتی تھی اور ویسے بھی اتنے عرصے قید میں رہنے کے بعد میں کچھ آرام بھی کرنا چاہتی تھی۔ خیر میں تمہیں یہ بتا رہی تھی کہ میں کسی گاؤں کی لڑکی نہیں ہوں۔ میں دراصل شاما کی ساتھی ہوں۔ شاکال سے ایک جھڑپ کے دوران میں اس کے ہتھے چڑھ گئی۔ اس نے مجھے قید کر لیا۔ میں پُراسرار علوم کی اتنی بڑی ماہر نہیں ہوں جتنا شاما یا شاکال ہیں لیکن پھر بھی کئی موقعوں پر ایسے داؤ آزما سکتی ہوں کہ کوئی بڑے سے بڑا ماہر میرے سامنے گھٹنے ٹیک سکتا ہے لیکن میں زیادہ دیر تک ایسا نہیں کر سکتی کیونکہ میرا دشمن جدوجہد کر کے کچھ دیر بعد میرے داؤ کا توڑ کر سکتا ہے۔ اس وقت بھی یہی صورتِ حال ہے۔ شاکال میرے داؤ کی وجہ سے بے بس ہے اور اس کے ساتھی بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اب میں یہاں سے بھاگ جانا چاہتی ہوں۔ کیا تم بھی میرے ساتھ جانا پسند کرو گے؟"

"میں.... میں وہ...." میں نے ادھورا جملہ کہا اور سوچنے لگا کہ کیا کہوں۔

"دیکھو میرے جانے کے بعد شاکال تمہارے ساتھ بہت سختی سے پیش آئے گا اور ہو سکتا ہے وہ تمہیں مار ہی ڈالے۔ اس لئے بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ چلو۔" لڑکی نے مجھے سمجھانے کے انداز میں کہا۔

"لیکن.... کچھ دور جا کر میرا سانس بند ہونے لگے گا اور پھر...." میں نے خدشہ ظاہر کیا۔

"اب ایسا نہیں ہوگا۔ شاکال نے تمہیں جس حصار میں قید کر رکھا تھا' اسے ختم کرنا میرے لئے کوئی مشکل کام نہیں بس اب تم چلنے کی تیاریاں کرو۔" لڑکی نے مجھے اطمینان دلانے کے بعد چلنے کے لیے کہا۔

"کیا میں اپنا بیگ اٹھا لوں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں اٹھا لو اور میرے پیچھے پیچھے آؤ۔" لڑکی نے کہا اور خود کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ میں نے اپنا بیگ اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور اس کے پیچھے چل دیا۔

کمرے سے باہر آ کر میں نے دیکھا کہ شاکال ہم سے کافی دور کھڑا تھا اور اس وقت وہ شدید غصے میں نظر آ رہا تھا۔ اس کی ساتھی بلاؤں کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے وہ ہم پر حملہ کرنا چاہتی ہوں لیکن وہ ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ رہی تھیں۔

"شوبھا.... میں جانتا ہوں کہ تم اس وقت یہاں سے بھاگ جاؤ گی لیکن.... یاد رکھو اگر آئندہ کبھی تم میرے ہتھے چڑھیں تو میں تمہارا بہت برا حشر کروں گا۔" شاکال نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"یہ بعد کی بات ہے۔" لڑکی جس کا نام شوبھا تھا' اطمینان سے بولی۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوئی۔ "آ جاؤ میرے ساتھ۔" اس نے اپنا جملہ ختم کرنے کے بعد قدم آگے بڑھا دیا۔ اس کا رخ گھر کے بیرونی دروازے کی طرف تھا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ جوں جوں شوبھا آگے بڑھ رہی تھی' شاکال اور اس کے ساتھی ہم سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ بلائیں اس وقت بھی خوفناک آوازیں نکال رہی تھیں۔

"تم نے اچھا نہیں کیا سلطان۔ میں جانتا ہوں کہ تم نے ہی شوبھا کو آزاد کیا ہے۔" شاکال نے خوفناک لہجے میں مجھ سے کہا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا لیکن میں نے اس سے کچھ نہیں کہا۔ اس لئے کہ میں باوجود سوچنے کے کوئی ایسا جملہ اپنے ذہن میں ترتیب نہیں دے پایا تھا جو میں شاکال سے کہہ سکتا پھر میں نے اس پر سے نظریں ہٹا لیں اور شوبھا کے پیچھے چلتا رہا۔ کچھ ہی دیر بعد میں اور شوبھا گھر سے باہر آ گئے۔ باہر ہر طرف گہرا اندھیرا تھا۔ شوبھا ایک جگہ رک گئی۔ اب وہ ایک ہیولے کی صورت میں مجھے نظر آ رہی تھی۔ میں بھی رک گیا۔ میرا اندازہ تھا کہ اندھیرے کی وجہ سے اسے آگے کچھ نظر نہیں آ رہا اس لئے وہ رک گئی ہے میں نے پریشان ہو کر اس سے پوچھا۔ "اب کیا کریں؟"

وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔ "ہمیں ہلکا ہلکا تو سب کچھ نظر آ رہا ہے۔ کیا تمہیں اندازہ ہے کہ ہمیں کس طرف جانا ہے؟"

"نہیں میں جب سے یہاں آیا ہوں' کبھی زیادہ دور نہیں گیا۔" میں نے جواب دیا۔ اس نے مزید کوئی بات نہیں کی اور گردن گھما کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ میں نے پریشان ہو کر گھر کے دروازے کی طرف دیکھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اگلے ہی لمحے شاکال اور اس کے ساتھی باہر آ جائیں گے اور ہم دونوں کو پکڑ لیں گے۔ "آؤ میرے ساتھ۔" شوبھا نے کہا اور ایک طرف کو چل دی میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ میں نے ایک مرتبہ پھر غیرارادی طور پر گھر کے دروازے کی طرف دیکھا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ البتہ گھر کے اندر سے بلاؤں وغیرہ کی آوازیں یہاں تک آ رہی تھیں۔ شوبھا نہایت احتیاط کے ساتھ کافی دیر چلتی رہی۔ شوبھا کے آگے ہونے کی وجہ سے مجھے راستہ دیکھنے کے لیے زیادہ کوشش نہیں کرنا پڑ رہی تھی۔ جب ذہن سے خوف کچھ کم ہوا تو مجھے سردی کا احساس ہونے لگا۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ بادلوں نے اپنا ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے تک ہم دونوں یونہی چلتے رہے۔ کئی چھوٹے بڑے پہاڑوں کو ہم عبور کر چکے تھے اور اب دور تک کھلا میدان ہمارے سامنے تھا۔ کھلے علاقے میں آنے کی وجہ سے مجھے اور زیادہ سردی لگنے لگی۔ میں نے اپنے بیگ میں ہاتھ ڈال کر

ایک سویٹر نکالا اور پہننے لگا۔ سویٹر پہن کر میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "کیا تمہیں سردی نہیں لگ رہی؟"

"ہاں لگ تو رہی ہے لیکن یہ چادر مجھے کافی حد تک سردی سے بچائے ہوئے ہے۔" شوبھا نے بتایا۔ اس نے کمرے سے آتے ہوئے بستر پر موجود چادر ساتھ لے لی تھی۔

"تم کہو تو میں تمہیں کوئی سویٹر وغیرہ دے سکتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"اگر کوئی ایسی چیز ہے تو دے دو۔" شوبھا نے رک کر کہا۔ میں بھی رک گیا اور بیگ میں ہاتھ ڈال کر ٹٹولنے لگا پھر جلد ہی چند کپڑوں کے نیچے سے میں نے ایک سویٹر نکال کر شوبھا کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے مجھے چادر دینے کے بعد سویٹر پہن لیا اور پھر چادر لپیٹ کر بولی۔ "اب ہم لوگ شاکال کی حدود سے باہر آ چکے ہیں۔"

"ہمیں کہاں جانا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"شاما کے پاس۔" شوبھا نے جواب دیا اور چلنے لگی۔ میں نے بھی قدم بڑھا دیئے۔ کچھ دور چلنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا۔ "ہمیں مزید کتنا سفر طے کرنا ہے؟"

"کم از کم تین گھنٹے اور چلنا پڑے گا ہمیں۔" اس نے بتایا۔

"مجھے کچھ تھکن محسوس ہو رہی ہے۔" میں نے کہا۔ "تھک تو میں بھی گئی ہوں۔" شوبھا نے کہا۔ پھر اس نے گردن گھما کر اِدھر اُدھر کا جائزہ لیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ کہیں آرام کرنے کے لیے جگہ تلاش کر رہی ہے۔ میں نے بھی آس پاس کا جائزہ لینا شروع کر دیا لیکن اس دوران ہم دونوں رکے نہیں تھے۔ تقریباً بیس منٹ مزید چلنے کے بعد ہمیں ایک ٹوٹی ہوئی بوسیدہ عمارت نظر آئی۔ شوبھا عمارت کے قریب رک کر اس کا جائزہ لینے لگی۔ میں بھی عمارت کی ٹوٹی ہوئی کھڑکیوں اور دروازوں وغیرہ کو دیکھنے لگا۔ "میرا خیال ہے ہمیں کچھ دیر یہیں آرام کر لینا چاہئے۔" شوبھا نے کہا۔ اس کے کہنے کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مجھ سے بھی رائے چاہتی ہے۔

"ہاں تم ٹھیک کہتی ہو۔" میں نے اس کی تائید کی تو اس نے عمارت کے دروازے کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ میں بھی اس کے پیچھے چل پڑا۔ عمارت کے اندر اندھیرا بہت گہرا تھا۔ باہر بہت دیر اندھیرے میں رہنے کی وجہ سے ہمیں آس پاس کا ماحول کافی حد تک واضح دکھائی دینے لگا تھا لیکن عمارت کے اندر گہرے اندھیرے کی وجہ سے ہم دونوں کچھ دیکھنے سے قاصر تھے۔ "اب کیا کریں؟" میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔" شوبھا نے پُرامید لہجے میں جواب دیا۔ میں خاموش رہا۔ وہ بھی خاموش تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ عمارت کے کسی محفوظ حصے میں جانے کے بارے میں سوچ رہی ہے۔ میں خود بھی اس بارے میں سوچنے لگا۔ اچانک کسی خونخوار جانور کی غراہٹ سنائی دی۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں نے گھبراہٹ سے لبریز لہجے میں شوبھا سے پوچھا۔ "یہ کیسی آواز ہے؟"

"میرا خیال ہے کوئی جانور ہے۔" شوبھا نے جواب دیا۔ اس کے لہجے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اپنی گھبراہٹ چھپانے کی کوشش کر رہی ہے۔

"کیا واپس باہر چلیں؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں یہی کرنا ہوگا۔" شوبھا نے جواب دیا تو میں نے فوراً عمارت سے باہر جانے کے لیے قدم

بڑھا دیئے۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں کوئی جانور ہم پر حملہ نہ کر دے۔ کچھ دیر بعد ہم دونوں باہر آ گئے۔ بہت دیر تک تیز تیز چلتے رہے۔ اس دوران ہم دونوں پیچھے مڑ مڑ کر بھی دیکھ رہے تھے۔ "اچھا ہوا اس جانور نے ہم پر حملہ نہیں کیا۔ اگر ہم مزید آگے بڑھتے تو وہ یقیناً وہ جانور ہم پر حملہ کر دیتا۔"

شوبھا نے کہا۔ "میرا خیال ہے وہ کوئی بھیڑیا تھا۔"

"ہاں ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ ہم دونوں مزید بات چیت کئے بغیر کافی دیر تک چلتے رہے۔ ہمارے چلنے کی رفتار اب بھی تیز تھی۔ تیز رفتاری کی وجہ سے سردی کا احساس کافی حد تک کم ہو گیا تھا۔ اچانک ایک لمحے کو سارا ماحول روشن ہو گیا۔ اس کے فوراً بعد بادلوں کی گرج سنائی دی۔ میں نے فوراً آسمان کی طرف دیکھا اور شوبھا سے مخاطب ہوا۔ "لگتا ہے بارش ہو گی۔"

"ہاں لگتا تو ایسا ہی ہے۔" شوبھا نے کہا۔

"اب تو ہمیں لازی کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنا ہوگی۔" میں نے کہا۔

"مجھے راستہ یاد آ گیا ہے۔ یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔ ہمیں جلد از جلد وہاں پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔" شوبھا نے کہا اور چلنے کی رفتار مزید تیز کر دی۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی۔ کچھ دور چلنے کے بعد بارش کے چند قطرے میرے چہرے سے ٹکرائے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ بارش زیادہ تیز نہیں ہو گی لیکن یہ چند قطرے تیز بارش کی شروعات ہو سکتے تھے۔ "اور تیز چلو۔" شوبھا نے کہا اور چلنے کی رفتار اور تیز کر دی۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا۔ "کتنی دور ہے گاؤں؟" میں نے شوبھا سے پوچھا۔

"ابھی کچھ دور ہے۔" شوبھا نے جواب دیا۔ ہم دونوں تیز رفتاری کے ساتھ کافی دیر تک چلتے رہے پھر اندازہ ہوا کہ دور کچھ درخت اور اونچی نیچی دیواریں وغیرہ ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے پتہ چل گیا کہ ہم گاؤں کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اچانک ایک لمحے کے لئے پھر سارا ماحول روشن ہو گیا اور کچھ دور موجود مکانات اور درخت وغیرہ صاف نظر آنے لگے۔ بادلوں کی گرج چمک کے ساتھ ہی بارش شروع ہو گئی۔ شوبھا اور میں تیز تیز قدم بڑھاتے ایک مکان کے قریب پہنچ گئے۔ پھر شوبھا نے فوراً ہی دروازے پر دستک دے دی۔ کچھ دیر انتظار کے بعد جب کسی نے دروازہ نہیں کھولا تو شوبھا نے ایک بار پھر زور سے دستک دی۔

"کون ہے؟" اندر سے کسی مرد کی آواز سنائی دی۔

"ہم مسافر ہیں۔ راستے میں گاڑی خراب ہو جانے کی وجہ سے یہاں آ گئے ہیں۔" شوبھا نے جواب دیا۔ چند لمحوں بعد کچھ آہٹیں سنائی دیں۔ صاف ظاہر تھا کہ اندر سے کنڈی کھولی جا رہی تھی اور پھر دروازہ تھوڑا سا کھل گیا۔ ایک آدمی نے چہرہ باہر نکال کر جائزہ لیا۔ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کافی عمر رسیدہ ہے۔ "ہم لوگ صبح تک آپ کے یہاں وقت گزارنا چاہتے ہیں ہماری گاڑی....." ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ وہ شخص ایک طرف ہٹتے ہوئے بولا۔ "اندر آ جاؤ۔" ہم دونوں گھر کے اندر داخل ہو گئے۔ اس شخص نے دروازے کی کنڈی لگانے کے بعد ہاتھ میں پکڑی ماچس کی تیلی جلائی اور اسے بجھنے سے بچانے کے لیے اس کے دونوں طرف ہاتھ اس طرح رکھ دیئے کہ ہوا شعلے تک نہ پہنچ سکے۔ ماحول تھوڑا سا روشن ہو گیا۔ وہ شخص آگے بڑھ گیا اور پھر چند قدم کے فاصلے پر موجود ایک کمرے کے

دروازے پر رک گیا۔ اس نے جلتی ہوئی تیلی زمین پر پھینک دی اور دروازہ کھول دیا۔ کمرے کے اندر روشنی ہو رہی تھی۔ وہ شخص اندر داخل ہوتے ہوئے بولا۔ "اندر آ جاؤ۔" ہم دونوں اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہو گئے۔ کمرا کافی گرم تھا۔ اندر ایک چارپائی تھی جس پر بستر موجود تھا اور لحاف کی ترتیب بتا رہی تھی کہ یہ بستر ہمارے ساتھ موجود شخص کا ہی ہے۔ فرش پر چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ آتشدان میں راکھ کے نیچے کچھ روشن کوئلے دکھائی دے رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر ہی مجھے کافی سکون محسوس ہوا۔ ایک جانب طاق میں ایک تیل کا دیا جل رہا تھا۔ "تم لوگ بیٹھو میں آگ جلاتا ہوں۔" عمر رسیدہ شخص نے کہا اور آتشدان کی طرف بڑھ گیا۔ میں اور شوبھا چارپائی پر بیٹھ گئے اور کمرے کا جائزہ لینے لگے۔ عمر رسیدہ شخص کچھ دیر آتشدان کے قریب بیٹھا آگ جلاتا رہا اور جب لکڑیوں نے اچھی طرح آگ پکڑ لی تو وہ ہمارے پاس آ گیا۔ "ہاں اب بتاؤ تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آ رہے ہو؟"

"ہم میاں بیوی ہیں۔ اگلے گاؤں میں میری سسرال ہے۔ ہم لوگ وہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ہماری گاڑی خراب ہو گئی اور مجبوراً ہمیں گاڑی چھوڑنا پڑی۔ موسم بھی خراب ہے اور بارش بھی شروع ہو گئی تو ہم لوگوں نے صبح تک کہیں پناہ لینے کے بارے میں سوچا اور یوں تمہارے گھر تک آ گئے۔" میں نے اسے ایک فرضی کہانی سنائی۔ اس دوران وہ شخص چارپائی پر بیٹھ چکا تھا۔ "آپ کو ہمارے یہاں رہنے سے کوئی تکلیف تو نہیں ہو گی؟" شوبھا نے عمر رسیدہ شخص سے پوچھا۔

"نہیں، نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم لوگ جب تک چاہو میرے پاس رہ سکتے ہو۔" اس شخص نے خوش دلی سے کہا۔ پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے ہم سے پوچھا۔ "کچھ کھاؤ گے تم لوگ؟"

"نہیں بابا ہمیں بھوک نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اچھا تو پھر میں تم لوگوں کے سونے کا بندوبست کرتا ہوں۔" اس شخص نے اٹھتے ہوئے کہا پھر آتشدان کے قریب سے ماچس اٹھا کر باہر چلا گیا۔ میں نے شوبھا کی طرف دیکھا۔ وہ سر جھکائے کچھ سوچ رہی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔ اس نے چونک کر میری طرف دیکھا پھر مسکرا کر بولی۔ "بہت کچھ۔"

"اب ہمیں شاکال کی طرف سے کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جس طرح عام دنیا میں کسی کو اپنے دشمن سے ہر وقت خطرہ ہو سکتا ہے اسی طرح پُراسرار دنیا میں بھی دشمن کسی بھی وقت حملہ کر سکتا ہے۔" اس نے کہا۔ میرے چہرے پر ابھرنے والے پریشانی کے آثار دیکھ کر وہ تھوڑا مسکرا کر بولی۔ "تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ شاکال میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ اب وہ ہم پر حملہ کر سکے۔ اس وقت شاما کو پتہ چل چکا ہے کہ میں شاکال کی قید سے آزاد ہو چکی ہوں۔ وہ کسی بھی حملے کی صورت میں ہماری نہ صرف مدد کرے گا بلکہ اس وقت وہ ہماری حفاظت بھی کر رہا ہے۔"

"اسے کیسے پتہ چلا کہ تم آزاد ہو چکی ہو؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔ پھر مجھے اپنے اس احمقانہ سوال کا احساس ہوا۔ کیونکہ شاما پُراسرار علوم کا بہت بڑا ماہر ہے اس کے لیے یہ معلوم کرنا قطعاً مشکل

نہیں تھا لیکن چونکہ میں یہ سوال کر چکا تھا اس لئے شوبھا کو جواب دینے سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔

"پُراسرار علوم کے ماہروں کے پاس مختلف طاقتیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک طاقت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ کوسوں دور کے حالات جان سکتے ہیں۔" شوبھا نے بتایا۔

"اور کیا یہ بھی ہو سکتا......" ابھی میں نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور عمر رسیدہ شخص جسے میں نے بابا کہہ کر مخاطب کیا تھا اندر داخل ہوا اور بولا۔ "تم لوگ میرے ساتھ آؤ۔" ہم دونوں اٹھ کھڑے ہوئے پھر میں بابا کے پیچھے چل دیا۔ میرے پیچھے شوبھا آ رہی تھی۔ کچھ ہی دیر کے بعد بابا ہمیں ایک اور کمرے میں لے آیا۔ یہ کمرا بھی کافی گرم تھا۔ یہاں بھی طاق میں تیل کا ایک دیا جل رہا تھا۔ یہاں تین چارپائیاں موجود تھیں جن پر لحاف اور گدے وغیرہ رکھے ہوئے تھے۔ آتشدان میں تیز آگ جل رہی تھی۔ زمین پر ایک صاف ستھری دری بچھی ہوئی تھی۔ "تم لوگ یہاں آرام کرو۔ صبح ملاقات ہوگی۔" بابا نے کہا اور خود کمرے سے باہر جانے لگا پھر رک کر بولا۔ "دروازہ بند نہیں کرنا۔ میں تمہیں پانی لا دیتا ہوں۔" بابا کے جانے کے بعد شوبھا اور میں نے اپنے جوتے کمرے کے ایک کونے میں رکھ دیئے تاکہ دری خراب نہ ہونے پائے اور پھر ایک چارپائی پر آ کر بیٹھ گئے۔ میں نے پورے کمرے پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی۔ اس کے بعد میں آتشدان میں جلتی ہوئی آگ کو دیکھنے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور بابا اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک گلاس اور پانی کا ایک جگ تھا۔ اس نے دونوں چیزیں مجھے تھما دیں اور پھر کوئی بات کئے بغیر واپس چلا گیا۔ میں نے گلاس اور جگ ایک جانب دری پر رکھ کر شوبھا سے پوچھا۔ "یقیناً تمہیں تھکن محسوس ہو رہی ہوگی؟"

"ہاں اور یقیناً تم بھی تھک گئے ہو گے۔ اب ہمیں کچھ دیر آرام کر لینا چاہئے۔" اس نے کہا اور پھر دوسری چارپائی کی طرف چلی گئی۔ اس نے چارپائی پر رکھا لحاف کھولا اور پھر لحاف اوڑھ کر بیٹھ گئی۔

"تم بھی لحاف اوڑھ لو۔" اس نے کہا۔ میں نے آتشدان کی طرف دیکھا۔ آگ مناسب تھی۔ البتہ اس میں ایک دو لکڑیاں ڈالے جانے کی گنجائش تھی۔ میں نے اٹھ کر ایک لکڑی اور آگ میں ڈال دی اور شوبھا کی طرح لحاف اوڑھ کر بیٹھ گیا۔ پھر میں نے تکیے کو دیوار کے ساتھ لگایا اور اس سے ٹیک لگالی۔

"ہوں! یہ طریقہ صحیح ہے۔" شوبھا نے بھی اپنا تکیہ دیوار کے ساتھ لگاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ کچھ دیر کمرے میں خاموشی چھائی رہی۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ شوبھا کیا سوچ رہی ہے۔ البتہ میں اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ مجھے اپنا گھر اور ماں وغیرہ یاد آنے لگے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ شوبھا اور شاما وغیرہ میرے ساتھ کس طرح پیش آئیں گے اور کب مجھے آزاد کریں گے۔ میں نے شوبھا سے پوچھا۔

"شوبھا کیا ضروری ہے کہ میں تمہارے ساتھ شاما کے پاس جاؤں؟" اس نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ پھر اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ ہوا کہ شاید وہ میری بات کا مطلب سمجھ گئی ہے۔ "کیا تم اپنے گھر جانا چاہتے ہو؟"

"ہاں' یقیناً اور میرا خیال ہے کہ اب میرے گھر چلے جانے میں کوئی ہرج نہیں۔" میں نے کہا۔

"یہ تمہارا خیال ہے کہ تمہارے گھر چلے جانے میں کوئی ہرج نہیں ہے لیکن ایک بات تم بھول رہے ہو۔" اس نے اپنا لحاف مزید بہتر طور پر اوڑھتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا؟" میں نے کچھ پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

"تم کیا سمجھتے ہو کہ اگر تم اپنے گھر چلے جاؤ گے تو اپنے دشمن شاکال سے محفوظ رہ سکو گے؟" اس نے کہا اور سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔ وہ صحیح کہہ رہی تھی۔ یقیناً شاکال اب مجھے اپنا بہت بڑا دشمن سمجھ رہا ہوگا اور مجھے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب بھی اس کے ہتھے چڑھوں گا وہ مجھ سے کوئی رعایت نہیں کرے گا۔

"پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟" میں نے شکستہ لہجے میں شوبھا سے پوچھا۔

"تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ جب تک شاکال کا ہم لوگ کوئی مناسب بندوبست نہیں کر دیتے' تم ہمارے ساتھ ہی رہو۔" شوبھا نے مجھے مشورہ دیا۔ میں نے مزید کچھ نہ کہا اور تکیے سے سر لگا کر فضا میں گھورتے ہوئے سوچ میں ڈوب گیا۔ کچھ دیر کے بعد شوبھا نے کہا۔ "تم بھی سوچ رہے ہو گے کہ یہ کن چکروں میں پھنس گئے؟"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ پہلے میں پُراسرار واقعات پر یقین نہیں رکھتا تھا لیکن جب میں ان چکروں میں پھنسا تو مجھے یقین آیا کہ یہ سب کچھ حقیقت ہے۔" میں نے کہا۔

"شہروں' گاؤں اور دیگر پُررونق جگہوں پر رہنے والے اکثر لوگ پُراسرار واقعات اور بلاؤں وغیرہ پر یقین نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ پُراسرار ماحول شہروں' گاؤں' دیہاتوں اور پُررونق جگہوں سے دور ویرانوں میں ہوتا ہے۔ یہاں وہ تمام چیزیں ہوتی ہیں جنہیں شہروں وغیرہ میں رہنے والے لوگ نہیں مانتے۔ اس لئے کہ جہاں وہ رہتے ہیں وہاں انہیں ایسی چیزوں سے واسطہ نہیں پڑتا۔" شوبھا نے بتایا۔

"یقیناً تم بالکل صحیح کہہ رہی ہو۔" میں نے اس کی تائید کی۔ کچھ دیر توقف کے بعد میں نے اس سے پوچھا۔ "شوبھا یہ بتاؤ کہ اندازاً کب تک شاکال کا بندوبست ہو جائے گا؟"

وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔ "اس بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ ہماری اور اس کی دشمنی کافی عرصے سے چلتی آ رہی ہے۔ کئی بار ہم اس کو بھاری نقصان پہنچا چکے ہیں اور ایک مرتبہ تو وہ مکمل طور پر ہماری گرفت میں آ گیا تھا لیکن کمبخت کو عین موقعے پر ہوش آ گیا اور وہ کسی چکنی مچھلی کی طرح ہماری گرفت سے نکل گیا۔ اس کے بعد ہم لوگوں نے اس پر کئی بار حملہ کیا مگر اس نے بھی پوری تیاری کی ہوئی تھی۔ ہمیں حملہ کرنے کے بعد مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا اور اس دوران اس نے مجھے اغوا کر لیا۔ میرے واپس جانے کے بعد مجھے یقین ہے کہ شاما ایک بار پھر اس سے معرکہ کرے گا۔ امید ہے کہ ہم عنقریب اسے شکست دے دیں گے۔ اس کے بعد تم واپس جا سکو گے۔"

میں سمجھ گیا کہ شوبھا میرا حوصلہ بڑھانے کے لیے کہہ رہی ہے کہ وہ لوگ عنقریب شاکال کو شکست دے دیں گے ورنہ صاف ظاہر تھا کہ شاکال کو شکست دینے میں تاخیر بھی ہو سکتی تھی اور یہ ضروری نہیں تھا کہ شوبھا اور شاما ہی شاکال کو شکست دیں۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ شاکال کوئی ایسا داؤ مارے کہ شاما اور شوبھا کو شکست ہو جائے ایسی صورت میں میری بھی خیر نہ تھی' میں بری طرح پھنس گیا تھا۔ مجھے اگر معلوم ہوتا کہ راستے میں اس طرح پُراسرار لوگوں سے میرا واسطہ پڑ جائے گا تو میں کبھی تنہا سفر نہ کرتا بلکہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں ٹرین یا بس وغیرہ میں سفر کرتا لیکن یہ سب کچھ میں اب اس وقت

سوچ رہا تھا۔ سفر سے پہلے ایسی کوئی بات میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں تھی۔ مجھے اس وقت امی بہت یاد آ رہی تھیں۔ نہ جانے وہ اس وقت کس حالت میں ہوں گی۔ یقیناً میری خالی گاڑی سڑک پر ملنے کی اطلاع ان تک پہنچ چکی ہوگی اور وہ نہ جانے کیا سمجھی ہوں گی۔ اب سے پہلے وہ اس لئے مجھے اس شدت کے ساتھ یاد نہیں آئی تھیں کیونکہ مجھے جلد ہی گھر چلے جانے کی امید تھی لیکن شوبھا کی باتیں سننے کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ میرا گھر جانا آسان نہیں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ کب تک میں گھر جا سکوں گا۔ اس لئے مجھ پر مایوسی چھانے لگی تھی اور مجھے امی وغیرہ شدت سے یاد آنے لگے تھے۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں امی ابو اور دیگر لوگوں سے مل کر واپس آ جاؤں۔ اس طرح انہیں پتہ چل جائے گا کہ میں زندہ ہوں۔" میں نے شوبھا سے کہا۔ وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔ "اس بارے میں تمہیں شاما سے ملاقات کے بعد بتاؤں گی۔"

"میری تم سے درخواست ہے کہ کوئی ایسی صورتِ حال بنا لینا کہ میں گھر واپس جا سکوں۔" میں نے ملتجیانہ انداز میں شوبھا سے کہا۔

"آئندہ تم مجھ سے اس انداز میں بات مت کرنا۔" شوبھا نے برا مانتے ہوئے کہا۔

"وہ..... دراصل..... میں۔" میں صرف اتنا ہی کہہ سکا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہوں۔

"تم نہیں جانتے کہ میرے دل میں تمہاری کتنی قدر ہے۔ میں تمہیں اپنا محسن سمجھتی ہوں۔ تم فکر نہ کرو میں جلد از جلد تمہیں گھر پہنچانے کی کوشش کروں گی۔ اگر میں شاکال کی شکست سے پہلے تمہیں مستقل طور پر تمہارے گھر پہنچانے کا بندوبست نہ کر سکی تو تب بھی کم از کم کوئی ایسی صورتِ حال بنا لوں گی کہ تم اپنے گھر والوں سے مل کر واپس آ سکو۔" شوبھا نے کہا۔ اپنی بات ختم کر کے وہ کچھ سوچنے لگی۔ میں نے بھی کوئی بات نہیں کی اور سوچوں میں ڈوب گیا۔

"کیا تم مجھے بتا سکتی ہو کہ شاکال اور شاما کون ہیں اور تم کون ہو؟" میں نے خاموش فضا میں اپنی آواز سے ارتعاش پیدا کرتے ہوئے شوبھا سے پوچھا۔ اس نے فوراً کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو وہ کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگایا کہ وہ ذہنی طور پر کشمکش میں مبتلا ہے۔ کچھ دیر بعد وہ بولی۔ "شاکال اور شاما پہلے بہت اچھے دوست ہوا کرتے تھے۔ یہ مجھے شاما نے بتایا تھا کیونکہ جب سے میں شاما کے پاس ہوں اسے شاکال کا دشمن ہی دیکھا ہے۔ خیر تو میں بتا رہی تھی کہ شاما اور شاکال پہلے اچھے دوست ہوا کرتے تھے۔ دونوں بڑے اچھے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے انہیں زندگی میں کبھی کوئی مالی پریشانی پیش نہیں آئی۔ دونوں نے اکٹھے بی اے کیا۔ اس کے بعد انہیں پُراسرار علوم سیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس شوق کے پیش نظر انہوں نے ایک استاد کی شاگردی اختیار کر لی۔ ان کے استاد نے انہیں آہستہ آہستہ مختلف سبق دینے شروع کر دیئے۔ اس کے بعد ایک روز ان کے استاد نے ان سے کہا اب اگر وہ دونوں مزید آگے کچھ سیکھنا چاہتے ہیں تو انہیں اپنے گھر بار چھوڑ کر اس کے ساتھ پہاڑوں میں چلنا ہوگا۔ شاما اور شاکال اس کے ساتھ چلنے پر تیار ہو گئے۔ ایک اور دلچسپ بات تمہیں بتاتی چلوں کہ شاما اور شاکال کے اصلی نام [illegible] کا نام شاما اور شاکال رکھا ہے۔ اسی طرح میرا نام کیتھرین

ہے اور میں کرسچن فیملی سے تعلق رکھتی ہوں۔ شاما اور شاکال اپنے استاد کے ساتھ پہاڑوں میں آ گئے تو استاد نے ان کی تربیت شروع کر دی۔ ایک روز ان کے استاد نے انہیں ایک خاص عمل سکھانا چاہا تو پتہ چلا کہ شاما کی طبیعت خراب ہے۔ استاد نے سوچا کہ جب شاما کی طبیعت ٹھیک ہو گی تو اسے بھی عمل بتا دیا جائے گا۔ اس عمل کے ذریعے کسی بھی انسان کو اپنے پاس ایک ڈیڑھ ماہ رکھنے کے بعد اسے کسی بھی بلا وغیرہ کی شکل میں تبدیل کیا جا سکتا تھا۔ تم نے شاکال کے پاس جتنی بلائیں وغیرہ دیکھیں اس نے ان سب کو اسی عمل کے ذریعے بنایا ہے۔ پہلے وہ سب بھی عام انسان ہی تھے اور میرا خیال ہے کہ اگر تم مزید کچھ عرصہ اس کے پاس رہتے تو ہو سکتا تھا کہ وہ تمہیں بھی اپنے کسی غلط مقصد کے لئے استعمال کرتا۔" شوبھا کی بات سن کر خوف کی ایک لہر مجھے اپنے جسم میں محسوس ہوئی۔ اسی وقت شوبھا نے میرے چہرے کی طرف دیکھا۔ شاید میرے اندرونی خوف کے تاثرات میرے چہرے پر نمایاں ہو گئے تھے اور شوبھا نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "اب تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ تم اس کی قید سے آزاد ہو چکے ہو اور اب وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہاں تو میں کیا بتا رہی تھی؟" شوبھا نے اپنا سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"تم بتا رہی تھیں کہ شاکال کو اس کے استاد نے عمل سکھا دیا جبکہ شاما کی طبیعت....." ابھی میں نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا تھا کہ شوبھا بولی۔ "ہاں ہاں مجھے یاد آ گیا۔ شاکال کو یہ عمل اس کے استاد نے تین دن میں سکھلایا۔ اس دوران شاما کی طبیعت خراب رہی۔ شاکال کو یہ عمل سکھانے کے دوسرے دن ہی شاما کے استاد کی طبیعت خراب ہو گئی۔ شاکال کسی کام سے کچھ دن کے لیے شہر گیا ہوا تھا۔ اسی دوران استاد کا انتقال ہو گیا۔ استاد مرنے سے پہلے شاما کو ایک ایسی کتاب دے گیا جس میں بہت سے عمل لکھے تھے۔ استاد نے یہ بھی کہا کہ جب شاکال واپس آئے تو شاما اور شاکال مل کر وہ عمل کر لیں۔ شاکال جب واپس آیا تو شاما نے اس سے وہ عمل سکھانے کو کہا جس کے ذریعے انسان کو بلا وغیرہ کا روپ دیا جا سکتا تھا۔ نہ جانے کیا سوچ کر شاکال نے شاما کو وہ عمل بتانے میں ٹال مٹول شروع کر دی اور اس سے وہ کتاب دیکھنے کی خواہش ظاہر کی جو استاد مرنے سے پہلے اسے دے گیا تھا۔ شاما نے ضد کی کہ شاکال پہلے اسے عمل بتائے کیونکہ اسے کچھ شک ہو گیا تھا کہ شاکال عمل بتانے سے گریز کر رہا ہے۔ شاکال نے کہا کہ پہلے اسے وہ کتاب دکھائی جائے۔ بس یہیں سے ان دونوں کے درمیان تلخیوں کا آغاز ہوا اور پھر بات اتنی بڑھ گئی کہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ اس وقت سے اب تک دونوں کی کوشش ہے کہ ایک دوسرے کو شکست دے دیں۔" شوبھا تفصیل بتانے کے بعد خاموش ہو گئی۔ شوبھا کی بتائی ہوئی باتیں اگر کوئی فرضی کہانی ہوتیں تو بہت دلچسپ ہوتیں اور ان سے محظوظ ہوا جا سکتا تھا۔ لیکن حقائق ہونے کی وجہ سے میں کافی حد تک پریشان اور خوفزدہ ہو گیا تھا۔ شوبھا کی بتائی ہوئی کئی باتیں بار بار میرے ذہن میں گردش کر رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد مجھے یاد آیا کہ شوبھا نے اپنے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں ہے۔

"تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"میں بھی ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ بچپن سے ہی مجھے ہپناٹزم وغیرہ سیکھنے کا شوق

تھا۔" شوبھا نے بتانا شروع کیا۔ "میں شاما کے گھر کے قریب ہی رہتی ہوں۔ اس لئے ان لوگوں سے ہماری پرانی واقفیت بھی ہے۔ ایک مرتبہ شاما گھر آیا تو باتوں باتوں میں' میں نے اسے اپنے شوق کے بارے میں بتایا۔ شاما نے مجھے بتایا کہ پُراسرار علوم کو سیکھنے کے لیے انسان کو دنیا سے تعلق تقریباً ختم کر دینا پڑتا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ میں اپنے شوق کی خاطر ایسا کر سکتی ہوں۔ یوں میں اس کے ساتھ رہنے لگی۔"

"تم پُراسرار علوم سیکھ کر کیا کرو گی؟" میں نے پوچھا۔

شوبھا دھیرے سے ہنسی اور بولی۔ "یہ بڑا دلچسپ شوق ہے۔ پُراسرار علوم سیکھنے کا خواہش مند کوئی بھی انسان یہ سب کچھ سیکھنا شروع کرتا ہے تو پھر اسے آگے ہی بڑھنے کی جستجو ہوتی ہے۔ شاکال والا واقعہ تو اتفاقاً ہمارے ساتھ پیش آگیا بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اتفاقاً شاما اور شاکال کے درمیان خوفناک دشمنی چل پڑی۔ ورنہ پُراسرار دنیا میں دشمنیاں کم ہی ہوتی ہیں۔ میں صرف شاکال کے خوف کی وجہ سے اپنا شوق ختم نہیں کر سکتی اور پھر مجھے یقین ہے کہ آج نہیں تو کل وہ ہمارے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اس لئے کہ شاما کے پاس اس سے زیادہ علم ہے۔" اس کے لہجے میں عزم اور ہمت کی آمیزش تھی۔ میں نے اپنے تکیے کو درست کیا اور آتشدان کی طرف دیکھا۔ اس میں آگ کچھ کم ہو چکی تھی۔ میں نے اپنا لحاف ہٹایا اور چارپائی سے اتر کر آتشدان کے قریب آگیا۔ آگ میں کچھ لکڑیاں ڈالنے کے بعد میں واپس اپنے بستر پر آکر بیٹھ گیا۔ لحاف لپیٹنے کے بعد میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "تم کس شہر کی رہنے والی ہو؟"

"میں دہلی کی رہنے والی ہوں۔ میرے والد کپڑے کے بیوپاری ہیں۔ دہلی میں ہمارا اپنا بنگلہ ہے۔" شوبھا نے بتایا۔

"تم کب تک شاما سے علوم سیکھتی رہو گی؟"

"اس سوال سے تمہارا کیا مطلب ہے؟" شوبھا نے جواب دینے کی بجائے مجھ سے سوال کر ڈالا۔

میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "میرا مطلب ہے لڑکیوں کے والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ لڑکیوں کی شادی مناسب وقت پر کر دی جائے جبکہ لڑکوں کے ساتھ ایسا مسئلہ نہیں ہوتا۔ یقیناً ایسی صورتِ حال تمہارے ساتھ بھی ہو سکتی ہے۔"

میری بات پر وہ مسکرا کر بولی۔ "فی الحال تو میرا اپنا ہی شادی وادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور پھر والدین سے بھی میں نے کہہ دیا ہے کہ میں کم از کم پانچ سال تک شادی نہیں کروں گی۔"

"تمہارے والدین نے تمہیں پُراسرار علوم سیکھنے سے منع نہیں کیا؟" میں نے پوچھا۔

شوبھا نے جواب دیا۔ "شاما کے اور ہمارے گھریلو تعلقات بہت ہی اچھے ہیں۔ شاما کے گھر والوں کو اتنا معلوم ہے کہ وہ ہپناٹزم اور مسمریزم کا ماہر بننا چاہتا ہے۔ اس کے لیے اس نے اپنا ٹھکانہ پہاڑوں میں بنا رکھا ہے۔ شاما اکثر گھر آتا جاتا رہتا ہے۔ اس لئے جب میں نے والدین کو بتایا کہ میں ہپناٹزم اور مسمریزم سیکھنے کے لیے شاما کے ساتھ جانا چاہتی ہوں تو انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔"

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ کس طرح میری کار خراب ہوئی اور پھر میرا ڈھانچوں وغیرہ سے

واسطہ پڑا۔ شاکال کہہ رہا تھا کہ وہ ڈھانچے شاما کے ہیں اور شاما انسانوں کو پکڑ کر انہیں ڈھانچوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ تم مجھے ان ڈھانچوں کی حقیقت بتاؤ۔" میں نے شوبھا سے پوچھا اور اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

"شاکال نے تم سے جھوٹ بولا ہے۔ شاما نے کبھی کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا۔ البتہ شاکال اب پوری طرح شیطان کا پجاری بن چکا ہے۔ یہ تمام ڈھانچے ان انسانوں کے ہیں جنہیں شاکال نے کچھ عملیات کی خاطر موت کے گھاٹ اتارا۔ پھر جب ایک بار شاما اور اس کی لڑائی ہوئی تو شاما نے ان ڈھانچوں کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ یہ ڈھانچے اب شاما کے علاقے کی حفاظت کرتے ہیں۔ تم ڈھانچوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو۔ انہوں نے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ وہ کسی کو بلاوجہ نقصان نہیں پہنچاتے۔ ان کا کام یہ ہے کہ وہ کسی کو شاما کے علاقے میں داخل نہ ہونے دیں۔ اس کے علاوہ بھی ان کے ذمے کئی کام ہیں۔" شوبھا نے بتایا۔

شوبھا اور میں کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ اچانک بادلوں کی گرج سنائی دی اور باہر تیز بارش ہونے کی آواز آنے لگی۔ میں نے غیرارادی طور پر شوبھا کی طرف دیکھا۔ وہ تکیے سے سر ٹکائے سو رہی تھی۔ میں نے اپنا تکیہ دیوار سے ہٹا کر چارپائی پر رکھ دیا اور لیٹ گیا پھر مجھے پتہ نہیں چلا کہ میں کس وقت نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ رات کے نہ جانے کون سے پہر میری آنکھ کھل گئی اور میں یہ بھی نہ سمجھ سکا کہ میری آنکھ کس وجہ سے کھلی ہے۔ ہو سکتا ہے لحاف میرے اوپر سے ہٹ گیا ہو اور سردی کی وجہ سے میری نیند ٹوٹ گئی ہو کیونکہ جب میری آنکھ کھلی تو لحاف کافی حد تک میرے اوپر سے ہٹا ہوا تھا۔ یا ہو سکتا ہے کہ آنکھ کھلنے کی کوئی اور وجہ رہی ہو۔ میں نے لحاف اپنے اوپر کھینچا اور ایک نظر شوبھا کی چارپائی کی طرف بھی ڈالی۔ یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ شوبھا وہاں نہیں تھی۔ میں نے سوچا ہو سکتا ہے کسی وجہ سے وہ باہر گئی ہو اور کچھ دیر بعد واپس آ جائے لیکن کافی دیر انتظار کے بعد بھی جب وہ نہ آئی تو مجھے تشویش ہوئی میں نے سوچا کہ کچھ دیر اور انتظار کر لینا چاہئے۔ میں نے ایک بار پھر دروازے کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ مجھے عجیب عجیب خیال آ رہے تھے۔ میں نے لحاف کو مزید ٹھیک کر کے اوڑھا تو خوف کی ایک لہر میرے جسم میں دوڑ گئی۔ مجھے وہ وقت یاد آگیا جب شاکال کے گھر پہلی مرتبہ میری آنکھ رات میں کھل گئی تھی اور تب میں نے دیکھا تھا کہ میرے ہاتھ انسانی ڈھانچوں کی طرح ہو رہے تھے۔ میں نے غیرارادی طور پر اپنے ہاتھ لحاف سے باہر نکال کر دیکھے اور انہیں صحیح حالت میں دیکھنے کے بعد واپس لحاف میں کر لیا۔ بادل زور سے گرجے تو خوف کی ایک لہر میرے بدن میں دوڑ گئی۔ شوبھا کا انتظار کرتے ہوئے مجھے کافی دیر ہو گئی تھی۔ میں اپنے بستر سے باہر آگیا۔ جوتے پہننے کے بعد میں نے اپنے بیگ میں سے برساتی نکالی اور اسے پہن کر دروازہ کھول دیا۔ باہر اندھیرا تھا اور پانی زور و شور سے برس رہا تھا۔ میں نے وہیں کھڑے کھڑے آس پاس کا جائزہ لینے کی کوشش کی مگر مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ میں کمرے سے باہر نکل آیا۔ باہر نکلتے ہی بارش کا پانی میرے سر اور کپڑوں پر گرنے لگا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ اندازے سے سارے گھر کا جائزہ لے کر شوبھا کی تلاش کرنی چاہئے۔ اتنا تو مجھے اندازہ تھا کہ گھر زیادہ بڑا نہیں ہے۔ میں اپنے دائیں طرف چل دیا۔ کچھ

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

دیر بعد میں نے پورے گھر میں شوبھا کو تلاش کر لیا لیکن وہ وہاں کہیں نہیں تھی۔ میں واپس کمرے میں گیا۔ آتشدان میں کچھ سرخ کوئلے دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے انہی سے ہاتھ تاپنے شروع کر دیے لیکن میرا ذہن مسلسل شوبھا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے سوچا اگر وہ گھر پر نہیں ہے تو پھر یقیناً باہر گئی ہوگی لیکن یہ بات مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس تاریکی اور بارش میں باہر کیا کرنے گئی ہے؟ میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے گھر سے باہر نکل کر بھی دیکھنا چاہئے اور میں بیرونی دروازے کی طرف تو گیا ہی نہیں تھا۔ اس لئے اسے دیکھ کر اس بات کا پتہ چل سکتا تھا کہ شوبھا باہر گئی ہے یا نہیں۔ میں فوراً اٹھا اور کمرے سے باہر آگیا۔ میں گھر کے بیرونی دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے دروازے کی چٹخنی کو ہاتھ سے چھو کر دیکھا تو کھلی ہوئی تھی۔ اس کا صاف مطلب تھا کہ شوبھا گھر سے باہر گئی ہے۔ باہر جانے کا خیال آتے ہی میرے بدن میں خوف کی لہریں دوڑنے لگیں۔ مجھے ڈر تھا کہ باہر جانے پر میرے ساتھ کوئی حادثہ یا خوفناک واقعہ نہ ہو جائے۔ میرے ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ مجھے اپنے کمرے میں جا کر آرام سے بستر پر لیٹ جانا چاہئے اور شوبھا کا انتظار کرنا چاہئے۔ اگر وہ نہیں آئی تو پھر صبح ہونے پر اسے تلاش کرنا چاہئے لیکن میں نے سوچا کہ مجھے گھر سے باہر نکل کر کم از کم آس پاس تو دیکھ ہی لینا چاہئے لیکن ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا اور کچھ بھی واضح نظر نہیں آ رہا تھا۔ البتہ اندھیرے میں کچھ دیر رہنے کی وجہ سے مجھے ہلکا ہلکا دکھائی دینے لگا تھا لیکن اب بھی میں زیادہ دور کی چیزیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور پھر گردن باہر نکال کر ادھر ادھر دیکھا۔ کچھ دکھائی نہ دیا۔ میں گھر سے باہر آگیا۔ ابھی میں واپس گھر میں جانے یا نہ جانے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک آسمان پر بجلی چمکی۔ چند لمحوں کے لیے سارا ماحول روشن ہوگیا۔ اسی روشنی میں' میں نے دور دور تک دیکھا مگر شوبھا کہیں نظر نہ آئی۔

"کیا شوبھا کو تلاش کر رہے ہو؟" اچانک میرے دائیں جانب سے آواز آئی۔ میں نے چونک کر دائیں جانب دیکھا۔ وہاں ایک شخص کھڑا تھا جس کے خد و خال واضح طور پر مجھے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اس نے جسم پر کالا لباس پہن رکھا تھا پھر غور سے دیکھنے پر مجھے اندازہ ہوا کہ اس نے منہ پر بھی کالا کپڑا لپیٹ رکھا ہے۔

"تم کون ہو؟" میں نے حیرت اور پریشانی سے پوچھا۔ وہ شخص دھیرے سے ہنس کر بولا۔ "تم شاید کچھ زیادہ ہی خوفزدہ ہو؟"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے اس سے جھوٹ کہا حالانکہ میں کچھ خوفزدہ بھی تھا۔

"شوبھا ہی نے مجھے بھیجا ہے۔ شاکال کے کچھ ساتھیوں نے اس پر حملہ کر دیا تھا۔ اس لئے شوبھا کو اپنے دفاع کے لیے یہاں سے جانا پڑا۔ اس نے ہی مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ شوبھا نے کہا تھا کہ میں دھیرے سے تمہارے کمرے میں داخل ہو جاؤں اور اگر تمہیں سوتا ہوا دیکھوں تو تمہیں جگا کر تمام صورتِ حال سے آگاہ کر دوں لیکن تم یہیں مل گئے۔"

"لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں وہی آدمی ہوں جس کے پاس جانے کے لیے شوبھا

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

تمہیں بھیجا ہے؟" میں نے تشویش ظاہر کی۔

"ایک بات تو یہ ہے کہ اس نے مجھے تمہارا حلیہ بتا دیا تھا اور پھر تم اچھی طرح جانتے ہو کہ پُراسرار دنیا میں کسی کو پہچاننا کوئی مشکل کام نہیں۔" اس شخص نے وضاحت کی۔

میں نے مطمئن ہو کر گردن ہلائی۔ "شوبھا اس وقت کہاں ہے؟"

"وہ گاؤں سے باہر ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ لے آؤں تاکہ تم شاکال کی طرف سے کسی بھی قسم کے حملے سے محفوظ رہ سکو۔" اس شخص نے وضاحت کی۔

"کیا میں اپنا سامان بھی ساتھ لے لوں؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"ہاں اگر ضروری ہو تو لے لو۔" اس نے جواب دیا۔

"اچھا تم یہیں رکو میں ابھی آتا ہوں۔" میں نے کہا اور کمرے میں آگیا۔ اپنا بیگ وغیرہ اٹھانے کے بعد میں نے حسرت سے اس کمرے کا جائزہ لیا۔ کتنا سکون تھا یہاں جبکہ اب مجھے باہر سردی میں جانا تھا اور پتہ نہیں کب تک ایسے حالات میں رہنا تھا۔ پھر میں کمرے سے باہر آگیا۔ میں نے مالک مکان کے کمرے کے دروازے پر ایک نگاہ ڈالی اور گھر سے باہر آگیا۔ "لے آئے سامان؟" باہر موجود شخص نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"چلو آؤ میرے ساتھ۔" اس نے کہا اور ایک طرف چلنے لگا۔

"کیا اب بھی شوبھا شاکال کے ساتھیوں سے جنگ میں مصروف ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں لیکن یہ جنگ تمہاری بندوق گولی والی نہیں ہے۔ یہ عملیات کی جنگ ہے اور شوبھا اس وقت عملیات میں مصروف ہے۔" اس شخص نے بتایا۔ کچھ دیر ہم خاموشی سے چلتے رہے پھر میں نے اس شخص سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

"میں شوبھا کا ساتھی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"شوبھا کا ساتھی....." میں نے حیرت سے کہا۔ "لیکن شوبھا نے تو تمہارے متعلق نہیں بتایا تھا۔"

"شاکال کی طرف سے حملے سے پہلے شوبھا کو بھی معلوم نہیں تھا کہ اور ساتھی اس کی مدد کے لیے پہنچ جائیں گے۔" اس نے بتایا۔

"میں اب بھی کچھ سمجھ نہیں سکا ہوں۔" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

اس نے دھیرے سے ہنس کر کہا۔ "ہمارے ساتھ رہو گے تو تمہیں اکثر باتیں سمجھ نہیں آئیں گی۔ خیر ہم تمہیں بتا دیا کریں گے۔ شاما کو معلوم ہو چکا تھا کہ شوبھا شاکال کی قید سے آزاد ہو چکی ہے اور اس کے علاقے سے باہر آ چکی ہے۔ شاما نے ہمیں اسے لانے کے لئے بھیجا لیکن ہمارے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی شاکال نے اس پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کے متعلق شوبھا کو علم ہو گیا۔ اس نے بروقت کارروائی کر کے اس حملے کو ناکام بنا دیا ادھر ہم بھی اس کی مدد کو پہنچ گئے۔"

"اب ہمیں مزید کتنی دور جانا ہے؟" میں نے پوچھا۔ دراصل مجھے سردی محسوس ہو رہی تھی اور میں چاہتا تھا کہ جلد از جلد شوبھا کے پاس پہنچ جاؤں۔ مجھے امید تھی کہ وہاں سردی سے بچنے کا

بندوبست ہو گا۔

"زیادہ دور نہیں ہے۔ ویسے بھی ہم گاؤں کے باہر تو آ چکے ہیں۔" اس شخص نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ کچھ دیر چلنے کے بعد وہ شخص مجھے لے کر ایک ٹوٹے پھوٹے کھنڈر میں آ گیا۔ میں اس کی رہنمائی میں چلتا ہوا کھنڈر کے ایک ٹوٹے ہوئے کمرے میں آ گیا۔ کمرے میں ایک جانب کچھ لکڑیاں جل رہی تھیں جن کی روشنی میں کمرے کی ہر چیز کافی حد تک واضح نظر آ رہی تھی۔ لکڑیوں کے جلنے کی وجہ سے یہاں باہر کی نسبت سردی بہت کم تھی اور مجھے یہاں کافی سکون محسوس ہو رہا تھا۔ اچانک میں ٹھٹک گیا۔ شوبھا ایک جانب رسیوں سے بندھی پڑی تھی۔ "یہ سب کیا ہے؟" میں نے حیرت سے اس شخص سے پوچھا۔ اس نے نقاب ابھی تک چہرے سے نہیں ہٹائی تھی۔ وہ ہنس کر بولا۔ "تمہیں نظر نہیں آ رہا یہ سب کیا ہے؟"

میں کچھ پریشان ہو گیا۔ "دیکھو تمہیں یہاں تک کندھے پر اٹھا کر لانا ذرا مشکل کام تھا۔ اس لئے میں تمہیں پیدل چلا کر لے آیا۔ تم کیا سمجھتے تھے کہ شاکال کمزور انسان ہے۔ اب تم دونوں کو واپس وہیں پہنچا دیا جائے گا۔" میں اس کی بات سن کر خوفزدہ ہو گیا اور اس کی طرف دیکھا۔ ابھی میں مزید کچھ سوچنا چاہتا تھا لیکن مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھ پر غنودگی طاری ہو رہی ہے اور پھر چند ہی لمحوں میں' میں دنیا کی ہر چیز سے بے خبر ہو گیا۔

☆..........☆..........☆

میری آنکھ کھلی تو مجھے پہلے تو سمجھ ہی نہ آیا کہ میں کہاں ہوں۔ مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے گردن اِدھر اُدھر گھما کر جائزہ لینا چاہا لیکن اندھیرے کی وجہ سے مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ میں رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ مجھے یاد آ گیا کہ مجھے شاکال کے ساتھیوں نے یہاں تک پہنچایا ہے اور پھر اس بات کی بھی تصدیق ہو گئی کہ میں اس وقت شاکال کے گھر کے اس تہہ خانے میں ہوں جہاں سے میں نے شوبھا کو آزاد کرایا تھا کیونکہ میرے نتھنوں میں وہی ناگوار بو آ رہی تھی جو میں نے پہلے شوبھا کو آزاد کراتے وقت محسوس کی تھی۔

"شوبھا!" میں نے دھیرے سے کہا۔ مجھے یقین تھا کہ شوبھا میری طرح یہیں آس پاس رسیوں سے بندھی پڑی ہو گی۔ میں نے کئی مرتبہ پکارا مگر مجھے کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے مزید آواز نہیں دی۔ کچھ دیر بعد مجھے ہلکا ہلکا دکھائی دینے لگا۔ اب مجھے سیڑھیاں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔ میں نے زمین پر نظریں دوڑائیں۔ مجھ سے کچھ دور ایک بڑی سی گٹھڑی پڑی دکھائی دی۔ غور سے دیکھنے پر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ شوبھا ہے۔ اس کی خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ بے ہوش ہے۔ میں نے سر زمین پر ٹکا دیا اور چھت کی طرف دیکھ کر سوچنے لگا کہ اب میرا اور شوبھا کا کیا بنے گا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر شاکال نے ہمیں موت کے گھاٹ نہ اتارا تب بھی وہ ہمیں سخت ترین سزائیں دے گا۔ مجھے اچانک خیال آیا کہ شاکال عام انسانوں کو بلائیں وغیرہ بنا دیا کرتا ہے تو میں خوف سے کانپ اٹھا۔ میں ان خوفناک اور بدشکل بلاؤں کو دیکھ چکا تھا اور میں قطعاً یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں اپنا وجود کھو کر کوئی بلا بن جاؤں۔ کچھ دیر مجھ پر شدید خوف طاری رہا پھر آہستہ آہستہ اس میں کمی آنے لگی۔ کچھ دیر بعد میرا خوف کافی حد تک کم ہو گیا اور میں شاکال کی قید سے آزاد ہونے کی کوئی ترکیب سوچنے لگا۔ بہت سوچ بچار کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ میرے پاس یہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ شوبھا کے بارے میں' میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ کیا اس کے پاس یہاں سے نجات پانے کا کوئی راستہ ہے یا نہیں۔ اس کے لیے شوبھا سے بات چیت بہت ضروری تھی اور بات کے لیے یہ بہت ضروری تھا کہ شوبھا ہوش میں آ جائے۔ میں نے گردن کچھ اوپر کی اور شوبھا کی طرف دیکھا۔ وہ اب تک اسی حالت میں پڑی تھی۔ جیسا کہ میں نے پہلے اسے دیکھا تھا۔ میں نے سر ایک بار پھر زمین پر ٹکا دیا۔ مجھے اب اپنے سر میں کچھ درد محسوس ہو رہا تھا۔ کچھ دیر بعد مجھے شوبھا کے کراہنے کی آواز آئی۔ میں نے فوراً سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کا جسم کچھ جنبش کر

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

رہا تھا۔ "شوبھا کیا تم ٹھیک ہو؟" میں نے پوچھا۔ کچھ دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ شاید وہ پوری طرح ہوش میں نہیں آئی تھی۔ پھر وہ بولی۔ "تمہیں بھی ان لوگوں نے قید کر لیا ہے؟"

"ہاں لیکن پہلے یہ بتاؤ کیا تم ٹھیک ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں بس ٹھیک ہی ہوں۔" اس نے کراہنے کے انداز میں جواب دیا۔

"آخر ہم شاکال کی گرفت میں آئے کیسے؟" میں نے پوچھا اور اپنا سر زمین سے ٹکا لیا کیونکہ گردن اوپر رکھنے کی وجہ سے مجھے تکلیف ہو رہی تھی۔

"شاکال بہت ہی عیار اور مکار دشمن ہے۔ اس نے میرے بنائے ہوئے حصار کو توڑ کر ہمیں اپنی گرفت میں لے لیا۔" اس نے بتایا۔

"کیا تم اب کچھ نہیں کر سکتیں؟"

"نہیں۔" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"لیکن کیوں؟" میں نے حیرت اور پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

"اس لئے کہ اب ہم اس کے حصار میں ہیں اور یہ حصار اس کمرے تک ہے اور اس حصار کو توڑنے کا عمل مجھے نہیں آتا۔ اب ایک ہی صورت ہے کہ اگر کوئی ہمیں اس کمرے سے باہر نکال دے تو میں شاکال کا مقابلہ کر سکتی ہوں۔ شاکال بہت محتاط آدمی ہے۔ اس نے ہمیں ایک تو حصار میں قید کیا ہوا ہے۔ دوسرا اس نے ہمیں رسیوں سے بھی جکڑ دیا ہے۔" شوبھا نے بتایا۔

"اس کا مطلب ہے کہ جب تم پہلے یہاں قید تھیں تب بھی شاکال نے تمہارے گرد حصار کھینچا ہوا تھا اور میرے یہاں سے نکال دینے کی وجہ سے تم حصار سے آزاد ہو گئی تھیں۔" میں نے پوچھا ویسے میں سمجھ چکا تھا کہ کوئی اور شخص تو کسی کو حصار سے باہر نکال سکتا تھا لیکن جو شخص خود قید ہو' وہ اپنی کوشش سے آزاد نہیں ہو سکتا تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ پچھلی مرتبہ بھی شاکال نے میرے گرد حصار کھینچ رکھا تھا اور اس حصار سے نکلنے کے دو ہی راستے تھے یا تو حصار ختم ہو جائے یا پھر باہر سے کوئی شخص اندر آ جائے تو حصار ختم ہو جاتا ہے۔" شوبھا نے بتایا۔

"کیا شاما ہماری مدد نہیں کر سکتا؟" میں نے پُرامید لہجے میں پوچھا۔

"شاید نہیں۔ اس لئے کہ اگر وہ ایسا کر سکتا تو مجھے پچھلی مرتبہ ہی آزاد کروا لیتا۔ شاکال بھی کافی طاقتور ہے۔ اس لئے اس کی قید سے کسی کو آزاد کروا لینا آسان کام نہیں۔" شوبھا نے بتایا۔ میں خاموش رہا اور سوچنے لگا کہ اب پتہ نہیں کیا ہو گا۔

"شاکال ہمارے ساتھ نہ جانے کیا کرے گا؟" میں نے اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "شوبھا تمہارا کیا خیال ہے شاکال اب ہمارے ساتھ کیسا سلوک کرے گا؟"

وہ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔ "وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔" شوبھا کی بات سن کر میرے جسم میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی کیونکہ اچانک مجھے خیال آگیا تھا کہ شاکال ہمیں موت کے گھاٹ بھی اتار سکتا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ شاکال ایسا نہ کرے۔ میں نے شوبھا کی طرف سے اس سلسلے میں کسی اچھے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

جواب کی توقع رکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔ "شوبھا کیا شاکال ہمیں مار دے گا؟"

"اس بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا اگر وہ زیادہ غصے میں ہوا تو ہو سکتا ہے ہمیں مار دے ورنہ ہمیں کوئی کڑی سزا بھی دے سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہمیں کوئی بلا یا سانپ وغیرہ بنا دے۔" شوبھا نے جذبات سے عاری لہجے میں بتایا۔ شوبھا کی بات سن ایک بار پھر میرے جسم میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ شاید شوبھا نے محسوس کر لیا تھا کہ میں خوفزدہ ہوں۔ وہ بولی۔ "تم زیادہ فکر نہ کرو۔ اسے آنے دو۔ میں بھرپور کوشش کروں گی کہ وہ ہمیں کوئی سزا نہ دے اور صرف قید میں رکھنے پر ہی اکتفا کرے۔" شوبھا کی بات سن کر میرے دل کو کچھ دیر کے لیے اطمینان محسوس ہوا لیکن پھر مجھ پر خوف غالب آنے لگا۔ کبھی مجھے خیال آتا کہ شاید شاکال مجھے کوئی خوفناک بلا بنا دے گا اور کبھی خیال آتا کہ شاید مجھے کسی بلا کے حوالے کر دے گا جو مجھے کچا چبا جائے گی۔ مجھے شاکال کی ساتھی بلاؤں کا خیال آنے لگا۔ ان کی شکلیں ذہن میں ابھرتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اچانک تہہ خانے کے دروازے پر کچھ آہٹ ہوئی اور میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ خوف میں مزید اضافہ ہو گیا اور مجھے یوں لگا کہ جیسے میرا آخری وقت قریب آ رہا ہو۔ کیونکہ آہٹ سن کر مجھے اندازہ ہوا تھا کہ اب کچھ ہی دیر بعد شاکال اندر آئے گا اور ہماری موت کا فیصلہ سنا دے گا۔

"کوئی آ رہا ہے۔" میں نے دھیرے سے کہا۔

"ہاں' ہمیں ایسا ظاہر کرنا ہے جیسے ہم بے ہوش ہیں۔" شوبھا نے میری بات کا جواب دینے کے بعد ہدایت دی۔

"اس سے کیا ہو گا؟" میں نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔

"شاید ہمارے بچنے کا کوئی راستہ نکل آئے۔" شوبھا نے وضاحت کی۔ ہم دونوں تہہ خانے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد دروازہ کھل گیا اور تیز روشنی نظر آئی جس سے اندازہ ہوا کہ اس وقت دن ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ شوبھا نے آنکھیں تقریباً بند کر لی ہوں گی اور چوری چوری تہہ خانے کے دروازے کی طرف دیکھ رہی ہو گی۔ میں نے بھی آنکھیں کافی حد تک بند کر لیں۔ اگر کوئی میری طرف دیکھتا تو اسے یہی محسوس ہوتا کہ میری آنکھیں بند ہیں لیکن میں تھوڑی سی کھلی ہوئی آنکھوں کے ساتھ دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد کسی کی ٹانگیں نظر آئیں۔ کوئی سیڑھیاں اتر کر نیچے آ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ آنے والے کے جسم کا باقی حصہ بھی نظر آنے لگا اور بالآخر اس کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ وہ شاکال نہیں بلکہ کوئی اور آدمی تھا۔ اس نے ہمارے قریب آ کر کھڑے کھڑے ہمارا بغور جائزہ لیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے پیر سے مجھے ہلکی سی ٹھوکر لگائی۔ یقیناً وہ یہ بات معلوم کرنا چاہتا تھا کہ مجھے ہوش آ گیا ہے یا نہیں۔ میں شوبھا کی ہدایت کے مطابق بے ہوش بنا ہوا تھا۔ پھر اس نے شوبھا کو بھی ایک ٹھوکر لگائی لیکن وہ بھی بے ہوش بنی ہوئی تھی۔ وہ آدمی کچھ دور جا کر کھڑا ہو گیا' تہہ خانے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ وہ کسی کا انتظار کر رہا ہے۔ کچھ دیر بعد اوپر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ ایک بار پھر میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ کسی کی ٹانگیں نظر آنے لگیں۔ وہ شخص سیڑھیاں اتر کر نیچے آنے لگا۔ وہ جیسے جیسے نیچے آ رہا تھا میرے دل کی

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں اور جسم میں شدید خوف کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ کچھ ہی دیر بعد آنے والے شخص کا چہرہ نظر آیا۔ وہ بھی شاکال نہیں تھا بلکہ کوئی اور تھا۔ اپنے سامنے موجود دونوں آدمیوں کو میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

"شامبو کیا یہ لوگ ہوش میں نہیں آئے؟" نئے آنے والے نے پہلے سے موجود شخص سے پوچھا۔

"نہیں ابھی تک بے ہوش ہی ہیں۔" شامبو نے جواب دیا اور ہماری طرف دیکھنے لگا۔ نیا آنے والا شخص بھی ہمارے قریب ہی آ کر کھڑا ہو گیا۔ "چلو چل کر شاکال کو بتا دیں کہ یہ دونوں ابھی تک ہوش میں نہیں آئے ہیں۔" نئے آنے والے نے شامبو سے کہا۔

"ہاں چلو۔" شامبو نے ہم دونوں کا بغور جائزہ لینے کے بعد کہا اور وہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھنے لگے۔

"میں نے شاکال سے کہا ہے کہ اس آدمی کو....." اس نے اتنا کہا پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "کیا نام بتایا تھا اس کا؟"

"سلطان!" شامبو نے جواب دیا۔

اس شخص نے کہا۔ "ہاں سلطان کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہمیں اپنے عملیات کے لیے اس کی ضرورت ہے لیکن وہ مانا نہیں۔"

"مان جائے گا یار وہ۔" شامبو نے اسے کہا۔

"نہیں یار وہ نہیں مانے گا۔" دوسرے شخص نے حتمی لہجے میں کہا۔ شامبو نے رک کر اس سے پوچھا۔ "یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟" وہ شخص بھی رک گیا اور بولا۔ "وہ کہتا ہے کہ اسے ابھی فوج اور مضبوط کرنی ہے اور پھر سلطان پہلوٹھی کی اولاد ہے۔ اس کی اہمیت سے تو سب ہی واقف ہیں۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ ہماری ضد کے باوجود شاکال اسے ہمارے حوالے نہیں کرے گا۔"

"چلو آؤ پھر کوشش کرتے ہیں۔" شامبو نے کہا اور وہ دونوں خاموشی سے سیڑھیاں چڑھنے کے بعد اوپر چلے گئے۔ پھر انہوں نے دروازہ بند کر دیا۔ ایک بار پھر کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ ان کی باتیں سن کر میں اور زیادہ خوفزدہ ہو گیا۔ نہ جانے وہ دونوں مجھے اپنے کس عمل کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے جبکہ شاکال نے مجھے ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا اور مجھے اپنی فوج میں شامل کرنا چاہتا تھا اور میں جانتا تھا کہ اس کی فوج بلاؤں اور سانپوں وغیرہ پر مشتمل تھی۔ وہ مجھے بھی کوئی بلا وغیرہ بنانا چاہتا تھا۔

"تم نے کچھ نہیں کیا شوبھا؟" میں نے شوبھا سے پوچھا۔

"دراصل میں یہ جاننا چاہتی تھی کہ ان کے کیا ارادے ہیں؟" شوبھا نے جواب دیا اور خاموش ہو گئی۔

"اب کیا سوچا ہے تم نے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"اب اگر وہ لوگ آئیں تو ہمیں اپنے آپ کو بے ہوش ہی ظاہر کرنا ہے۔"

"لیکن اس سے کیا ہو گا؟" میں نے اس کی بات نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"وہ لوگ جتنی بار بھی ہمارے پاس آئے ہم یہی ظاہر کریں گے کہ ہم بے ہوش ہیں۔ ہاں آخر تنگ آ کر وہ لوگ ہمیں ہوش میں لانے کی کوشش کریں گے۔ ہمیں ٹھوکریں ماریں گے' ہمارے جسم پر پانی ڈالیں گے لیکن ہمیں اپنے آپ کو بے ہوش ظاہر کرنا ہے۔ تمام کوششوں کے بعد ممکن ہے وہ لوگ ہمیں اوپر لے جائیں اور ہماری رسیاں کھول دیں یا ڈھیلی کر دیں۔" شوبھا نے کہا۔ اس کی بات سن کر میں مایوس ہو گیا کیونکہ مجھے امید نہیں تھی کہ وہ لوگ ہماری رسیاں کھول دیں گے یا ڈھیلی کر دیں گے۔ میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "کیا تم اپنے علم کے ذریعے کچھ نہیں کر سکتیں؟"

"نہیں۔ اس لئے کہ ان لوگوں نے ایسے عمل کر دیئے ہیں کہ جب تک میں ان کی قید میں ہوں کچھ نہیں کر سکتی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ حصار ختم ہو جائے جو شاکال نے میرے لئے بنا رکھا ہے۔ حصار ختم ہونے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو شاکال خود ہی وہ حصار ختم کر دے یا پھر کوئی آدمی اندر آ جائے۔ اس لئے اب ہمارے پاس یہی راستہ ہے کہ ہم جسمانی طور پر انہیں گرفت میں لے لیں اور انہیں اپنے حکم پر چلنے پر مجبور کریں۔" شوبھا نے بتایا۔

"تم نے کہا کہ کوئی آدمی اندر آ جائے تو حصار ٹوٹ جاتا ہے۔ کیا ان دونوں آدمیوں کے اندر آنے سے بھی حصار ٹوٹ گیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ یہ دونوں بھی پُراسرار علوم کے ماہر ہیں اور اس سارے پُراسرار کھیل کو جانتے ہیں۔ اس لئے انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ کس طرح اندر آنے کے بعد بھی حصار کو قائم رکھنا ہے۔" شوبھا نے بتایا۔ میں نے مزید کوئی بات نہیں کی اور خاموش ہو گیا۔ میرا ذہن ایک بار پھر شاکال کی طرف چلا گیا اور پھر مجھے اس بات سے خوف محسوس ہونے لگا کہ وہ نہ جانے میرے ساتھ کیا کرے۔ میں نے سوچا کہ اب تو ہم لوگ قید میں آ ہی چکے ہیں اور جب کہ شوبھا نے بتایا ہے کہ ہم جسمانی طور پر ہی کچھ کر سکتے ہیں۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ اب میں اپنی بھرپور کوشش کروں گا کہ کسی طرح شاکال یا اس کے ساتھیوں کو اپنی گرفت میں لے سکوں۔ میں سوچنے لگا کہ مجھے ان کو گرفت میں لینے کے لئے کیا طریقہ استعمال کرنا چاہئے۔ بہت دیر تک میں سوچتا رہا لیکن کوئی ایسا طریقہ میری سمجھ میں نہ آیا جس پر عمل کر کے میں شاکال یا اس کے ساتھیوں کو گرفت میں لے سکتا۔ میں نے سوچا جس طرح کے حالات پیش آئیں گے' اس کی مناسبت سے کوئی کارروائی کروں گا۔ بہت دیر گزر گئی۔ شوبھا خاموش تھی۔ نہ جانے وہ کیا سوچ رہی تھی۔ میں بھی اپنی سوچوں میں گم تھا۔ اس لئے تہہ خانے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اچانک تہہ خانے کے دروازے پر آہٹ سنائی دی۔

"کوئی آ رہا ہے شاید۔" شوبھا نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں ایسا ہی لگتا ہے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں خاموش ہو کر دروازے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور پھر کسی کی ٹانگیں نظر آئیں۔ کوئی شخص اندر آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے دو آدمی اور بھی تھے۔ پھر پہلے شخص کا پورا جسم نظر آ جانے کے بعد اس کا چہرہ نظر آیا۔ اسے دیکھ کر میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ شاکال تھا۔ اس کے پیچھے آنے والوں میں ایک شامبو تھا اور دوسرا وہی شخص تھا جو پہلے تہہ خانے میں آ چکا تھا۔ میں نے آنکھیں تقریباً بند کر لی تھیں اور تھوڑی سی کھلی ہوئی

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"پھر کیا ہوا تھا؟" اس نے پوچھا۔

"میں نے کوشش کی تھی کہ ہم لوگ گر جائیں۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن کیوں؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"اس لئے کہ میں مزید اس طرح قید نہیں رہنا چاہتا۔" میں نے اسے بتایا۔ "میں چاہتا ہوں کہ شاکال اب ہم سے بات چیت کرے تاکہ اس کے ارادے معلوم ہو سکیں۔ میرے خیال میں اس طرح قید رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر شاکال ہم سے کوئی بات چیت کرے تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں کوئی ایسا موقع مل سکے کہ ہم لوگ اسے اپنی گرفت میں لے سکیں۔" شوبھا کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔ "یہ تم نے صحیح کہا کہ اگر شاکال ہم سے بات چیت کرے گا تو ہو سکتا ہے کوئی ایسی صورتِ حال پیدا ہو جائے کہ ہم اسے گرفت میں لے سکیں لیکن ابھی تک تم نے جو کچھ کیا وہ بہت خطرناک تھا۔ اس طرح ہم دونوں میں سے کوئی بھی شدید زخمی ہو سکتا تھا۔ جیسے شیتم زخمی ہو گیا ہے۔"

"میرا خیال تھا کہ نیچے گرنے کی وجہ سے ہمیں کوئی اچھا موقع مل جائے گا۔ اگر شاہو بھی بے ہوش ہو جاتا یا زیادہ زخمی ہو جاتا تو ہو سکتا تھا کہ ہم اس کے اوپر لیٹ کر اس کا سانس بند کر دیتے۔ اس طرح شیتم کا بھی خاتمہ کیا جا سکتا تھا اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس دوران ان کے پاس سے کوئی چاقو یا پستول وغیرہ ہمیں مل جاتا۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمیں ایسا کوئی موقع نہیں مل سکا۔" میں نے شوبھا کو بتایا۔

ہم دونوں بہت دیر تک خاموش رہے۔ اچانک اوپر آہٹ ہوئی تو میں نے بے اختیار اس طرف دیکھا۔ شاکال نیچے آ رہا تھا۔ پھر وہ ہمارے قریب پہنچ کر ایک سیڑھی پر بیٹھ کر نفرت بھرے لہجے میں شوبھا سے بولا۔ "تم کیا سمجھتی تھیں کہ مجھے دھوکا دے کر فرار ہو جاؤ گی؟" شوبھا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر شاکال مجھ سے مخاطب ہوا۔ "اور تم نے مجھے کیوں دھوکا دیا؟"

"مجھے معاف کر دو شاکال۔ مجھے تم لوگوں کی پُراسرار دنیا کی کچھ سمجھ نہیں آ رہی ہے۔ مجھے شوبھا نے کہا تھا کہ تم مجھے اسے آزاد کرانے کے جرم میں موت کے گھاٹ اتار دو گے۔ اس سے میں خوفزدہ ہو کر اس کے ساتھ چلا گیا تھا۔" میں نے ملتجیانہ انداز میں اس سے کہا۔ میں چاہتا تھا کہ شاکال پر اپنا اعتماد بحال کر کے کسی وقت اسے قابو میں لے لوں۔

"لیکن تم نے اسے آزاد کیوں کرایا تھا؟" شاکال نے پوچھا۔

میں نے اسے بتایا۔ "تمہارے جانے کے بعد میں نے اس کی چیخیں سنیں۔ یہ مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ میں کچھ سوچے سمجھے بغیر اس تک پہنچ گیا۔ اس نے مجھ سے جھوٹ بولا کہ یہ آس پاس کے کسی گاؤں کی رہنے والی ہے اور تم اس سے شادی کی خواہش رکھتے ہو۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس کے باپ کی طبیعت بہت خراب ہے اور وہ کسی وقت بھی مر سکتا ہے۔ بس اسی لئے میں نے اسے آزاد کرایا۔ یہ سب کچھ میں نے ہمدردی کی وجہ سے کیا تھا لیکن میں نے اسے آزاد کرانے سے پہلے وعدہ لے لیا تھا کہ یہ تم سے شادی کرے گی۔ میں نے یہ وعدہ اس سے اس لئے لیا تھا کہ تم مجھ پر ناراض نہ ہو لیکن بعد میں پتہ چلا کہ یہ تو تمہاری دشمن ہے اور تمہارے سب سے بڑے دشمن شاما کی ساتھی ہے۔ اس

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

نے مجھے بتایا کہ تم اس کے فرار ہونے کے بعد غصے میں مجھے مار ڈالو گے۔ بس اسی وجہ سے میں اس کے ساتھ چلا گیا تھا۔" شاکال کچھ دیر خاموش بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "مجھے نہیں معلوم کہ تم جھوٹ بول رہے ہو یا سچ۔ اس لئے میں تمہیں آزاد نہیں کروں گا۔"

"یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم مجھے آزاد کرو یا نہیں۔ میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل سچ ہے۔ اگر تم چاہو تو مجھے میری غلطی کی سزا دے سکتے ہو۔" میں نے کہا۔ میں اپنی باتوں سے ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ شوبھا مجھے دھوکے سے اپنے ساتھ لے گئی تھی اور اب بھی میری ہمدردیاں شاکال کے ساتھ ہیں۔

"شوبھا! پہلے تو میں چاہتا تھا کہ تم میری ساتھی بن جاؤ لیکن یہاں سے فرار ہو کر تم نے ثابت کر دیا کہ تمہاری ساری ہمدردیاں شاما کے ساتھ ہیں۔ اس لئے اب میں تم سے نہیں کہوں گا کہ تم میری ساتھی بن جاؤ۔ اب میں کوشش کروں گا کہ تمہیں اپنی فوج میں شامل کر لوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم بھی کافی علم جانتی ہو اور تمہیں کسی بلا وغیرہ کی شکل دینا میرے لئے بہت مشکل ہو گا لیکن میں اپنی بھرپور کوشش کروں گا کہ تم میری فوج میں شامل ہو جاؤ۔"

"تم ایسا نہیں کر سکو گے شاکال۔" شوبھا نے حقارت سے کہا۔

"میں نے کب کہا ہے کہ میں ایسا لازمی کر سکوں گا لیکن میں اپنی پوری کوشش ضرور کروں گا۔" شاکال نے طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہاری ساری کوششیں ناکام ہو جائیں گی۔" شوبھا نے بڑے معنی خیز انداز میں شاکال کو گھور کر کہا۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟" شاکال نے ایک بار پھر لہجے کو طنزیہ رکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"اس لئے کہ شاید تمہیں علم نہیں کہ میں بندر کے خون والا عمل مکمل کر چکی ہوں۔" شوبھا نے اسے بتایا۔ شوبھا کی بات سن کر شاکال کے چہرے پر کچھ پریشانی کے آثار ابھر آئے۔ اس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد شوبھا سے کہا۔ "چلو تو پھر میں تمہیں اپنی فوج میں شامل نہیں کروں گا لیکن تم میری قید میں تو رہو گی ناں۔"

"شاما کسی بھی وقت حملہ کر کے مجھے چھڑا لے گا۔" شوبھا نے حقارت بھرے لہجے میں کہا۔

"اگر اس نے حملہ کیا تو اسے منہ کی کھانی پڑے گی۔" شاکال نے مکا ہوا میں لہراتے ہوئے غصے سے کہا۔

"یہ مت بھولو کہ وہ پہلے بھی کئی مرتبہ تمہیں مٹی چٹا چکا ہے۔" شوبھا نے گویا اسے معلومات فراہم کیں۔

"وہ پہلے کی بات تھی۔" شاکال نے کہا پھر وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "میں اب اپنے ساتھیوں کی دیکھ بھال کے لیے جا رہا ہوں۔ اگر تمہیں بھوک لگی ہو تو تمہیں کچھ کھانے کو دے سکتا ہوں۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" شوبھا نے نفرت سے منہ دوسری طرف کرتے ہوئے کہا۔

"تمہیں تو بھوک لگی ہوگی؟" شاکال نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں' مجھے بھوک لگی ہے۔" میں نے چہرے پر مظلومیت سجاتے ہوئے کہا۔

آنکھوں سے ان تینوں کو دیکھ رہا تھا۔ یقیناً شوبھا نے میری ہی طرح آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ وہ تینوں ہمارے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ شاکال نے غور سے ہمارا جائزہ لینے کے بعد کہا۔ "لگتا ہے یہ لوگ ابھی تک ہوش میں نہیں آئے۔" شامبو نے میرے نزدیک آکر مجھے پیر سے ٹھوکر لگانے کے بعد کہا۔ "ہاں یہ تو بے ہوش ہے۔" پھر اس نے شوبھا کو بھی ایک ٹھوکر لگائی اور بولا۔ "یہ بھی بے ہوش ہے۔"

"پھر اب کیا کیا جائے؟" اس شخص نے شاکال سے پوچھا جس کا نام ابھی تک مجھے معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ شاکال کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر بولا۔ "شامبو میرا خیال ہے انہیں اوپر لے چلو۔" پھر دوسرے شخص سے مخاطب ہوا۔ "شیتم تم اس لڑکے کو اٹھالو اور شامبو تم شوبھا کو سنبھالو۔" اس شخص نے جس کا نام شیتم تھا' جھک کر مجھے اٹھا لیا۔ اب میں اس کے کندھے پر جھول رہا تھا جبکہ شامبو نے شوبھا کو اٹھا لیا۔ شاکال ان کے آگے آگے چلنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ لوگ ہمیں اوپر کمرے میں لے آئے۔ "کہاں لٹاتا ہے ان لوگوں کو؟" شامبو نے شاکال سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے باہر صحن میں لے آؤ۔ وہاں دھوپ بھی ہے اور ہوا بھی۔ ہو سکتا ہے یہ لوگ وہاں جلدی ہوش میں آ جائیں۔" شاکال نے کہا اور کمرے سے باہر چل دیا۔ شامبو اور شیتم بھی اس کے پیچھے ہو لئے۔ صحن میں آنے کے بعد شاکال بولا۔ "ذرا رکو میں دری لے آؤں۔" پھر وہ کمرے میں گیا اور ایک دری لا کر صحن میں بچھانے کے بعد بولا۔ "ہاں اب لٹا دو ان لوگوں کو۔" شامبو اور شیتم نے ہمیں دری پر لٹا دیا۔ "جاؤ ایک گلاس پانی لے آؤ۔" شاکال نے شامبو سے کہا تو وہ باورچی خانے کی طرف چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ آیا تو اس کے ہاتھ میں پانی کا ایک گلاس تھا۔ اس نے گلاس شاکال کو تھما دیا۔ شاکال نے پانی کے کچھ چھینٹے میرے منہ پر مارے۔ میں نے پانی منہ پر پڑنے کے باوجود اپنے چہرے سے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں ہوش میں ہوں۔ پھر اس نے شوبھا کے منہ پر پانی چھڑکنا شروع کر دیا لیکن شوبھا نے بھی ظاہر نہ ہونے دیا کہ وہ ہوش میں ہے۔ "انہیں کچھ دیر یہیں رہنے دو۔ تم لوگ میرے ساتھ آؤ۔" شاکال نے شامبو اور شیتم سے کہا پھر وہ دونوں ایک کمرے میں چلے گئے۔ میرا اور شوبھا کا چہرہ کافی قریب تھا۔ میں نے یہ تسلی ہو جانے کے بعد کہ شاکال اور اس کے ساتھی کمرے میں جا چکے ہیں' دھیرے سے شوبھا سے کہا۔ "یہ لوگ تو ہمیں نہیں کھول رہے۔"

"ہو سکتا ہے کچھ دیر بعد کھولیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نہ کھولیں۔ بہرحال ہمیں موقع کی تلاش میں رہنا چاہئے۔" شوبھا نے دھیرے سے کہا۔ ہم دونوں نے مزید کوئی بات نہیں کی۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ کے بعد شاکال اور اس کے ساتھی پھر ہمارے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے ہمارا جائزہ لیا لیکن شوبھا اور میں اب بھی بے ہوش پڑے تھے۔ "انہیں واپس چھوڑ آؤ۔" شاکال نے شامبو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ایک بار پھر ان پر پانی ڈال کر تو دیکھو۔" شیتم نے مشورہ دیا۔

"رہنے دو۔ آکر دیکھیں گے۔ ابھی وقت نہیں ہے۔" شاکال نے کہا۔ اس کی بات سے ظاہر تھا کہ وہ لوگ جلدی میں ہیں اور کہیں جانا چاہتے ہیں۔ شیتم اور شامبو نے مزید کوئی بات نہیں کی اور ہمیں کندھوں پر اٹھا [illegible] بار پھر تہہ خانے کی طرف چل پڑے۔ شامبو آگے تھا اور شوبھا کو اس نے اٹھایا

ہوا تھا جبکہ شیتم نے مجھے اٹھا رکھا تھا اور شامبو کے پیچھے چل رہا تھا۔ شاکال صحن ہی میں دری پر بیٹھ گیا تھا۔ شامبو احتیاط کے ساتھ تہہ خانے میں اترنے لگا۔ اس کے بعد شیتم بھی نہایت محتاط انداز میں سیڑھیاں اترنے لگا۔ میں نے سوچا کہ اگر میں سیڑھیوں سے شیتم کو گرا دوں تو ہو سکتا ہے کہ ایسی کوئی صورت حال بن جائے جو ہمارے حق میں ہو حالانکہ ایسا کرنے سے مجھے کوئی خاص فائدہ مند صورت حال سامنے آنے کی توقع نہیں تھی لیکن پھر بھی میں نے سوچا کہ ایسا کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ اس طرح یہ خطرہ بھی تھا کہ مجھے اور شوبھا کو چوٹ لگ جائے گی لیکن پھر بھی میں نے یہ خطرہ مول لینے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اپنے جسم کا سارا وزن نیچے کی طرف ڈال دیا جس سے شیتم اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن میں نے اپنے جسم کو اِدھر اُدھر کر کے اسے سنبھلنے نہیں دیا اور بالآخر وہ نیچے کی طرف گر پڑا۔ وہ اپنے سے آگے جاتے ہوئے شامبو سے ٹکرایا۔ یوں ہم چاروں سیڑھیوں پر گر گئے۔ میں نے اس پوری کارروائی کے دوران اپنے ذہن کو پوری طرح حاضر رکھا اور کسی بھی فائدہ مند لمحے کی تلاش میں رہا لیکن آخر تک کوئی ایسا موقع نہ مل سکا اور ہم چاروں نیچے فرش پر آ پڑے۔

"میں کہاں ہوں؟" میں نے ایسے ظاہر کیا جیسے مجھے ابھی ہوش آیا ہو۔ دراصل میں دوبارہ تہہ خانے میں قید نہیں ہونا چاہتا تھا اور میری خواہش تھی کہ اب شاکال اور اس کے ساتھی ہم سے بات چیت کریں تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ وہ ہمارے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں۔

"یہ سب کیا ہوا شیتم؟" شامبو نے دھیرے سے کراہ کر پوچھا۔ اسے کافی چوٹیں آئی تھیں۔ شیتم نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے اس کی طرف دیکھا۔ تب مجھے اندازہ ہوا کہ نیچے لڑھکنے کی وجہ سے میری گردن میں بھی چوٹ لگی ہے اور گردن گھمانے کی وجہ سے مجھے تکلیف ہونے لگی تھی۔ شیتم کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ اسے شاید سیڑھی کا کوئی کونہ لگا تھا اور وہ بے ہوش پڑا تھا۔ شوبھا کے بھی کراہنے کی آواز آئی۔ وہ شامبو کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ میرا دماغ اب بھی پوری طرح مستعد تھا۔ "لڑکی کو اپنے نیچے سے نکالو۔" میں نے آہستہ سے شامبو سے کہا۔ شامبو دھیرے دھیرے کھڑا ہونے لگا۔ اس نے دیوار کا سہارا لیا اور پھر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے شوبھا کے اوپر پڑے شیتم کو ایک طرف کیا۔ اس کے بعد وہ دھیرے دھیرے سیڑھیاں چڑھنے لگا اور میں اسے اوپر جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اب وہ شاکال کو نیچے پیش آنے والی صورتِ حال کے بارے میں بتائے گا پھر شاکال یہاں آکر سب کچھ سنبھال لے گا۔ یہ سب سوچ کر مایوسی کی وجہ سے میرے منہ سے ایک ٹھنڈی سانس نکلی اور میں نے اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ میرا منصوبہ ناکام ہو چکا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد شاکال ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اس نے میری اور شوبھا کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور شیتم کے سر کے زخم کو دیکھنے لگا پھر اس نے شیتم کو کندھے پر ڈالا اور تہہ خانے سے باہر لے گیا۔ اس کے جانے کے بعد شوبھا نے آہستہ سے مجھ سے پوچھا۔ "کیا شیتم کا پیر پھسل گیا تھا جو ہم لوگ نیچے گر پڑے؟" اسے شاید میری طرف سے کی جانے والی اس کارروائی کے بارے میں کچھ شک ہو گیا تھا۔

"اس کا پیر نہیں پھسلا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

اردو فینز کے لیئے pk7e@hotmail.com

شاکال نے ایک قہقہہ لگایا پھر بولا۔ "تمہاری پہلی سزا یہی ہے کہ یہاں بھوکے پڑے رہو۔"

"میں تم سے اپنی غلطی کی معافی مانگ چکا ہوں۔" میں نے اسے باور کرانے کی کوشش کی کہ میں اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بعد اس سے معافی کا خواستگار ہوں۔

"تمہارے بارے میں سوچوں گا میں۔" شاکال نے کہا اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے کے بعد اس نے تہہ خانے کا دروازہ بند کر دیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔

"کیا خیال ہے شوبھا وہ معافی دینے کے بارے میں سوچے گا؟" میں نے ہلکی آواز میں شوبھا سے پوچھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری آواز تہہ خانے سے باہر جائے کیونکہ ہو سکتا تھا باہر شاکال کان لگائے ہماری باتیں سن رہا ہو۔ "میرا خیال ہے وہ تمہیں معاف نہیں کرے گا۔" شوبھا نے بھی ہلکی آواز میں جواب دیا۔

"پھر وہ کیا کر سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔ شوبھا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔ "ہو سکتا ہے وہ تمہیں....." اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔ میں چند لمحے اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "تم رک کیوں گئیں بات کرتے کرتے؟"

"وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔" شوبھا نے گویا بات ختم کرنے کی کوشش کی۔

"نہیں شوبھا۔ تم مجھے وہ بات بتاؤ جو تم کہتے کہتے رک گئی ہو۔" میں نے اصرار کیا۔

"میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ ہو سکتا ہے وہ تمہیں اپنی فوج میں شامل کرنا چاہتا ہو۔" شوبھا نے اٹک اٹک کر بتایا۔ شوبھا کی بات سن کر کچھ لمحے کے لیے میرے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ میں جانتا تھا کہ فوج میں شامل ہونے کا مطلب ہے کہ کسی بلا وغیرہ کی شکل اختیار کر لینا۔ پھر کچھ دیر بعد میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "تمہارا کیا خیال ہے وہ اچانک ہی مجھے بلا بنا دے گا؟"

"نہیں' تم غلط سوچ رہے ہو۔ اگر وہ تمہیں بلا بنانا چاہے تو اس کے پاس کوئی ایسا عمل نہیں ہے کہ ... اچانک تمہیں بلا بنا دے۔ اگر کسی کو بلا بنایا جاتا ہے تو اس پر کافی عرصے تک عمل کیا جاتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ سوتے میں انسان بلا کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ ہر رات انسان کے جسم کا کچھ حصہ بلا کے جسم کی شکل میں تبدیل ہوتا رہتا ہے جو صبح ہونے پر صحیح حالت میں ہوتا ہے۔ بس اس سارے چکر میں عامل کو صرف یہ خطرہ ہوتا ہے کہ جس پر وہ عمل کر رہا ہے اس کی سوتے میں آنکھ نہ کھل جائے کیونکہ ایسی صورت میں وہ انسان جس پر عمل کیا جا رہا ہوتا ہے وہ اپنے جسم کو تبدیل شدہ حالت میں دیکھ سکتا ہے اور خوفزدہ ہو کر اس کا دل بھی بند ہو سکتا ہے یا اس کا دماغی توازن بھی خراب ہو سکتا ہے۔" شوبھا نے مجھے بتایا۔ میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا اور میں بری طرح خوفزدہ ہو گیا۔ مجھے اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات یاد آ گئے۔ جب سوتے میں میری آنکھ کھل گئی تھی اور میں نے اپنے ہاتھوں کو انسانی ڈھانچے کے ہاتھوں کی طرح دیکھا تھا۔ اس وقت تو میں یہ سمجھا تھا کہ وہ میرا وہم تھا لیکن شوبھا کی باتیں سن کر مجھے شک ہوا کہ شاید شاکال مجھ پر عمل کر کے مجھے انسانی ڈھانچے کی شکل میں تبدیل کر رہا تھا۔ میں نے اپنی تسلی کے لیے شوبھا سے پوچھا۔ "کیا کسی انسان کو انسانی ڈھانچے کی شکل میں بھی اس طرح ... جاتا ہے؟"

اردو فینز کے لیئے pk7e@hotmail.com

"ہاں کئی انسانی ڈھانچے شاکال کی فوج میں شامل ہیں۔" شوبھا نے بتایا پھر کچھ دیر توقف کے بعد اس نے پوچھا۔ "لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"جب میں پہلے شاکال کے ساتھ یہاں رہ رہا تھا تو وہ مجھے ڈھانچے کی شکل میں تبدیل کر رہا تھا۔" میں نے اسے بتایا۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟" شوبھا نے حیرت سے پوچھا۔

"سوتے میں دو مرتبہ میری آنکھ کھل گئی تھی۔ تب میں نے دیکھا تھا کہ میرے ہاتھ کسی انسانی ڈھانچے سے ہو رہے تھے۔" میں نے شوبھا کو بتایا۔

"لیکن تم نے مجھے پہلے تو یہ بات نہیں بتائی۔" شوبھا نے کہا۔

"جب یہ واقعات میرے ساتھ پیش آئے تھے تو میں سمجھا تھا کہ شاید یہ میرا وہم ہیں لیکن آج تم نے جب انسان کو بلا کی شکل میں تبدیل کرنے کے بارے میں بتایا تو مجھے اپنے ساتھ گزرے واقعات یاد آ گئے۔" میں نے بتایا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر بولی۔ "شکر کرو کہ تم زیادہ عرصے تک شاکال کے پاس نہیں رہے ورنہ وہ تمہیں بھی اپنی فوج میں شامل کر چکا ہوتا۔" شوبھا نے کہا۔

"لیکن وہ تو اب بھی ایسا کر سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو اب میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گی۔" شوبھا نے کہا تو میرے دل کو کافی حد تک تسلی ہو گئی۔ ہم دونوں نے مزید کوئی بات نہ کی۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ میں نے بندھے ہونے کے باوجود کروٹ لینے کی کوشش کی تاکہ کچھ تھوڑی بہت ہی جسم کی حالت بدل جائے لیکن جیسے ہی میں نے جنبش کی۔ جسم کے کئی حصوں میں ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ مجھے احساس ہوا کہ سیڑھیوں سے گرتے ہوئے مجھے کافی چوٹیں لگی ہیں۔ "تمہیں زیادہ چوٹیں تو نہیں لگیں؟" میں نے اپنی چوٹوں کا احساس ہونے کے بعد شوبھا سے پوچھا۔

"گھٹنے میں زیادہ چوٹ لگی ہے اور اب تک تکلیف ہو رہی ہے۔ باقی جگہوں پر زیادہ چوٹیں نہیں لگیں۔" شوبھا نے بتایا۔ میں اس کی بات سن کر دل ہی دل میں شرمندہ ہونے لگا کیونکہ میری وجہ سے ہی اسے چوٹیں آئی تھیں۔ کچھ دیر بعد میں پھر سوچنے لگا کہ شاکال میرے ساتھ کیا کرے گا۔ کافی سوچ بچار کے بعد میں کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا پھر میں نے فیصلہ کیا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ میں بھرپور کوشش کروں گا کہ شاکال مجھے معاف کر دے اور اگر اس نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے مجھے معاف کرنے کے ارادے سے آزاد کیا تو میں پہلی فرصت میں اسے قتل کر دوں گا۔ قتل جیسا خوفناک قدم میں اس لئے اٹھانا چاہتا تھا کیونکہ مجھے اندازہ تھا کہ اگر میں نے اسے زیادہ مہلت دی تو وہ یا تو مجھے اپنی فوج میں شامل کرنے کے لیے کسی بلا وغیرہ کی شکل میں تبدیل کر دے گا یا کوئی اور خطرناک قدم اٹھائے گا۔ میں اپنے دل میں شاکال کے لیے منصوبہ ترتیب دینے کے بعد کافی حد تک مطمئن ہو گیا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد تہہ خانے کا دروازہ کھلا اور ایک بار پھر باہر کی روشنی سے تہہ خانہ منور ہو گیا۔ میں نے دیکھا شاکال نیچے آ رہا تھا۔ اس نے میرے قریب آ کر ایک نگاہ مجھ پر ڈالی پھر شوبھا کی طرف دیکھنے لگا۔ میں نے بھی شوبھا کی طرف دیکھا۔ وہ بھی شاکال کی طرف دیکھ رہی تھی۔ "تم کیا سمجھتی ہو کہ دو چار عمل سیکھنے

کے بعد مجھ سے زیادہ طاقتور ہو گئی ہو؟" شوبھا نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر شاکال نے میری طرف دیکھا۔ وہ کچھ لمحے بغور میرے چہرے کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر غصے اور تکبر کے آثار واضح طور پر نظر آ رہے تھے۔ "تم جیسے آدمی کو تو بہت خوفناک سزا دینی چاہئے۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔ میں چند لمحے خاموش رہا۔ اس دوران میں نے اپنے چہرے پر ایسے تاثرات لانے کی کوشش کی جس سے ظاہر ہو کہ نہ صرف میں خوفزدہ ہوں بلکہ اپنی حرکت پر بہت نادم بھی ہوں۔ پھر میں نے کہا۔ "تم چاہو تو مجھے موت کے گھاٹ اتار دو یا پھر کوئی بھی سزا دے دو۔ کیونکہ تم کچھ بھی کر سکتے ہو لیکن میں اب بھی یہی کہوں گا کہ میں نے جو کچھ بھی کیا خوفزدہ ہو کر کیا۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم مجھے مار دو گے تو یقین کرو میں کبھی بھی فرار ہونے کی کوشش نہ کرتا۔" میری بات سن کر شاکال سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے اسے میرے بیان میں کچھ سچائی لگ رہی ہو اور وہ اسی بارے میں سوچ رہا ہو۔ "ٹھیک ہے' میں ابھی تمہارے بارے میں مزید سوچوں گا پھر کوئی فیصلہ کروں گا۔" میں نے مزید کوئی بات نہیں کی اور نہایت مظلوم شکل بنا کر شاکال کی طرف دیکھنے لگا۔ شاکال ایک مرتبہ پھر شوبھا کی طرف متوجہ ہو گیا اور بولا۔ "شوبھا اب میں تم سے کوئی بات منوانے کی شرط نہیں رکھوں گا۔ پہلے جب تم میری قید میں تھیں تو مجھے امید تھی کہ تم شاما کا ساتھ چھوڑ دو گی اور میری ساتھی بن جاؤ گی۔ اس کے عوض جو کچھ میں تمہیں دے رہا تھا' شاما کبھی بھی تمہیں نہیں دے سکتا لیکن تمہارے فرار ہونے کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم شاما کی بہت وفادار ہو اور کسی بھی حالت میں اس کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتیں۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے تمہیں ہمیشہ اپنی قید میں رکھوں گا۔"

"تم ایسا نہیں کر سکو گے۔" شوبھا نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ شاکال نے ایک قہقہہ لگانے کے بعد پوچھا۔ "یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں ایسا نہیں کر سکوں گا؟"

"اس لئے کہ تم شاما سے واقف نہیں ہو۔ وہ آج نہیں تو کل تمہیں شکست دینے کے بعد مجھے یہاں سے آزاد کروا کے لے جائے گا۔" شوبھا نے ایک بار پھر نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے کہ شاما کبھی مجھے شکست دے سکے گا۔ تم دیکھتی جاؤ اس مرتبہ اسے ایسی شکست دوں گا کہ اسے میرے آگے گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے۔" شاکال نے نخوت بھرے لہجے میں کہا۔ شوبھا نے نفرت اور حقارت سے بھرپور ایک قہقہہ لگایا اور بولی۔ "اب تو میں یہ کہوں گی کہ یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔ شاما سے کئی مرتبہ منہ کی کھانے کے باوجود تمہارے ہوش ٹھکانے نہیں آئے۔"

"پہلے کی بات اور تھی۔" شاکال نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ "پہلے میں اس کی اور اپنی پرانی دوستی کا کچھ خیال کرتا تھا۔ میری کوشش ہوتی تھی کہ شاما اور اس کے ساتھیوں کو میری وجہ سے کوئی بڑا نقصان نہ ہو اور شاما کسی طرح یہ بات سمجھ جائے کہ میں اب بھی اس سے دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتا ہوں لیکن شاما نے ہر بار یہی کوشش کی کہ مجھے زیر کر لے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ اب تک ایسی کسی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مستقبل میں اس سے دوستی کی توقع کرنا فضول ہے۔ اس لئے جلد ہی میں اسے ایسی شکست دوں گا کہ آئندہ کبھی وہ مجھ پر حملہ کرنے یا مجھ سے دشمنی کرنے کے بارے میں سوچے گا بھی نہیں۔ خیر اب مجھے بتاؤ کہ تمہیں بھوک لگی ہے یا

نہیں۔"

"نہیں مجھے بھوک نہیں ہے۔" شوبھا نے جواب دیا۔ شاکال نے طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔ "چلو ٹھیک ہے۔ جب بھوک لگے تو بتا دینا۔" پھر اس نے میری طرف دیکھا اور بولا۔ "تمہیں تو بھوک لگی ہو گی؟"

"ہاں مجھے بھوک لگ رہی ہے۔" میں نے انتہائی مظلومیت سے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ میں تمہارے لئے کچھ لاتا ہوں۔" اس نے کہا اور سیڑھیاں طے کرتا ہوا اوپر چلا گیا۔ اوپر پہنچ کر اس نے تہہ خانے کا دروازہ بند کر دیا۔

"تم کھانا تو کھا لو شوبھا۔" میں نے اس سے کہا۔

"نہیں مجھے واقعی بھوک نہیں ہے۔"

"لیکن تمہیں کچھ نہ کچھ کھا لینا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے کھانے سے انکار کی وجہ سے شاکال چڑ جائے اور پھر کھانا نہ دینے کی سزا بھی دے۔" میں نے کہا۔

"کیا تم نے اس سے معافی حاصل کرنے کے بعد کچھ کرنے کے بارے میں سوچا ہے؟" شوبھا نے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے سرگوشی میں کہا۔

شوبھا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔ "ویسے کچھ کچھ اندازہ تو ہو رہا ہے کہ وہ تمہیں معاف کرنے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ تم اور کوشش کرو کہ وہ تمہاری مظلومیت پر یقین کر لے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ میں اپنی سی پوری کوشش کروں گا۔" میں نے اسے تسلی دی۔ ہم دونوں نے کافی دیر تک آپس میں کوئی بات نہیں کی۔ پھر تہہ خانے کے دروازے پر آہٹ سنائی دی تو میں بے اختیار اس طرف دیکھنے لگا۔ میں سمجھ گیا تھا اوپر شاکال موجود ہے۔ چند ہی لمحوں بعد دروازہ کھلا اور شاکال نظر آیا۔ اس کے ہاتھوں میں برتن تھے۔ وہ برتن لے کر میرے قریب ایک سیڑھی پر بیٹھ گیا۔ اس نے برتن فرش پر رکھ دیئے اور شوبھا کی طرف دیکھنے کے بعد بولا۔ "میں کھانا زیادہ لے کر آیا ہوں۔ اگر چاہو تو تم بھی کھا سکتی ہو۔"

"نہیں مجھے بھوک نہیں۔" شوبھا نے کہا۔ شاکال نے میرے قریب آ کر میرے ہاتھ آزاد کر دیئے لیکن میرا باقی جسم اب بھی رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ پھر شاکال نے مجھے گھسیٹ کر دیوار کے ساتھ بٹھا دیا اور میرے سامنے کھانا رکھنے کے بعد بولا۔ "لو کھانا کھا لو۔ میں نے سوچا ہے کہ صبح تک تمہارے بارے میں مزید سوچوں گا اور پھر تمہیں آگاہ کر دوں گا کہ میں تمہیں معاف کر رہا ہوں یا نہیں۔"

"تمہیں مجھے معاف کر دینا چاہئے۔ تم خود سوچ سکتے ہو کہ میں تم سے دشمنی کرنے کے لیے یہاں سے نہیں بھاگا تھا۔ میں نہ تو اس وقت تمہیں اپنا دشمن سمجھتا تھا اور نہ اب سمجھتا ہوں۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا اور تم میری جگہ ہوتے تو یقین کرو کہ میں تمہیں معاف کر دیتا۔" میں نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی کہ میں غلط فہمی میں یہاں سے بھاگا تھا اور اب اپنی حرکت پر شرمندہ ہوں۔

"لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم آئندہ ایسی کوئی حرکت نہیں کرو گے؟" اس نے پوچھا۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"تم جس طرح چاہو اپنی تسلی کر سکتے ہو۔" میں نے بات بنتے دیکھ کر نہایت دوستانہ انداز میں کہا۔

"اچھا تم کھانا کھاؤ' میں سوچتا ہوں۔" اس نے کہا تو میں کھانا کھانے لگا۔ میں نے دیکھا کہ شاکال نہایت گہرائی سے کچھ سوچ رہا تھا۔

"بس میں کھا چکا۔" میں نے تھوڑا سا کھانا کھانے کے بعد کہا۔

"تم نے بہت تھوڑا کھانا کھایا ہے تم اور کھانا کھالو۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری بھوک صرف اس لئے ختم ہو گئی ہے کہ میں تمہارے بارے میں کیا فیصلہ کرتا ہوں لیکن میں نے سوچا ہے کہ میں فوری طور پر کوئی فیصلہ نہیں کروں گا اور صبح ہی تمہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کروں گا۔ تم اور کھانا کھالو۔" اس نے میری کیفیت سمجھتے ہوئے کہا۔ میں واقعی یہ سمجھ رہا تھا کہ شاکال میرے بارے میں فیصلہ ابھی سنا دے گا لیکن اس نے جب یہ کہا کہ وہ صبح مجھے اپنا فیصلہ سنائے گا تو میں کچھ مایوس ہو گیا۔ اس کے اصرار پر میں نے تھوڑا سا کھانا اور کھا لیا۔

"نہیں کھایا جا رہا؟" میں نے شاکال کی طرف دیکھ کر کہا۔ شاکال نے میرے ہاتھ دوبارہ باندھ دیئے۔ پھر برتن میرے سامنے سے اٹھائے اور معنی خیز انداز میں شوبھا کی طرف دیکھتا ہوا واپس چلا گیا۔ شاکال کے جانے کے بعد میں نے شوبھا سے کہا۔ "شوبھا تمہارا کیا خیال ہے کیا شاکال مجھے معاف کر دے گا؟"

"ہاں لگتا تو ایسا ہی ہے۔ ویسے شاید وہ فیصلہ کر چکا ہے کہ تمہیں معاف کر دے لیکن وہ شاید اس بارے میں مزید سوچنا چاہتا ہے۔" شوبھا نے کہا۔ شوبھا کی بات سن کر میرے دل کو تسلی ہوئی۔ شاکال کی باتوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ مجھے معاف کر دے گا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ معاف کر دینے کا مطلب ہے کہ وہ اپنی موت کو دعوت دے گا۔ اس لئے کہ اب میں اسے قتل کر دینا ضروری سمجھتا تھا۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اس نے اس وقت جب میری اس کی جان پہچان نہیں تھی مجھے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہا اور مجھے بلا کی شکل میں تبدیل کرنے کی کوشش کی تو اب تو ویسے بھی میں اس کا ایک نقصان کر چکا تھا اور اس کی دشمن کو یہاں سے فرار ہونے میں مدد دے چکا تھا۔ لہٰذا اب مجھے اس سے کسی رعایت کی امید نہیں رکھنی چاہئے تھی۔ سردی کی شدت میں اضافہ ہونے لگا۔ اندازہ ہو رہا تھا کہ سورج ڈھل چکا ہے اور رات آ رہی ہے اور پھر آہستہ آہستہ ناقابل برداشت حد تک سردی بڑھ گئی۔ ہم دونوں کپکپانے لگے اچانک تہہ خانے کا دروازہ کھلا اور ایک شخص لالٹین ہاتھ میں لئے اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی بڑی سی چیز بھی تھی۔ جب وہ نزدیک آیا تو پتہ چلا کہ وہ شاکال تھا اور اس کے ہاتھ میں دو کمبل تھے۔ اس نے ایک کمبل شوبھا کو دینے کے بعد ایک مجھے بھی دیا اور بولا۔ "کمبل لے لو اور ہاں تمہارے لئے خوشخبری یہ ہے کہ میں نے تمہیں معاف کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا شرط ہے؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے نے جو شرط سوچی ہے وہ میں تمہیں صبح ہی بتاؤں گا۔"

شاکال [illegible] شوبھا اور میری طرف دیکھنے لگا۔ ہم دونوں پوری کوشش کے باوجود کمبل اچھی طرح اپنے اوپر نہیں لپیٹ سکے تھے۔ شاکال نے ہم دونوں کو اچھی طرح کمبلوں میں لپیٹ دیا پھر مزید کوئی بات چیت کیے بغیر لالٹین اٹھا کر تہہ خانے سے چلا گیا۔ تہہ خانے میں اندھیرا ہو گیا لیکن اب مجھے سردی نہیں لگ رہی تھی کیونکہ کمبل کافی موٹا اور گرم تھا یقیناً شوبھا بھی سردی سے محفوظ ہو چکی تھی۔ "سردی تو نہیں لگ رہی؟" میں نے شوبھا سے پوچھا۔

"نہیں اب نہیں لگ رہی۔" شوبھا نے جواب دیا۔

"شوبھا تمہارے خیال میں شاکال نے میرے لیے کیا شرط رکھی ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کہ وہ کیا شرط ہو سکتی ہے جس پر شاکال تمہیں معاف کرنا چاہتا ہے لیکن ابھی تک میں کچھ سمجھ نہیں سکی۔" شوبھا نے بتایا۔

تہہ خانے میں خاموشی چھا گئی۔ میں ایک بار پھر سوچنے لگا کہ آخر شاکال نے کیا شرط سوچی ہوگی۔ شوبھا اور میرے درمیان بہت دیر تک کوئی بات چیت نہیں ہوئی پھر آخر میں نے اس سے کہا۔ "شوبھا تم بھی اپنے رویئے میں لچک پیدا کرو' شاکال کو اعتماد میں لو اور جب وہ تم پر اعتماد کرنے لگے تو کچھ بھی کر لینا۔"

"جب وہ میرے سامنے آتا ہے تو مجھے بے حد غصہ آ جاتا ہے اور میں اپنے غصے پر قابو نہیں رکھ سکتی۔ اس لئے بے اختیار بولنے لگتی ہوں۔" شوبھا نے بتایا۔

"اگر تم کسی طرح اپنے غصے پر قابو پا لو تو میرا خیال ہے کہ تم بہت فائدے میں رہو گی ورنہ......" اس سے آگے میں کچھ نہ کہہ سکا۔

شوبھا ہنستے ہوئے بولی۔ "ورنہ یہی ناں کہ وہ مجھے مار دے گا۔"

"وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"میں موت سے نہیں ڈرتی۔" اس نے زہر آلود لہجے میں کہا۔

"لیکن خود اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیلنا تو عقلمندی نہیں ہے۔ میں تو تم سے یہی کہوں گا کہ زندگی خدا کی ایک نعمت ہے۔ اگر اسے بچانے کا کوئی موقع تمہارے پاس ہے تو اسے ضائع مت کرو۔ اگر تمہیں شاکال سے نفرت ہے' تم اسے اپنا دشمن سمجھتی ہو تو پھر اسے زیر کرنے کے بارے میں سوچو۔ ٹھنڈے دل سے غور کرو کہ کس طرح تم اس کے چنگل سے نکل سکتی ہو اور اسے موت کے گھاٹ اتار سکتی ہو۔" میں نے اسے سمجھایا۔ شوبھا فوری طور پر کچھ نہیں بولی۔ میں سمجھ گیا کہ یقیناً وہ کچھ سوچ رہی ہے۔ کچھ دیر بعد وہ بولی۔ "ویسے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن ایک مسئلہ ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"کہیں میرا بدلہ ہوا رویہ شاکال کو شک میں نہ ڈال دے۔"

"ہاں یہ بات تو ہے۔" میں نے کہا اور سوچنے لگا کہ شوبھا کو اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے کیا طریقہ استعمال کرنا چاہئے۔ میں بہت دیر تک تانے بانے بنتا رہا۔ آخر ایک منصوبہ ترتیب دینے میں کامیاب ہو گیا۔ "ایک طریقہ ہے میرے ذہن میں۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا۔۔۔" شوبھا نے پوچھا۔

میں نے کہا۔ "دیکھو صبح وہ یقیناً مجھے اپنے ساتھ لے جائے گا اور مجھے معاف کر دینے کے لیے شرط بتائے گا۔ اس کے بعد کھانے وغیرہ کے سلسلے میں تمہارے پاس آتا رہے گا۔ تم آہستہ آہستہ اپنا رویہ بدلنا شروع کر دینا۔ ایک دم رویہ بدلنے سے وہ یقیناً شک میں پڑ سکتا ہے۔ اس لئے تم آہستہ آہستہ اپنے رویئے میں لچک پیدا کرنا بلکہ چاہو تو اس کی بات ماننے کے لیے اپنی چند شرائط رکھ دینا۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ شرائط ماننے پر وہ تیار نہ ہو اس لئے تم کچھ دیر اپنی شرائط پر اڑی رہنا اور اگر وہ بالکل نہ مانے تو مفاہمت کا کوئی رستہ نکال لینا۔ اس دوران باہر رہ کر تمہارے لئے مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا' میں کروں گا۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں ویسا ہی کروں گی جیسا کہ تم نے بتایا ہے۔" شوبھا نے میری تجویز مانتے ہوئے کہا۔ ہم دونوں نے مزید کوئی بات چیت نہیں کی اور پھر نہ جانے کس وقت میں اور شوبھا نیند کی آغوش میں چلے گئے۔

☆..........☆..........☆

"اٹھو..... اٹھو۔" کسی نے میرا بازو پکڑ کر جھنجھوڑا تو میں نے بڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ شاکال میرے سامنے موجود تھا۔

"چلو بھئی آ جاؤ میرے ساتھ۔" اس نے میری رسیاں کھولتے ہوئے کہا۔ میں نے شوبھا کی طرف دیکھا۔ شاکال نے بھی شوبھا کی طرف دیکھا اور معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ میری رسیاں کھولنے کے بعد وہ مجھ سے بولا۔ "آؤ میرے ساتھ۔" اس کے کہنے پر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ میرا جسم جگہ جگہ سے دکھ رہا تھا۔ میں جان بوجھ کر زور سے کھانسا تاکہ شوبھا اٹھ جائے۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا کیونکہ شوبھا نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے لگ رہا تھا جیسے وہ فوری طور پر اپنے سامنے موجود منظر کو سمجھ نہیں سکی تھی۔ پھر چند لمحے کے بعد اس نے غور سے شاکال کی طرف دیکھا۔ اس کے انداز میں غصے اور نفرت کی آمیزش تھی۔ اس کے اس انداز پر میں کچھ ڈر سا گیا کیونکہ مجھے صحیح اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ غصے اور نفرت کی اداکاری کر رہی ہے یا واقعی اس کے ایسے ہی جذبات ہیں۔ اگر اس کا غصہ حقیقی تھا تو اس کا مطلب تھا کہ وہ اپنے غصے پر اپنے منصوبے کے مطابق قابو نہیں پا سکی تھی اور یہ بات اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ میں دل میں سوچ رہا تھا کہ اس کا غصہ اور نفرت مصنوعی ہے۔ شاکال نے اسے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر کہا۔ "دیکھو میں بنیادی طور پر ایک رحم دل آدمی ہوں۔ خواہ مخواہ کسی کے ساتھ زیادتی مجھے اچھی نہیں لگتی۔ اس لئے میں تمہیں ایک موقع اور دیتا ہوں۔ تم صاف دل کے ساتھ میرا ساتھ دینے کا وعدہ کر لو۔ میں تمہیں نہ صرف آزاد کر دوں گا بلکہ تمہارا ہر طرح سے خیال رکھوں گا۔ تم دیکھو گی کہ میں تمہارے لیے شاما سے زیادہ فائدہ مند اور ہمدرد ثابت ہوں گا۔"

"میں کسی قیمت پر تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی۔" شوبھا نے حقارت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کی بات سن کر شاکال نے ایک زور دار قہقہہ لگایا۔ اس کے قہقہہ میں غصہ' طنز اور تکبر شامل تھا۔ وہ بولا۔

"بس تو پھر اس وقت تک یہیں سڑتی رہو جب تک میں تمہارے لیے کوئی سخت سزا تجویز نہیں کرتا۔"

"مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں ہے۔" شوبھا نے بے نیازی سے کہا۔

"تم نے کبھی کوئی سزا نہیں بھگتی اس لئے ایسا کہہ رہی ہو لیکن مجھے امید ہے کہ دو چار جھٹکوں کے بعد ہی تمہارا دماغ ٹھکانے پر آ جائے گا۔" شاکال نے خوفناک لہجے میں کہا۔

"شاید تمہیں میرے حوصلے اور قوت برداشت کا علم نہیں ہے۔ تمہاری سزائیں میرا ارادہ نہیں بدل سکیں گی۔" شوبھا نے پُرعزم لہجے میں کہا۔ شوبھا کی بات سن کر شاکال نے ایک بار پھر تحقیر آمیز قہقہہ لگایا پھر شوبھا کے قریب جا کر اس کے بازو کو پکڑ کر بولا۔ "یہ نرم و نازک جسم اور اس پر تمہاری بڑی بڑی باتیں۔ میری طرف سے دی جانے والی سزائیں تو بڑے مضبوط جسم والے بھی نہیں سہ سکے پھر تم کیا چیز ہو۔ خیر اگر تمہیں اپنے اوپر اتنا ہی مان ہے تو پھر جلد ہی تمہاری آزمائش شروع ہو جائے گی۔" شاکال کی بات سن کر شوبھا کچھ نہیں بولی اور نہایت نفرت اور غصے سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ اسے دیکھ کر مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ مصنوعی غصے اور نفرت سے کام نہیں لے رہی ہے اور یہ بات اس کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی۔ مجھے افسوس ہو رہا تھا کہ شوبھا کو اپنے غصے پر اختیار نہیں تھا جبکہ رات میں وہ مجھ سے کہہ چکی تھی کہ وہ اپنا رویہ تبدیل کر لے گی لیکن اب اس کی باتیں سن کر یوں لگتا تھا جیسے اسے اپنے بنائے ہوئے منصوبے کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہے۔ غصے اور نفرت نے جیسے اس کے ذہن سے تمام باتیں نکال پھینکی تھیں لیکن بار بار مجھے یہ خیال آ رہا تھا کہ ہو سکتا ہے وہ اداکاری کر رہی ہو۔ اگر وہ واقعی اداکاری کر رہی تھی تو وہ بہت لاجواب تھی۔

"چلو آؤ میرے ساتھ۔" شاکال نے مجھ سے کہا اور سیڑھیوں کی طرف چل دیا۔ اس کا منہ دوسری طرف ہوتے ہی میں نے شوبھا کی طرف دیکھا۔ میں نے چاہا تھا کہ اشاروں میں ہی اس سے پوچھ لوں کہ کیا وہ اداکاری کر رہی تھی یا واقعی غصے میں تھی۔ اس سے پہلے کہ میں شوبھا کو کوئی اشارہ کرتا' شاکال مڑا اور بولا۔ "آؤ بھئی۔ تم کیا دیکھنے لگے اسے!"

میں نے شوبھا کی طرف نہیں دیکھا اور شاکال کے ساتھ چل پڑا۔ شاکال نے تہہ خانے سے باہر آنے کے بعد اوپر سے ایک مرتبہ جھانک کر شوبھا کی طرف دیکھا اور پھر دروازہ بند کر دیا۔ دروازے پر تالا ڈالنے کے بعد وہ اس کمرے سے باہر کی طرف چل پڑا جہاں تہہ خانہ تھا۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ کچھ دیر بعد شاکال اس کمرے میں آ گیا جو اس نے پہلے مجھے رہنے کے لیے دیا ہوا تھا۔ چارپائی اب تک وہاں موجود تھی اور اس پر بستر بھی تھا۔ "بیٹھو۔" شاکال نے بستر پر بیٹھنے کے بعد مجھے بھی بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں بھی بیٹھ گیا اور اس کی طرف مظلوم شکل بنا کر دیکھنے لگا' وہ بولا۔ "دیکھو میں نے تمہاری مدد کی تھی۔ تمہیں ہر قسم کی مصیبت سے بچا کر اپنے پاس پناہ دی تھی لیکن افسوس کہ تم نے میری ہی دشمن کو آزاد کروا دیا اور پھر اس کے ساتھ بھاگ گئے۔" وہ ذرا دیر کو رکا لیکن مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ابھی اور کچھ بھی کہنا چاہتا تھا۔ میں اس کے کچھ کہنے سے پہلے بولا۔ "میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ جو کچھ بھی ہوا غلط فہمی اور خوف کی وجہ سے ہوا تھا۔ اس روز تمہارے جانے کے بعد مجھے چیخوں کی آوازیں سنائی دیں تو میں نے کہا ہو سکتا ہے کوئی شدید تکلیف میں ہو پھر جب میں شوبھا کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے آپ کو مظلوم بتایا اور کہا کہ وہ بھوک کی وجہ سے بے حال ہو رہی ہے۔ اگر اسے کھانے کو نہ ملا تو وہ مر جائے گی۔ اس وقت اس کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ وہ بہت کمزور لگ رہی تھی لیکن اس نے کہا کہ وہ غسل وغیرہ بھی کرنا چاہتی ہے۔ میں نے سوچا کہ وہ کمزور سی عورت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ اسی لئے میں اسے تہہ خانے سے باہر لے آیا لیکن باہر آنے کے بعد نہ جانے

مجھے کیا ہو گیا کہ میں اس کی ہر بات ماننے لگا اور اس طرح اس نے مجھے استعمال کیا۔"

شاکال غور سے میرے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ یقیناً وہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں سچ کہہ رہا ہوں یا جھوٹ پھر کچھ دیر بعد وہ بولا۔ "دیکھو اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو' سچ ہے اس لئے میں نے تمہیں آزاد کرنے کی جو شرط رکھی تھی وہ یہ ہے کہ تم شوبھا کو قتل کر دو گے۔" شاکال کی بات سن کر میں کانپ گیا اور حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ مجھ میں کچھ بولنے کی سکت نہیں تھی۔ مجھے اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ کر شاکال دھیرے سے ہنس کر بولا۔ "کیا بات ہے' تم بہت گھبرا گئے ہو؟"

"نہیں' نہیں...... میں..... دراصل..... وہ۔" میں نے اٹک اٹک کر کہا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں اسے کیا کہوں۔ اس نے مجھے بہت بڑی الجھن میں ڈال دیا تھا۔ شاکال ہنس کر بولا۔ "اگر تم بہت زیادہ خوفزدہ ہو تو کچھ دیر بعد اس موضوع پر بات کریں گے۔ فی الحال ناشتے کی بات کرتے ہیں۔ تم یہیں رکو میں تمہارے لئے ناشتہ لے کر آتا ہوں...... اور ہاں دیکھو اگر تمہارے دماغ میں مجھے دھوکا دینے کا کوئی ارادہ ہے تو ایسے ارادے فوراً اپنے دل سے نکال دو۔ اس لئے کہ اب تمہاری نگرانی پر میں نے ایک نظر نہ آنے والی مخلوق کو لگا دیا ہے۔ اگر تم کوئی غلط حرکت کرنا چاہو گے تو وہ مخلوق بلاتاخیر تمہیں موت کے گھاٹ اتار دے گی۔ اس لئے یوں سمجھو کہ تمہاری زندگی اور موت تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

شاکال کمرے سے باہر چلا گیا۔ وہ بہت چالاک آدمی تھا۔ اس نے ہر پہلو پر غور کر رکھا تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں اس کا اعتماد حاصل کر کے اسے قتل کر دوں گا لیکن اس نے مجھے اپنا بااعتماد آدمی بنانے کے لیے شوبھا کو قتل کرنے کی شرط رکھ دی تھی اور اس نے ایک نظر نہ آنے والی مخلوق کو میری نگرانی پر لگا کر مجھے اپنا ارادہ ترک کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ نظر نہ آنے والی مخلوق کے بارے میں سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ لیکن اب میں اسے قتل کرنے کا ارادہ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ بہرحال یہ خدشہ موجود تھا کہ ہو سکتا ہے وہ نظر نہ آنے والی مخلوق کے بارے میں سچ کہہ رہا ہو۔ ویسے بھی جس پُراسرار دنیا میں' میں پھنس چکا تھا۔ وہاں سب کچھ ممکن تھا۔ اس وقت مجھے شوبھا کو قتل کر دینے والی بات سب سے زیادہ پریشان کر رہی تھی۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ ناشتے کے بعد شاکال مجھے شوبھا کو قتل کر دینے کا کہے گا۔ اگر میں انکار کرتا تو شاکال کو یقین ہو جاتا کہ میں اس کے ساتھ مخلص نہیں ہوں اور وہ مجھے پھر تہہ خانے میں بند کر دیتا یا پھر یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ مجھے فوری طور پر کوئی سخت سزا دے دیتا یا مجھے موت کے گھاٹ ہی اتار دیتا۔ میں شدید ذہنی دباؤ میں تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔

"لو بھئی ناشتہ کرو۔" شاکال نے ایک ٹرے میرے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ٹرے میں کافی چیزیں موجود تھیں لیکن اس وقت میرا دل کچھ بھی کھانے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ میں نے بے دلی سے ٹرے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور چائے کی پیالی اٹھالی۔

"بھئی یہ روٹی کھاؤ نا۔ خوب ڈٹ کر ناشتہ کرو۔ مجھے لگتا ہے تمہیں اپنی آزادی کی خوشی نہیں ہے۔" شاکال نے کہا۔

"نہیں یہ بات نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"پھر کیا بات ہے؟" شاکال نے پوچھا۔

"دراصل میں نے آج تک کسی کو قتل نہیں کیا ہے۔ اس لئے تم نے جو شرط رکھی ہے میں اس کی وجہ سے پریشان ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

شاکال نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا۔ "تو اس کا مطلب ہے کہ تم شوبھا کو قتل نہیں کرو گے لیکن ایک بات یاد رکھو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تم پر اعتماد کروں اور تمہیں معاف کر دوں تو اس کے لیے تمہیں شوبھا کو قتل کرنا ہی ہے ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔"

شاکال کی یہ بات سن کر میں گھبرا گیا۔ میرا خدشہ درست نکلا تھا کہ میں شوبھا کو قتل کرنے سے انکار کروں گا تو شاکال مجھے قتل کر دے گا۔ میں نے کہا۔ "میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے شوبھا کو قتل کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دراصل میں کسی کو بھی قتل نہیں کر سکتا۔ تم سمجھنے کی کوشش کرو۔ جس آدمی نے کبھی قتل نہ کیا ہو اس کے لیے کسی کو قتل کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ میں شوبھا کو قتل کرنے سے انکار نہیں کر رہا لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ شاید میرے ہاتھ کپکپانے لگیں اور بے جان ہو جائیں۔"

شاکال کچھ سوچنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ بولا۔ "میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔ تمہارے مسئلے کا ایک حل ہے میرے پاس۔ تم پہلے صرف اسے زخمی کرو گے چھری کا ایک ہلکا سا وار کر کے۔ کچھ دن تک تم یونہی کرو گے۔ ہاں آخر ایک روز..... " شاکال خوفناک مسکراہٹ سے میری طرف دیکھتا ہوا بولا۔ کچھ دیر توقف کے بعد اس نے کہا۔ "یہ بات ذہن نشین کر لو کہ اسے قتل تم نے ہی کرنا ہے۔"

شاکال کی بات سن کر میں اور پریشان ہو گیا۔ وہ شوبھا کو میرے ہاتھوں قتل کروانے پر ہی بضد تھا اور اب تو اس نے شوبھا کو زخمی کرنے کے بارے میں بات کر کے مجھے مزید پریشانی اور الجھن میں ڈال دیا تھا۔ میں سوچنے لگا۔ ادھر شوبھا کے انداز سے لگتا تھا کہ وہ اپنے غصے کی وجہ سے شاکال سے عارضی مفاہمت پر تیار نہیں اور ادھر شاکال مجھے اسے قتل کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ میں نے روٹی کے نوالے جلدی جلدی کھانے شروع کر دیئے تاکہ شاکال کو یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ میں اس کی تجویز سن کر مزید پریشان ہو گیا ہوں۔

"اب تو تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی؟" شاکال نے میرے ناشتے کی رفتار تسلی بخش دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

میں نے چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجاتے ہوئے کہا۔ "نہیں اب کوئی پریشانی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے تم ناشتہ کرو' میں ذرا اپنے ایک دو کام نمٹا لوں پھر شوبھا کے پاس چلیں گے۔" شاکال نے اٹھتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے جلدی سے چائے ختم کی اور پیالی ٹرے میں رکھنے کے بعد شوبھا کے بارے میں سوچنے لگا۔ کچھ دیر بعد شاکال پھر کمرے میں آ گیا۔ اس نے ناشتے کی ٹرے اٹھانے کے بعد کہا۔ "میں یہ رکھ آتا ہوں پھر شوبھا کے پاس چلتے ہیں۔" شاکال کی بات سن کر مجھے جھٹکا سا لگا۔ میں نے بڑی مشکل سے تھوک نگلا۔ اب شوبھا کو زخمی کرنے کا وقت آن پہنچا تھا اور یہ وقت میرے لئے بہت کٹھن تھا۔ شاکال برتن رکھنے کے بعد کمرے میں آ گیا۔

اس کے ہاتھ میں ایک تیز دھار خنجر تھا۔ اس نے خنجر میرے ہاتھ میں دینے کے بعد کہا۔ "لو بھئی اسے پکڑنا سیکھ لو۔ آہستہ آہستہ تمہیں یہ استعمال کرنا بھی آ جائے گا۔" میں نے خنجر ہاتھ میں لے لیا اور اس کا جائزہ لینے لگا۔ "چلو آؤ میرے ساتھ۔" شاکال نے خنجر میرے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔ پھر وہ کمرے سے باہر کی طرف چل دیا۔ میں بھی بادلِ نخواستہ اس کے ساتھ چل دیا۔ وہ تہہ خانے کی طرف جا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے تہہ خانے کا دروازہ کھولا اور مجھ سے بولا۔ "چلو اندر۔" میں تہہ خانے میں داخل ہو گیا تو وہ بھی میرے پیچھے اندر آ گیا۔ کچھ دیر بعد ہم دونوں سیڑھیاں اتر کر شوبھا کے پاس پہنچ گئے۔ "کیسی ہو تم؟" شاکال نے خوفناک انداز میں ہنستے ہوئے شوبھا سے پوچھا۔ شوبھا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور حقارت بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ "کیا تم اب بھی اپنے فیصلے پر قائم ہو؟" شاکال نے اس سے پوچھا۔

"ہاں۔" شوبھا نے اٹل لہجے میں جواب دیا۔

"میں نے سلطان کے لیے شرط رکھی ہے کہ اگر وہ تمہیں قتل کر دے تو میں اس پر اعتماد کر لوں گا لیکن چونکہ اس نے آج تک کسی کو قتل نہیں کیا۔ اس لئے اس کا کہنا ہے کہ تمہیں قتل کرنا اس کے لیے مشکل ہے۔ میں نے اس کی مشکل حل کرنے کا ایک اور رستہ نکال لیا ہے کہ یہ تمہیں روز تھوڑا سا زخمی کرے۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روز زخمی ہونے کے بعد تمہیں عقل آ جائے ورنہ ایک روز تو تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔" شاکال نے شوبھا کو بتایا پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ "ہاں بھئی تم اپنے کام کے لیے تیار ہو؟"

میں نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔ "ہاں میں تیار ہوں۔" پھر میں نے شوبھا کی طرف دیکھا۔ میرا خیال تھا کہ شاید اپنے زخمی ہونے اور پھر بعد میں قتل کر دیئے جانے کے بارے میں سن کر مفاہمانہ رویہ اختیار کرے گی اور شاکال سے اس سلسلے میں بات کرے گی لیکن مجھے شوبھا کے چہرے پر ایسے تاثرات نظر نہیں آئے جن سے اندازہ ہو سکتا کہ وہ شاکال سے بات چیت کا کوئی ارادہ رکھتی ہے۔

"لو یہ خنجر اور اپنا کام شروع کرو۔" شاکال نے خنجر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں نے خنجر ہاتھ میں لے لیا اور شوبھا کی طرف دیکھنے لگا۔ میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا۔ شوبھا خوفزدہ نہیں تھی۔ ہاں آخر میں اس کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے شاکال سے بات کرتے ہوئے جھجک رہی ہو یا اسے اپنی بے عزتی کا احساس ہو رہا ہو۔ لہٰذا میں نے اس سے کہا۔ "شوبھا تم نے سن لیا کہ شاکال نے کیا کہا ہے۔ اگر تم اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کر لو تو تمہیں چھوڑا جا سکتا ہے بلکہ تمہارا ہر طرح سے خیال بھی رکھا جائے گا ورنہ تم خود سوچ لو کہ تمہیں روزانہ تھوڑا تھوڑا زخمی کیا جاتا رہے گا اور ہاں آخر ایک دن تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اس لئے میرا تمہارے لئے مشورہ ہے کہ تم شاکال کے ساتھ مل جاؤ۔ ویسے بھی شاکال ایک طاقتور انسان ہے جبکہ تمہارا وہ ساتھی کیا نام ہے اس کا....." میں نے تھوڑی دیر ماتھے پر ہاتھ رکھ کر سوچنے کی اداکاری کی پھر بولا۔ "ہاں شاما' وہ شاکال سے زیادہ طاقتور نہیں لگتا کیونکہ اگر وہ شاکال سے زیادہ طاقتور ہوتا تو تمہیں یہاں سے آزاد کروا کے لے جاتا۔"

شوبھا میری بات سننے کے بعد دھیرے سے مسکرائی اور بولی۔ "میں تمہاری طرح بزدل نہیں ہوں کہ کسی کی طاقت سے مرعوب ہو جاؤں۔ مجھے مرنے کا کوئی غم نہیں۔ تم اپنا کام کرو۔"

"جب اس نے مرنے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو ہم اسے نہیں بچا سکتے۔" شاکال نے غضبناک لہجے میں مجھ سے کہا۔ "تم اپنا کام کرو۔" شوبھا کی بات سن کر مجھے غصہ آگیا تھا۔ ایک تو وہ اپنا سارا منصوبہ خاک میں ملا چکی تھی اور دوسرے جب میں اس کے بچاؤ کا راستہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا تو وہ مجھ سے تعاون پر راضی نہیں تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر اب میں نے خنجر چلانے میں تاخیر کی تو یقیناً شاکال ناراض ہو جائے گا۔ اس لئے میں نے خنجر شوبھا کے بازو میں اتار دیا۔ شوبھا کے منہ سے تکلیف کی وجہ سے سسکی نکلی اور اس کا جسم زور سے ہلا لیکن رسیوں سے بندھی ہونے کی وجہ سے وہ کچھ نہ کر سکی۔ میں نے خنجر کھینچ لیا۔ زخم سے خون بہنے لگا تھا۔ میں نے شوبھا سے کہا۔ "یہ تو پہلا زخم ہے۔ سوچو' روزانہ ایسے زخم لگیں گے اور ایک روز میں تمہارے دل میں خنجر اتار دوں گا۔" شوبھا نے کچھ نہ کہا اور تکلیف کی وجہ سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا۔ اس کی حالت دیکھ کر شاکال نے فلک شگاف قہقہے لگائے پھر بولا۔ "میں نے دنیا میں بہت سے بے وقوف انسان دیکھے ہیں مگر تم سا نہیں دیکھا۔" پھر شاکال مجھ سے مخاطب ہوا۔ "لاؤ یہ خنجر مجھے دے دو۔ اس کا کافی خون بہہ رہا ہے۔ لو یہ اس پر باندھ دو۔" شاکال نے اپنی جیب سے ایک رومال نکال کر مجھے دے دیا۔ میں نے رومال شوبھا کے بازو پر باندھ دیا اور کسی سعادت مند اور وفادار غلام کی طرح ایک طرف کھڑا ہو کر شاکال کی طرف دیکھنے لگا۔

"بھوک لگی ہے تمہیں؟" شاکال نے شوبھا سے پوچھا۔

"نن.... نہیں۔" شوبھا نے جواب دیا۔

"اب بھوک لگے گی تب بھی تمہیں کھانا نہیں ملے گا۔" شاکال نے غصے سے کہا اور مجھ سے مخاطب ہوا۔ "چلو آؤ اب کل اس کا دوسرا بازو بھی زخمی کرنا ہے۔" شاکال تیز تیز قدموں سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ میں بھی اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ میں نے شوبھا کی طرف ایک مرتبہ دیکھا مگر وہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔

تہہ خانے سے باہر آ کر شاکال نے دروازے پر تالا ڈال دیا اور مجھ سے بولا۔ "یہ بہت بے وقوف لڑکی ہے۔ موت کی سزا سننے کے بعد تو بڑے بڑوں کے ارادے بدل جاتے ہیں لیکن یہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔"

"تم کوشش جاری رکھو ہو سکتا ہے یہ کسی وقت تمہارا ساتھ دینے پر راضی ہو جائے۔" میں نے کہا۔

"میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ یہ میرا ساتھ دینے پر راضی ہو جائے لیکن اگر یہ نہ مانی تو پھر موت اس کا مقدر ہوگی۔" شاکال نے غصے سے کہا۔ ہم دونوں باتیں کرتے ہوئے صحن میں آگئے۔

"اب میرے لئے کیا حکم ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تم چاہو تو اپنے کمرے میں جا کر آرام کر سکتے ہو۔ رات میں تمہیں ایک جگہ بھیجوں گا۔" شاکال نے کہا تو میں سوچنے لگا کہ آخر وہ رات کو مجھے کہاں بھیجے گا۔ پھر میں نے سوچا کہ وہ جہاں بھی بھیجے

گا' جانا تو پڑے گا۔ اس لئے سوچنا فضول ہے۔

"ٹھیک ہے میں آرام کرتا ہوں۔" میں نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ کمرے کے دروازے پر پہنچ کر میں نے مڑ کر دیکھا۔ شاکال ایک کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ میں اپنے کمرے میں داخل ہو گیا اور پھر بستر پر لیٹ گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ میرے لئے حالات پیچیدہ سے پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں۔ شروع میں جب میں اس پُراسرار دنیا میں پھنسا تھا تو مجھے امید تھی کہ میں جلد ہی اپنے گھر چلا جاؤں گا لیکن اب تو گھر جانے کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہاں سے بھاگ جانا تقریباً ناممکن تھا۔ جگہ جگہ پُراسرار واقعات رونما ہوتے رہتے تھے۔ ایسے میں اگر میں بھاگنے کی کوشش کرتا تو شاکال مجھے کبھی معاف نہیں کرتا اور بھاگنے کی کوشش کرتا ہوا پکڑا جاتا تو شاکال میرے ساتھ کوئی رعایت نہ کرتا۔ اگر میں اسے اپنے بے گناہی کا یقین نہ دلاتا تو وہ مجھے شوبھا کے ساتھ فرار ہو جانے والے واقعے پر بھی معاف نہیں کرتا۔ اب وہ مجھ پر اعتماد کر رہا تھا۔ ایسے میں فرار کی کوشش اپنے آپ کو موت کے حوالے کرنے کے مترادف تھی اور پھر اس نے مجھے یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس نے کسی پُراسرار مخلوق کو میری نگرانی پر لگا دیا تھا۔ اب میں نہ تو فرار ہو سکتا تھا اور نہ ہی شاکال کو قتل کرنے کے بارے میں سوچ سکتا تھا۔ ایک ہی صورت تھی کہ میں پہلے شاکال پر پوری طرح اپنا اعتماد بحال کروں اور پھر اس سے کہہ کر کسی طرح اپنی نگرانی پر مامور نظر نہ آنے والی مخلوق سے جان چھڑاؤں اور اس کے بعد فرار یا شاکال کے قتل کے بارے میں سوچوں۔ لیکن اس طرح کا طریقہ کار اختیار کرنے میں مجھے بہت عرصہ لگ سکتا تھا۔ اس دوران شوبھا کے قتل کر دیئے جانے کا اندیشہ بھی تھا اور میں ہر قیمت پر شوبھا کو بچانا چاہتا تھا۔ جبکہ اس کا رویہ بھی میرے لئے پریشان کن تھا۔ وہ زخم کھانے کے باوجود مفاہمانہ رویہ اختیار کرنے کے لیے راضی نہیں تھی۔ ادھر شوبھا کا ساتھی شاما اب تک شوبھا کی کسی قسم کی مدد نہیں کر سکا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ شاکال کے سامنے یا تو بے بس اور کمزور ہے یا پھر وہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں ہے لیکن اس کے کمزور ہونے کا زیادہ امکان تھا کیونکہ اگر وہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں ہوتا تو اب تک کوئی نہ کوئی کارروائی کر چکا ہوتا۔ اسے بھی اس بات کا اندازہ تو ضرور ہوگا کہ شاکال شوبھا کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ میں انہی سوچوں میں گم تھا کہ باہر کسی کے باتیں کرنے کی آواز آئی۔ میں اٹھ کر کمرے کے دروازے پر آگیا اور نہایت احتیاط کے ساتھ باہر دیکھنے لگا۔ باہر شاکال صحن میں دری پر بیٹھا کسی آدمی سے باتیں کر رہا تھا۔ ان دونوں کی پشت میری طرف تھی۔ اس لیے میں اس آدمی کو پہچان نہیں سکا جو شاکال کے ساتھ بات کر رہا تھا۔ ان لوگوں کے بات کرنے کی آواز بہت مدہم تھی' اس لئے میں اندازہ نہیں کر سکا کہ وہ لوگ کیا بات کر رہے ہیں۔ کبھی کبھی ایک آدھ لفظ سمجھ آ جاتا تھا' جس سے میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ جب وہ زوردار طریقے سے ہنستے تو ہنسنے کی آواز صاف سنائی دیتی تھی۔ میں اپنی بھرپور کوشش کرتا رہا کہ ان کی باتیں میری سمجھ میں آ سکیں لیکن میں اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ کچھ دیر بعد وہ آدمی اپنی جگہ سے اٹھنے لگا تو میں دروازے کی آڑ میں ہو گیا تاکہ اس کی نظر مجھ پر نہ پڑ سکے۔ اس شخص نے کھڑے ہونے کے بعد جھک کر شاکال سے ہاتھ ملانا چاہا تو اس کا چہرہ میری طرف ہو گیا اور خوف کی وجہ سے میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

کیونکہ وہ کوئی انسان نہیں تھا۔ وہ ایک خونخوار بلا تھی۔ اس کے ہیبت ناک نقوش کسی کمزور دل شخص کو موت کے گھاٹ اتار دینے کے لئے کافی تھے۔ اس نے شاکال سے ہاتھ ملایا اور مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف جانے لگا۔ میں واپس آ کر بستر پر لیٹ گیا میں نے سوچا کہ مجھے غسل کر لینا چاہئے تاکہ تازہ دم ہو سکوں اور میل کچیل سے بھی نجات مل جائے۔ میں نے اٹھ کر کمرے کے دروازے سے باہر دیکھا' شاکال اکیلا ہی صحن میں بیٹھا تھا۔ میں کمرے سے باہر آ گیا اور شاکال کے قریب پہنچ گیا۔

"ہاں بھئی کیا ہوا آرام نہیں کر رہے؟" شاکال نے مجھ سے پوچھا۔

"میں نے سوچا کہ پہلے نہا لوں۔" میں نے اسے بتایا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں نہاؤ کھاؤ پیو موج کرو لیکن یاد رکھنا مجھ سے غداری کے متعلق کبھی نہیں سوچنا۔" شاکال نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر مجھ سے کہا۔

"تمہیں یہ بات ذہن سے نکال دینی چاہئے کہ میں تم سے غداری کروں گا۔ اس لئے کہ کم از کم اس لڑکی سے مجھے کوئی ہمدردی نہیں ہے اور پھر اگر میں اس کے لیے تم سے غداری کروں گا تو یہ میری بے وقوفی ہوگی کیونکہ وہ جو اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتی وہ میرے لئے کیا کرے گی اور پھر مجھے تمہاری طاقت کا اندازہ ہے اس لئے تم سے غداری کر کے خواہ مخواہ اپنی موت کو دعوت نہیں دینا چاہتا لیکن ایک درخواست ہے تم سے۔" میں نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔

"کیا؟" شاکال نے مسکرا کر پوچھا۔ شاید وہ اپنی تعریفیں سن کر خوش ہوا تھا۔

"وہ یہ کہ یا تو مجھے کسی طرح میرے گھر پہنچا دو یا پھر کم از کم اتنا بندوبست تو کر دو کہ میں اپنے گھر مل کر واپس آ جاؤں۔" میں نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو۔ میری پہلے بھی خواہش تھی کہ میں تمہیں تمہارے گھر پہنچا دوں لیکن شاما کے خطرے کی وجہ سے میں تمہیں گھر نہیں بھیج سکا تھا۔ اب میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں جلد ہی تمہیں تمہارے گھر پہنچا دوں گا لیکن ایک بات میں تمہیں صاف بتا دوں۔" شاکال اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا اور گہری نظروں سے میری طرف دیکھنے لگا۔

"وہ کیا بات ہے؟" میں نے کچھ پریشان ہو کر پوچھا۔

"وہ یہ کہ اب تم میرے بارے میں اتنا کچھ جان چکے ہو کہ تم کسی کو بھی میرے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو اور یہاں سے مستقل چلے جانے کی صورت میں میرے لئے تمہاری طرف سے خطرات کا سامنا ہو سکتا ہے اس لئے میں خود تمہارے ساتھ تمہارے گھر جاؤں گا اور تمہیں اپنے ساتھ واپس لے آؤں گا۔ وہاں بھی نظر نہ آنے والی مخلوق تمہاری نگرانی کرے گی تاکہ تم کسی سے کوئی الٹی سیدھی بات نہ کہہ سکو۔" شاکال نے کہا۔

میں کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا۔ "اگر نظر نہ آنے والی مخلوق میری نگرانی کر رہی ہوگی تو پھر تمہیں میرے ساتھ جانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"اس کی کئی وجوہات ہیں مثلاً وہاں شہر میں کوئی عامل تمہیں دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ تمہاری نگرانی پر کوئی پُراسرار مخلوق ہے اور اگر وہ عامل طاقتور ہوا تو پُراسرار مخلوق کو ختم کر سکتا ہے۔ اس طرح

وہ میرے لئے بھی مصیبت بن سکتا ہے۔ اسی طرح شاما کا خطرہ ہے' وہ تم پر قبضہ کرنے کے لیے پُراسرار مخلوق کو مار سکتا ہے۔"

"مجھ پر قبضہ کرنے کے لیے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ شاکال کی بات مجھے سمجھ نہیں آئی تھی۔

"ہاں اس کا یقیناً یہی خیال ہوگا کہ دراصل تم اس کا شکار ہو جسے میں نے اس کے شکنجے سے آزاد کروا لیا ہے۔" شاکال نے بتایا۔

"تو کیا میں اب بھی اس کے لیے اہم ہوں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں دراصل وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ جب سے تم میرے پاس آئے ہو وہ غصے سے پاگل ہو رہا ہوگا کیونکہ انسانوں کو گھیر کر انہیں مختلف شکل کی بلائیں بنا لینا اس کا کام ہے جبکہ میں ایسا نہیں کرتا۔ میرے پاس جتنی بلائیں وغیرہ ہیں وہ یا تو پہلے سے بدروحیں وغیرہ تھیں یا پھر میں نے انہیں شاما سے جنگ کرنے کے بعد حاصل کیا ہے۔ شاما اب بھی تمہیں مجھ سے حاصل کرنا چاہتا ہوگا۔ کیونکہ اس طرح اسے دو فائدے ہوں گے۔ ایک تو اسے اپنی فوج میں شامل کرنے کے لیے ایک اور بلا مل جائے گی اور دوسرے تمہیں حاصل کرنے کے بعد وہ مجھے نیچا دکھا سکے گا۔" شاکال نے خوفناک لہجے میں کہا۔

"کیا کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی کہ میں کچھ زیادہ عرصے گھر پر رہ سکوں؟" میں نے کچھ مایوسی کے ساتھ پوچھا۔

"ہاں' ہاں..... ایسا ہو سکتا ہے لیکن اس کے لیے تمہیں میرا بااعتماد اور خاص آدمی بننا پڑے گا اور بااعتماد بننے کے لیے تمہیں اپنی وفاداری کے ثبوت دینے ہوں گے۔" شاکال نے کہا۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ یہ بات تو طے تھی کہ اب میں شاکال کے ہاتھوں میں بری طرح پھنس چکا تھا لیکن میں اس بات پر غور کر رہا تھا کہ کیا واقعی شاکال جو کچھ کہہ رہا تھا وہ سچ تھا کیونکہ شوبھا اس کے بارے میں مجھے کچھ اور حقائق بتا چکی تھی۔

"کس سوچ میں پڑ گئے؟ جاؤ ابھی تو نہاؤ' بعد میں سوچتے رہنا۔" شاکال مسکرا کر بولا۔ میں اس کی بات پر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا اور پھر غسل خانے کی طرف چل دیا۔ کچھ دیر بعد غسل سے فارغ ہو کر میں اپنے کمرے میں آ گیا۔

"دیکھو میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔ باورچی خانے میں کھانے کے لیے بہت کچھ ہے۔ بھوک لگے تو تم کھا لینا اور آرام بھی کر لینا کیونکہ رات میں تمہیں جانا بھی ہے۔" شاکال نے بتایا۔

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم مجھے کہاں بھیجنا چاہتے ہو؟" میں نے دوستانہ انداز میں مسکراتے ہوئے شاکال سے پوچھا تاکہ اسے میرا سوال ناگوار نہ گزرے۔

"بس یوں سمجھ لو کہ اپنی وفاداری اور اعتماد کا ثبوت دینے کے لیے جانا ہوگا۔" شاکال نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

"پھر تو میں ضرور وہ کام پورا کروں گا جس کے لیے تم مجھے بھیجو گے۔" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ شاکال مسکراتا ہوا باہر چلا گیا اور میں بستر پر بیٹھ کر ایک بار پھر سوچنے لگا کہ آخر شاکال مجھے کہاں

بھیجنا چاہتا ہے۔ بہت سوچ بچار کے بعد بھی میں کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا اس لئے میں نے اس بارے سوچنا چھوڑ دیا اور آرام سے لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد مجھے بھوک کا احساس ہوا تو میں باورچی خانے کی طرف چل دیا۔ میں نے صحن میں دیکھا، شاکال وہاں نہیں تھا۔ میں نے تہہ خانے والے کمرے کے پاس گزرتے ہوئے اس میں دیکھا۔ مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ اندر جا کر تہہ خانے کے دروازے کا جائزہ لی کوشش کروں کہ اسے کس طرح کھولا جا سکتا ہے اور اگر اسے کھولے جانے کی کوئی صورت ہو تو شوبھا کو آزاد کروا یا جائے لیکن پھر اچانک مجھے خیال آیا کہ نظر نہ آنے والی مخلوق میری نگرانی پر موج ہے اور کسی بھی قسم کی غلط حرکت پر وہ میرے ساتھ کچھ بھی کر سکتی ہے۔ میں نے کمرے کے اندر جا کا ارادہ ترک کر دیا اور باورچی خانے میں آ گیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں واپس اپنے کمرے میں گیا۔ مجھے کچھ نیند آ رہی تھی۔ لیٹنے کے کچھ دیر بعد میں نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

"اٹھو بھئی، شام ہو گئی ہے۔" میرے کانوں میں شاکال کی آواز گونجی تو میں جلدی سے اٹھ گیا

"تم کب آئے؟" میں نے آنکھیں ملتے ہوئے شاکال سے پوچھا۔

"کچھ دیر پہلے ہی آیا ہوں۔ تم نے کھانا وغیرہ تو کھا لیا تھا ناں؟" شاکال نے پوچھا۔

"ہاں کھا لیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"تقریباً ایک گھنٹے کے بعد میں تمہیں روانہ کر دوں گا۔ اس دوران اگر تم مزید کھانا پینا چاہو تو لو کیونکہ جس کام پر میں تمہیں بھیج رہا ہوں۔ وہاں تمہیں دیر بھی ہو سکتی ہے۔" شاکال نے بتایا۔

"ابھی تو بھوک نہیں ہے مجھے۔" میں نے اسے بتایا۔

"خیر اٹھ کر چلو پھرو، ہو سکتا ہے تمہیں بھوک محسوس ہو۔" شاکال نے مشورہ دیا۔

"کیا تم اب مجھے بتا سکتے ہو کہ مجھے کہاں جانا ہے۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میں اپنے آ کو ذہنی طور پر تیار کر سکوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ شاکال نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا پھر یکدم اس کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔ وہ بولا۔ "میں تمہیں ایسی جگہ بھیج رہا ہوں جہاں تمہ بہت ہمت اور احتیاط سے کام لینا ہے۔ ذرا سی غلطی سے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ میں تمہارے ساتھ مددگاروں کو بھی بھیجوں گا لیکن تمام تر کارروائی کی ذمہ داری تم پر ہو گی۔ تم ان مددگاروں سے بوقت ضرورت کام لے سکتے ہو لیکن یہ یاد رکھنا کہ تمہارے حکم کے بعد ہی وہ کچھ کر سکیں گے۔ اس حالات کے مطابق کچھ کرنا یا نہ کرنا صرف تمہارے اختیار میں ہو گا۔ اب میں تمہیں تفصیل سے بتاتا ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے اور کہاں جانا ہے۔ میں تمہارے ساتھ جن چار مددگاروں کو بھیج رہا ہوں وہ انسا نہیں ہیں مگر ان کی جسامت اور بول چال انسانوں جیسی ہے۔"

شاکال کی بات سن کر مجھے دن میں شاکال سے ملاقات کرنے والی پُراسرار اور ہیبت ناک مخلوق آ گئی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ بلا یقیناً شاکال سے اس سلسلے میں بات چیت کر رہی تھی اور انہوں نے را میں کی جانے والی کارروائی کے بارے میں بات چیت کی ہو گی۔ شاکال اپنی بات آگے بڑھاتا ہوا بول "ان چاروں کو معلوم ہے کہ انہیں کہاں جانا ہے۔ وہ تمہیں ایک پرانی حویلی میں لے جائیں گے۔ ا ...وں میں سے ایک کمرے میں ایک چھوٹا سا صندوق موجود ہے

اس صندوق کی پہچان یہ ہے۔ وہ بالکل سیاہ ہے اور اس کے اوپر کے حصے پر دو انسانی ڈھانچے اور ایک خوفناک بلا کی تصویر کھدی ہوئی ہے۔ وہ صندوق زیادہ بڑا نہیں ہے اور تم آسانی سے اسے اٹھا کر لا سکتے ہو۔ ویسے تو اس پر تالے لگے ہوں گے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اگر کسی وجہ سے صندوق کے تالے کھلے ہوئے ہوں یا کھل جائیں تو صندوق کو کھولنے کی کوشش مت کرنا۔"

"اور اگر وہ صندوق پہلے سے کھلا ہوا ہو تو۔" میں نے خدشہ ظاہر کیا۔

"ایسا ممکن نہیں ہے۔ ویسے پھر بھی اگر صندوق کھلا ہوا ملے تو اس وقت یقیناً اس میں کچھ نہیں ہو گا۔ اس لئے تم خالی صندوق ہی لے آنا لیکن میں جس صورتِ حال کی بات کر رہا ہوں جب تمہیں صرف تالے کھلے ہوئے ملیں تب تم صندوق مت کھولنا ویسے تو تالے بند ہی ملیں گے۔ خیر تالے یا صندوق کھلے ہونا تو بعد کی بات ہے پہلے تو سب سے بڑا مسئلہ ہے اس صندوق تک پہنچنا۔ سب سے پہلے تو وہاں موجود بلائیں اور دیگر محافظ تمہیں روکنے کی بھرپور کوشش کریں گے جن سے نمٹنے کے لیے تمہیں اپنی دماغی صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو استعمال کرنا ہے۔ تمہارے چاروں ساتھی بہت طاقتور ہیں اس لئے ان کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا تمہارا کام ہے۔ اگر تم انہیں طریقے سے استعمال نہ کر سکے اور وہ ضائع ہو گئے تو تمہارے بچنے کے امکانات بھی زیادہ نہیں ہوں گے۔"

شاکال تفصیل بتانے کے بعد خاموش ہو گیا اور ٹٹولنے والی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں شاکال کی باتوں پر غور کر رہا تھا۔ اس نے مجھے اپنی وفاداری کا ثبوت دینے کے لیے بڑے کٹھن امتحان میں ڈالا تھا۔ پہلے اس نے مجھ سے شوبھا کو زخمی کروا کر مجھے آزمایا تھا اور اب ایک اور کڑی آزمائش میں ڈال دیا تھا۔

"کیا تم خوفزدہ ہو؟" شاکال نے طنزیہ انداز میں مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔

"نہیں میں سوچ رہا ہوں کہ کیا یہ کارروائی دن میں نہیں ہو سکتی؟"

"نہیں، صرف آج رات کے لیے صندوق وہاں پہنچایا گیا ہے۔ صبح سے پہلے پہلے اسے وہاں سے ہٹا دیا جائے گا اور پھر وہاں کچھ نہیں ہو گا۔" شاکال نے بتایا۔

"مجھے کس طرح کارروائی کرنی چاہئے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"کارروائی کرنے کا صحیح اندازہ تو تمہیں وہیں پہنچ کر ہو گا۔ فی الحال تم یہ دیکھو کہ تمہیں بھوک تو نہیں لگ رہی یا تم مزید آرام تو نہیں کرنا چاہتے۔" شاکال نے کہا۔

"آرام تو میں نے کافی کر لیا ہے لیکن مجھے بھوک ضرور لگ رہی ہے۔" میں نے کہا۔ واقعی مجھے کچھ بھوک محسوس ہو رہی تھی۔

"تم چاہو تو باورچی خانے میں جا کر کھانا کھا لو یا پھر یہیں.... بلکہ تم بیٹھو میں تمہیں لا دیتا ہوں کھانا۔" شاکال نے کہا اور اٹھنے لگا۔

"نہیں تم رہنے دو۔ میں باورچی خانے میں ہی کھا لوں گا۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ شاکال بھی میرے ساتھ ہی کمرے سے باہر آ گیا۔ میں باورچی خانے کی طرف جانے لگا تو شاکال سب سے آخری کمرے میں چلا گیا۔ یہ کمرہ بھی شاکال اکثر اپنے استعمال میں رکھتا تھا اور اس کی غیر موجودگی میں

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

چند دوسرے کمروں کی طرح اس کمرے کے دروازے پر بھی بڑا سا تالا لگا ہوتا تھا۔ میں آج تک اس کے زیرِ استعمال کمروں کے اندر نہیں جا سکا تھا اور مجھے انہیں اندر سے دیکھنے کی شدید خواہش تھی۔ میں باورچی خانے میں آ کر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ مجھے ہر حال میں آج شاکال کا بتایا ہوا صندوق حاصل کرنا ہے اور اپنے ساتھ جانے والے مددگاروں کو صحیح استعمال کرنا ہے ورنہ شاکال کے کہنے کے مطابق ذرا سی غلطی سے کچھ بھی ہو سکتا تھا اور اگر میرے چاروں مددگار مارے جاتے تو میرے زندہ رہنے کے امکانات کم ہی تھے۔ اس لئے میں ابھی سے کارروائی کرنے کے لیے کوئی اچھی حکمت عملی ترتیب دینے کی کوشش کر رہا تھا حالانکہ شاکال مجھے یہ بھی بتا چکا تھا کہ میں صحیح کارروائی وہیں جا کر حالات کے مطابق ہی کر سکوں گا لیکن پھر بھی میں ابھی سے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے کر اپنے آج کے منصوبے کو یقینی کامیابی سے ہمکنار کرنا چاہتا تھا۔ میں کھانے سے فارغ ہو کر باورچی خانے سے باہر آ گیا۔

اندھیرا پوری طرح پھیل چکا تھا۔ دور کہیں سے گیدڑ کے رونے کی آواز آ رہی تھی جو اس اندھیری رات کو مزید خوفناک بنا رہی تھی۔ میں برآمدے میں کھڑا ماحول کا جائزہ لے رہا تھا کہ شاکال بھی اپنے کمرے سے باہر آ گیا۔

"ہاں بھئی کھانا کھا لیا تم نے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں کھا لیا۔" میں نے جواب دیا۔ وہ میرے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر ماحول کا جائزہ لینے کے بعد وہ بولا۔ "بس اب تم جانے کی تیاری کر لو میرا مطلب ہے کپڑے وغیرہ اور جو کچھ بھی تمہیں لے جانا ہے وہ ایک جگہ باندھ لو۔"

"مجھے ایک ہلکا پھلکا کمبل یا موٹی چادر مل جائے تو بہتر رہے گا۔" میں نے شاکال سے کہا۔

"اچھا تم یہیں رکو۔ میں لا کر دیتا ہوں۔" اس نے کہا اور واپس اسی کمرے میں چلا گیا جہاں سے آیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک موٹی چادر تھی اس نے قریب آ کر چادر مجھے دیتے ہوئے کہا۔ "لو یہ دیکھو' ٹھیک رہے گی؟"

میں نے چادر اس کے ہاتھ سے لینے کے بعد اس کا جائزہ لیا اور مطمئن ہونے کے بعد بولا۔ "ہاں بالکل ٹھیک ہے۔" پھر چادر اپنے اوپر لپیٹنے کے بعد میں نے کہا۔ "کیا تم وہاں کے لیے مجھے کوئی اسلحہ وغیرہ نہیں دو گے؟" وہ میری بات پر دھیرے سے مسکرا کر بولا۔ "ہماری پُراسرار دنیا میں اسلحہ وغیرہ نہیں چلتا یہاں بدروحوں اور بلاؤں کی جنگ ہوتی ہے اور بدروحوں اور بلاؤں وغیرہ پر اسلحے کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ میں تمہیں ایک ٹارچ بھی دینا چاہتا ہوں لیکن افسوس کہ ابھی مجھے پتہ چلا کہ وہ خراب ہو گئی ہے۔ اب تمہیں اندھیرے میں ہی اپنی کارروائی کرنی ہو گی۔ میری مجبوری ہے کہ میں تمہیں چار سے زیادہ مددگار نہیں دے سکتا کیونکہ باقی ساتھیوں کو لے کر مجھے خود بھی آج ایک کارروائی کے لئے جانا ہے۔"

"مجھے اب روانہ ہونا ہے؟" میں نے آسمان پر پھیلے اندھیروں کی طرف دیکھتے ہوئے شاکال سے

"تم جاؤ.... اپنے کمرے میں بیٹھو.... میں تمہارے مددگاروں کو لے کر آتا ہوں۔" اس نے کہا۔

میں اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا وہ گھر کے باہر سے مددگاروں کو لے کر آئے گا یا یہیں کسی کمرے سے انہیں نکالے گا کیونکہ دن میں جو بلا اس کے ساتھ باتیں کر رہی تھی اسے میں نے گھر سے باہر جاتے دیکھا تھا۔ یہی کچھ سوچتا ہوا میں کمرے میں آ گیا اور آرام سے بستر پر بیٹھ گیا۔ میں چاہتا تو کمرے کے دروازے کے پیچھے چھپ کر شاکال کو دیکھ سکتا تھا لیکن اب میں اپنی کسی حرکت سے اسے کسی قسم کے شک میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا البتہ میں نے اپنے کان پوری طرح باہر ہونے والی آہٹوں پر لگا رکھے تھے۔ ان آہٹوں سے تو یہی اندازہ ہو رہا تھا کہ شاکال یہیں کسی کمرے سے میری مددگار خوفناک بلاؤں کو نکال رہا تھا۔

کچھ دیر تک مجھے مختلف آوازیں سنائی دیتی رہیں پھر شاکال میرے پاس آ کر بولا۔ "چلو بھئی اب تم روانہ ہو جاؤ اور ایک بات یاد رکھو کسی بھی مرحلے پر گھبرانا نہیں کیونکہ اگر تم حوصلے اور ہمت سے کام لو گے تو مجھے یقین ہے کہ اپنے مقصد میں کامیاب رہو گے۔"

"تم فکر نہ کرو میں ضرور اپنے مقصد میں کامیاب رہوں گا۔" میں نے پُرعزم لہجے میں کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ چند لمحوں بعد میں اور شاکال کمرے سے باہر آ گئے۔ باہر آ کر میں نے دیکھا کہ چار انسان نما بلائیں برآمدے میں کھڑی ہیں۔ ان میں سے ایک وہی تھی جسے میں نے دن میں شاکال سے باتیں کرتے دیکھا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ جب میں سو رہا تھا یا نہا رہا تھا اس وقت یہ بلا واپس آ گئی تھی یا یہ بھی ممکن تھا کہ وہ ابھی باہر سے آئی ہو۔ رات کے سناٹے اور ہیبت ناک ماحول میں چاروں اور زیادہ خوفناک لگ رہی تھیں۔ میں نے دن میں اتنی نزدیک سے بلا کو نہیں دیکھا تھا لیکن اب نزدیک سے دیکھنے پر پتہ چلا کہ اس کا چہرہ بالکل ایسی کھال سے بنا ہوا تھا جیسے کوئی انسان آگ میں بہت حد تک جل چکا ہو اور اس کے چہرے پر جگہ جگہ جلا ہوا گوشت موجود ہو۔ اس بلا کی آنکھیں بالکل دو سرخ انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ اس کے منہ سے کئی بڑے بڑے دانت باہر کو آ رہے تھے اور کسی خونخوار کتے کی طرح اس کی زبان منہ سے باہر لٹک رہی تھی جبکہ اس کے کان بہت بڑے بڑے اور بالکل سیاہ تھے۔ سر پر موجود بال بالکل کانٹوں جیسے تھے۔ باقی بلائیں بھی اس سے ملتی جلتی تھیں۔ ان سب نے انسانوں کی طرح کپڑے پہن رکھے تھے۔ ان کے ہاتھ مرغی کے پنجوں سے مشابہ تھے جبکہ پیر انسانی ڈھانچوں کے پیروں جیسے تھے۔

"بس اب تم سب جاؤ۔" شاکال نے تحکمانہ انداز میں کہا تو دو بلائیں چل پڑیں۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ باقی دو میرے پیچھے چل پڑیں۔ وہ چاروں بلائیں گھر کے بیرونی دروازے سے باہر آنے کے بعد سیدھے ہاتھ کی طرف چل دیں۔ میں بھی ان کے پیچھے تھا۔ وہ چاروں خاموشی سے چل رہی تھیں۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے میں بڑی احتیاط سے چل رہا تھا۔ "میں کچھ آرام کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے چاروں بلاؤں سے کہا۔ میں واقعی بہت تھک چکا تھا۔ اب تک ہم کئی پہاڑوں کو عبور کر چکے تھے اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ ہمیں مزید کتنی دیر چلنا ہے۔ میری آواز سن کر وہ چاروں بلائیں میرے نزدیک آ گئیں۔ میں ان کی اس حرکت سے کچھ خوفزدہ ہو گیا کیونکہ اس طرح ان چاروں کا اپنے قریب آ جانا میری سمجھ سے باہر تھا۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ میں کیا کروں' وہ چاروں بلائیں میرے قریب بیٹھ

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

گئیں۔ ان چاروں کی پشت میری طرف تھی۔ میں نے سکون کا سانس لیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ صحیح طور پر میری حفاظت کر رہی ہیں۔ میں زمین پر چادر بچھا کر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ شاکال کو مجھے بتا دینا چاہئے تھا کہ سفر کافی طویل ہوگا۔ میں بہت دیر تک آرام کرتا رہا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "چلو اب چلتے ہیں۔" میری بات سن کر چاروں بلائیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ میں نے چادر اپنے جسم پر لپیٹی اور چلنے لگا۔ بلائیں بھی چل پڑیں۔ تقریباً آدھ گھنٹے بعد بلائیں مجھے لے کر ایک حویلی کے پاس پہنچ گئیں۔ رات بہت گہری ہو چکی تھی۔ ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اندھیرے میں کافی دیر رہنے کی وجہ سے اب مجھے کچھ دور تک ہلکا ہلکا دکھائی دینے لگا تھا۔ میں نے حویلی کو دیکھ کر اندازہ لگایا کہ وہ بہت پرانی ہے اور اب اس کے کئی حصے ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں۔ میرے آگے چلنے والی دونوں بلائیں رک چکی تھیں۔ ان کی وجہ سے میں بھی رک گیا تھا اور میرے پیچھے موجود بلائیں بھی رکی ہوئی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ اب وہ سب میرے حکم کی منتظر ہیں۔ میں نے اپنے سامنے موجود دو بلاؤں سے کہا۔

"تم یہیں رکو میں دیکھتا ہوں۔" پھر میں ان دونوں کے درمیانی فاصلے سے گزر کر حویلی کے بیرونی دروازے پر پہنچ گیا۔ دروازہ بہت بڑا تھا اور لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ میں نے دروازے کے ایک پٹ کو دھکا دیا تو وہ چرچراہٹ کے ساتھ کھلنے لگا۔ میں نے بڑی احتیاط کے ساتھ اندر جھانک کر دیکھا۔ اندر بالکل اندھیرا تھا۔ میں واپس بلاؤں کے قریب آگیا اور بولا۔ "تم سب میرے پیچھے آؤ۔"

میں نے بڑی احتیاط کے ساتھ حویلی کے اندر قدم رکھ دیا لیکن جونہی میرا پیر حویلی کی زمین پر پڑا' ایک بھیانک چیخ سنائی دی۔ میں نے اپنا پیر واپس حویلی سے باہر نکال لیا اور سوچنے لگا کہ آخر یہ چیخ حویلی کے کس حصے سے سنائی دی تھی۔ مجھے سمجھ نہیں آیا تو میں نے دوبارہ قدم اندر رکھ دیا۔ ایک بار پھر وہی خوفناک چیخ سنائی دی۔ اس مرتبہ میں نے قدم واپس باہر نہیں نکالا بلکہ دوسرا پیر بھی اندر رکھ دیا۔ میں دل میں سوچنے لگا کہ کاش شاکال کی ٹارچ ٹھیک ہوتی اچانک مجھے خیال آیا کہ کہیں شاکال نے مجھے صرف اس لئے تو یہاں نہیں بھیجا کہ میں موت کے منہ میں چلا جاؤں اور اس نے ٹارچ ٹھیک نہ ہونے کا بہانہ بنایا ہو لیکن اگر وہ مجھے مارنا ہی چاہتا تو وہیں مار دیتا۔ اتنی دور بھیجنے کی ضرورت کیا تھی؟ یہاں بھیجنے کا مقصد یہی ہے کہ میں وہ صندوق حاصل کر کے اس تک پہنچاؤں۔ میں نے اپنے ساتھ بلاؤں سے پوچھا۔ "کیا نزدیک کوئی دشمن موجود ہے؟" ایک بلا نے اثبات میں سر ہلایا۔ "کیا تم اسے ختم کر سکتے ہو؟" چاروں بلاؤں نے زور زور سے سر ہلایا اور خوفناک آوازیں نکالیں۔ وہ چاروں اپنے دشمن کو ختم کرنے کے لیے تیار تھیں۔ میں نے سوچا کہ نہ جانے آگے اور کتنی بلاؤں وغیرہ سے واسطہ پڑے' اس لئے اپنی مددگار صرف ایک بلا کو دشمن کے خاتمے کے لیے بھیجنا چاہئے۔

"تم میں سے ایک جا کر اسے ختم کرے۔" میں نے کہا تو ایک بلا حویلی کے اندر کی طرف چلنے لگی۔ چند لمحوں کے بعد میں نے دیکھا سیدھے ہاتھ کی طرف سے دو سرخ انگارے میری بھیجی ہوئی بلا کی طرف بڑھے۔ ان انگاروں کی دہکتی ہوئی روشنی میں' میں نے ایک خوفناک چہرہ دیکھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ بھی کوئی خونخوار بلا ہے۔ کچھ دیر تک لڑائی کی آوازیں آتی رہیں اور ان کی آنکھیں دیکھ کر مجھے پتہ چلتا رہا کہ وہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہیں۔ کچھ دیر بعد لڑائی ختم ہو گئی اور میری بھیجی ہوئی بلا واپس آ کر

اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی۔ میں بڑی احتیاط کے ساتھ حویلی کے اندر کی جانب بڑھا۔ بلائیں بھی میرے ساتھ تھیں۔ ابھی میں چند قدم ہی آگے گیا تھا کہ اچانک بہت سی خوفناک آوازیں سنائی دینے لگیں۔ میں اپنے چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ پھر آنے والی آوازوں میں خوفناک گیدڑوں کے رونے کی آوازیں بھی شامل ہو گئیں۔ آس پاس کوئی نہیں تھا لیکن شور بہت زیادہ تھا۔ آہستہ آہستہ شور بڑھنا شروع ہو گیا۔ میں کچھ قدم پیچھے ہٹ گیا۔ شور میں بھی کمی آ گئی۔ میں واپس حویلی کے بیرونی دروازے پر آگیا تو شور بالکل ختم ہو گیا۔ اس شور کو سن کر مجھے اندازہ ہوا کہ اندر تو بہت زیادہ بلائیں وغیرہ ہوں گی جبکہ میرے ساتھ صرف چار بلائیں تھیں لیکن مجھے شاکال کی بات یاد آ رہی تھی کہ میرے ساتھ موجود بلائیں بہت طاقتور ہیں اور اگر میں انہیں صحیح استعمال کروں تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتا ہوں۔ میں نے ایک سے پوچھا۔

"کیا تم اس حویلی میں موجود تمام بلاؤں کو ختم کر سکتی ہو؟" اس بلا نے نفی میں سر ہلا دیا پھر میں نے ان چاروں سے پوچھا۔ "کیا تم چاروں ان سب کو ختم کر سکتی ہو؟" ان چاروں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اس کا مطلب تھا کہ میرے مددگار حویلی میں موجود تمام بلاؤں کو ختم نہیں کر سکتے تھے۔ مجھے احساس ہوا کہ مجھے ان سب کو صحیح وقت اور صحیح جگہ پر استعمال کرنا ہے۔ ورنہ ان چاروں کے مارے جانے کا خطرہ ہے اور ان کی موت کے بعد میری موت کے امکانات روشن تھے۔ میں کچھ دیر سوچتا رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے پھر میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے آہستہ آہستہ حویلی کے اندر پیش قدمی کرنی چاہئے۔ میں ایک ایک قدم احتیاط سے اٹھاتا ہوا حویلی کے اندر کی طرف بڑھتا۔ اسی مقام پر پہنچ گیا جہاں پہلے خوفناک آوازیں اور چیخیں وغیرہ سنائی دینے لگیں تھیں۔ اس مرتبہ میں پیچھے نہیں ہٹا بلکہ چند اور قدم آگے بڑھ گیا۔ مجھے سنائی دینے والا شور اور زیادہ بڑھ گیا اچانک دور سے چند انگارے مجھے اپنی طرف بڑھتے دکھائی دیئے۔ میں سمجھ گیا تھا کہ میری طرف بڑھنے والے انگارے دراصل بلاؤں کی آنکھیں ہیں۔ میں نے سوچا کہ اگر میں یہیں کھڑا رہا تو وہ مجھے یا میرے ساتھیوں کو مار سکتی ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ جونہی بلائیں نزدیک آئیں گی اپنے ساتھیوں کو لے کر حویلی سے باہر چلا جاؤں گا اگر بلائیں باہر آگئیں تو ان پر حملہ کر دیں گے اور اگر واپس چلی گئیں تو پھر دوبارہ حویلی کے اندر جا کر کوئی اور حکمت عملی اختیار کروں گا۔ حویلی سے باہر بلاؤں کو اس لیے بلانا چاہتا تھا کہ وہاں دور تک بھاگنے کا موقع مل سکتا تھا اور میرے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ ہو سکتا ہے حویلی سے باہر کچھ بلائیں آئیں اور اگر ہم اندر رہ کر لڑیں تو ہو سکتا ہے حویلی میں موجود ساری بلائیں ہم پر ٹوٹ پڑیں۔

سامنے سے آنے والی بلائیں جونہی میرے قریب پہنچیں میں نے اپنے ساتھیوں کو دوڑنے کا کہا اور خود بھی دوڑنے لگا۔ کچھ ہی دیر بعد میں اور میرے ساتھی حویلی سے باہر تھے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ حملہ آور بلائیں حویلی سے باہر آ رہی تھیں۔ میں رکا نہیں بلکہ دوڑتا رہا۔ میرے ساتھی بھی میرے ساتھ دوڑ رہے تھے۔ کافی دور آنے کے بعد میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ کئی بلائیں ہمارے تعاقب میں آ رہی تھیں۔ میں نے دوڑتے ہوئے ان بلاؤں کو دیکھ کر اندازہ لگایا کہ ان کی تعداد دس کے لگ بھگ تھی۔ میں نے دوڑتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔ "کیا تم چاروں ان کو مار سکتی ہو؟" میرے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

چاروں ساتھیوں نے دوڑتے ہوئے اثبات میں سرہلایا۔ "مار ڈالو ان کو۔" میں نے فوراً کہا۔ میری ساتھی بلائیں اچانک رک گئیں۔ میں بھی کچھ دور جانے کے بعد رک گیا۔ میری ساتھی بلائیں آنے والی بلاؤں سے لڑائی میں مصروف ہو گئیں۔ کچھ ہی دیر بعد میرے ساتھیوں نے حملہ آور بلاؤں کو ختم کر ڈالا۔ دوڑنے کی وجہ سے میرا سانس بے ترتیب ہو چکا تھا۔ میں کچھ دیر اپنی جگہ کھڑا رہا اپنا سانس درست کرتا رہا۔ جب میری حالت ٹھیک ہو گئی تو میں نے اپنے ساتھیوں کو چلنے کے لیے کہا۔ وہ چاروں میرے ساتھ چل پڑے۔ ہمارا رخ حویلی کی طرف تھا۔ کچھ دیر بعد ہم سب ایک بار پھر حویلی کے بیرونی دروازے کے باہر موجود تھے۔ کئی خدشات میرے ذہن میں سرابھار رہے تھے۔ کہیں ہمیں حویلی کے اندر ہی قابو نہ کر لیا جائے یا حویلی سے باہر ہمارے تعاقب میں آنے والی بلاؤں وغیرہ کی تعداد اتنی زیادہ نہ ہو کہ ہم باہر بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکیں اور یا پھر دشمن صندوق کو لے کر حویلی کے کسی دوسرے حصے سے باہر نہ چلے جائیں۔ میں نے تمام خدشات کو اپنے ذہن سے نکالا اور سوچا کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں نے حویلی کے بیرونی دروازے سے حویلی کے اندر جھانکا اور قدم اندر رکھ دیا۔ خوفناک چیخ ایک مرتبہ پھر سنائی دی۔ اس چیخ کے بعد حویلی کے کافی اندر تک جانے میں مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اس لئے میں آگے بڑھنے لگا۔ جوں جوں میں آگے بڑھ رہا تھا۔ خوفناک چیخوں اور آوازوں کا شور بڑھتا جا رہا تھا جنہیں سن کر مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ ابھی حویلی میں بہت سی بلائیں موجود ہیں۔ میں اس جگہ پہنچ کر رک گیا جہاں پہلے مجھے بلائیں اپنی طرف آتے ہوئے دکھائی دی تھیں۔ میرے ساتھی رک گئے۔ میں اپنے آس پاس کا جائزہ لینے کی کوشش کرنے لگا۔ میں کافی دیر تک وہیں کھڑا رہا لیکن اس مرتبہ حویلی کی بلاؤں نے ہم پر حملہ نہیں کیا۔ میں نے کچھ اور آگے جانے کا فیصلہ کیا اور دھیرے دھیرے قدم آگے بڑھانے لگا۔ چیخوں اور خوفناک آوازوں کا شور مزید بڑھنے لگا۔ "تم میں سے دو میرے دائیں بائیں آ جاؤ۔" میں نے مڑ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ میرے دو ساتھی میرے دائیں بائیں آ گئے۔ انہیں میں نے احتیاطاً اپنے قریب کر لیا تھا تاکہ اچانک کوئی بلا وغیرہ مجھ پر حملہ نہ کر سکے۔ "اگر کوئی حملہ کرے تو فوراً اسے ختم کر دینا۔" میں نے اپنے دائیں بائیں موجود ساتھی بلاؤں سے کہا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ ابھی ہم کچھ ہی آگے گئے تھے کہ مجھے اپنے دائیں طرف ایسی آوازیں محسوس ہوئیں جیسے کوئی ہماری طرف آہستہ آہستہ بڑھ رہا ہو اور پھر میرے دائیں طرف موجود ساتھی نے ایک خوفناک آواز نکالی' دو لکڑیوں کے آپس میں ٹکرانے جیسی آواز آئی اور میری ساتھی بلا کسی سے لڑ پڑی لیکن چند ہی لمحوں بعد وہ میرے ساتھ موجود تھی۔ میں نے دیکھا تو قریب ہی اندھیرے میں مجھے کوئی بڑی سی چیز زمین پر پڑی نظر آئی۔ ہم سب ایک بار پھر آگے بڑھنے لگے۔ خوفناک چیخوں اور آوازوں کا شور اب بھی سنائی دے رہا تھا۔ ہم سب چند قدم اور آگے آ گئے۔ اچانک دور سے مجھے کچھ انگارے دکھائی دیئے۔ میں سمجھ گیا کہ ایک بار پھر حملہ آور ہماری طرف آ رہے ہیں۔ کچھ ہی دیر بعد حملہ آور بلائیں خوفناک آوازیں نکالتی ہوئی ہمارے بالکل قریب پہنچ گئیں۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو دوڑنے کے لیے کہا اور خود بھی دوڑنے لگا۔ ہمارا رخ حویلی کے بیرونی دروازے کی طرف تھا۔ ابھی ہم دروازے سے کافی دور تھے کہ میں اپنے ہی ساتھی سے ٹکرا کر گر پڑا۔ میرے ساتھی کچھ قدم آگے جا کر رک گئے۔ ابھی میں اٹھنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

کسی نے میری دونوں ٹانگیں پکڑ لیں اور کوئی مجھے نہایت برق رفتاری سے حویلی کے اندر کی طرف لے بھاگا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا' وہ کچھ بلاؤں وغیرہ سے لڑنے میں مصروف تھے۔ میں نے غور کیا تو پتہ چلا کہ مجھے ایک خوفناک بلا نے پکڑ رکھا ہے۔ وہ بلا نہایت تیز رفتاری کے ساتھ دوڑ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ بلا مجھے ایک کمرے میں لے آئی اور پھر اچانک اس نے ایک تہہ خانے کا دروازہ کھولا اور مجھے تہہ خانے میں پھینکنا چاہا لیکن میں نے فوراً اس بلا کی ٹانگیں پکڑ لیں اور نہایت برق رفتاری سے تہہ خانے سے نکل کر کمرے کے فرش پر آ گیا۔ اس بلا نے ایک خوفناک آواز نکالی اور مجھے پکڑنا چاہا۔ میں نے اسے جھکائی دی اور اس کی ٹانگوں کے درمیان سے نکل کر کمرے کے دروازے کی طرف دوڑا۔ ابھی میں دروازے سے کچھ دور تھا کہ اس بلا نے مجھے پھر پکڑ لیا اس مرتبہ اس نے مجھے تہہ خانے میں ڈالنے میں تیزی کا مظاہرہ نہیں کیا اور بڑے آرام سے مجھے تہہ خانے کے اندر پھینک کر تہہ خانے کا دروازہ بند کر دیا۔ میں تہہ خانے کے سخت فرش پر گرا تو تکلیف سے بلبلا اٹھا۔

تہہ خانے میں بہت گہرا اندھیرا تھا۔ اس لئے مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اچانک سارا ماحول روشن ہو گیا۔ میں حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ آخر یہ روشنی کہاں سے آنے لگی ہے۔ مجھے پتہ چلا کہ تہہ خانے کی پوری چھت روشن ہو گئی تھی۔ وہاں کوئی بلب یا کوئی چیز نہیں جل رہی تھی بلکہ چھت سے روشنی آ رہی تھی۔ ابھی میں چھت کو ہی دیکھ رہا تھا کہ تہہ خانے کی ایک دیوار میں موجود دروازہ کھلا اور چار نہایت ہی خوفناک اور بدصورت شکل کی بلائیں میری طرف بڑھیں۔ خوف کی وجہ سے میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ وہ چاروں غراتی ہوئی میری طرف بڑھ رہی تھیں۔ ان کا جسم انسانوں کی طرح تھا لیکن چہرے بن مانس سے مشابہ تھے۔ ان کے چہروں کی جلد کئی جگہ سے جلی ہوئی لگ رہی تھی۔ ان کے ہاتھ انسانی ڈھانچے کے ہاتھوں جیسے تھے اور پیر بالکل چیل کے پنجوں جیسے تھے۔ وہ بلائیں جوں جوں میری طرف بڑھ رہی تھیں مجھے اپنی موت یقینی ہوتی نظر آ رہی تھی اور پھر چند ہی لمحوں میں ان بلاؤں نے مجھے پکڑ لیا۔ میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اب چند ہی لمحوں بعد وہ چاروں میرا جسم نوچ نوچ کر کھانے لگیں گی لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ مجھے دھکیلتی ہوئی اسی دروازے کی طرف لے چلیں جہاں سے وہ آئی تھیں۔

میں سوچنے لگا کہ آخر وہ بلائیں اب مجھے کہاں لے کر جا رہی ہیں۔ کچھ دیر بعد وہ دروازے سے گزر کر ایک دوسرے تہہ خانے میں داخل ہو گئیں۔ اندر ایک حیرت ناک منظر دیکھنے میں آیا۔ پورا تہہ خانہ مختلف آرائشی چیزوں سے سجا ہوا تھا۔ بڑے خوبصورت قالین فرش پر بچھے ہوئے تھے اور یہاں بھی چھت سے روشنی آ رہی تھی۔ سامنے ایک تخت لگا ہوا تھا۔ اس تخت پر ایک بڑی خوبصورت کرسی پر ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ تھی۔ اس نے نہایت خوبصورت لباس پہن رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے پرانے دور کے بادشاہوں کا خیال آنے لگا۔ اس نے گلے میں چھوٹی چھوٹی انسانی کھوپڑیوں کا ہار پہن رکھا تھا۔ اس کے دائیں اور بائیں دو کرسیاں اور تھیں جن پر ایک عورت اور ایک جوان لڑکی بیٹھی تھی۔ وہ دونوں بہت ہی حسین تھیں۔ انہوں نے بھی اعلیٰ قسم کا لباس زیب تن کر رکھا تھا اور ان کے گلوں میں بھی انسانی کھوپڑیوں کے ہار تھے۔ ان کے تخت کے ساتھ دونوں طرف کچھ

اردو فینز کے لیئے pk7e@hotmail.com

خوفناک اور مکروہ بلائیں کھڑی تھیں۔ جن بلاؤں نے مجھے پکڑ رکھا تھا' انہوں نے مجھے لے جا کر اس تخت کے سامنے کھڑا کر دیا۔

"کون ہو تم؟" تخت پر بیٹھے شخص نے نہایت خوفناک انداز میں پوچھا۔

"میرا نام محمود ہے۔" میں نے جھوٹ بولا۔

"کیوں آئے تھے یہاں؟" اس شخص نے پھر خوفناک لہجے میں سوال کیا۔

"وہ.... میں....." میں اتنا ہی کہہ کر خاموش ہو گیا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہوں۔

"یہ بلائیں تمہارے ساتھ کیسے آئیں جو تمہاری مدد کر رہی تھیں؟" تخت پر بیٹھے شخص نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"دراصل وہ مجھے راستے میں مل گئی تھیں اور میں....." اتنا کہہ کر میں سوچنے لگا کہ آگے کیا کہوں۔

تخت پر بیٹھے شخص نے حاکمانہ انداز میں ہاتھ کو فضا میں بلند کر کے کہا۔ "بس بس جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔ ابھی سب پتہ چل جائے گا۔" پھر اس نے اپنی جیب سے ایک بڑا سا موتی نکالا اور ہلکے ہلکے کچھ پڑھتے ہوئے غور سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر کچھ ہی دیر بعد بولا۔ "اچھا تو تمہیں شاکال نے بھیجا تھا۔ اس کا کیا خیال تھا کہ تم آسانی سے یہاں سے اس کے مطلب کی چیز لے جاؤ گے؟"

"دراصل میں اپنی خوشی سے یہاں نہیں آیا بلکہ مجبوراً مجھے یہاں آنا پڑا۔ اگر میں یہاں نہیں آتا تو شاکال مجھے جان سے مار دیتا۔ آپ خود سوچیں میری آپ سے کیا دشمنی ہے جو میں آپ کے یہاں سے کوئی چیز چرا کر لے جاتا۔" میں نے مفاہمانہ انداز میں تخت پر بیٹھے شخص کو بتایا۔ اپنے بیان کے دوران میں نے کئی مرتبہ اس کے دائیں بائیں بیٹھی عورتوں کی طرف بھی دیکھا کہ شاید وہ میری حمایت میں کوئی بات کریں۔

"تمہارے ساتھ آنے والے چار ساتھیوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اور میرا خیال ہے کہ تمہیں بھی موت کی وادی میں پہنچا دیا جانا چاہئے۔" تخت پر بیٹھے ہوئے شخص نے سخت لہجے میں کہا۔

میں نے سر جھکا کر کہا۔ "اگر ایک بے قصور شخص کو آپ سزا دینا چاہتے ہیں تو آپ کو کوئی نہیں روک سکتا۔ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں مجبوراً یہاں آیا تھا۔ شاکال میری جان کا دشمن ہو چکا تھا۔ اس نے مجھے اپنی وفاداری کا ثبوت دینے کے لیے یہاں بھیجا تھا۔ حالانکہ میں اس کا وفادار نہیں ہوں۔ کیونکہ میں تو اس کے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتا لیکن اگر میں اس سے اپنی وفاداری کا ڈھونگ نہیں رچاتا تو وہ مجھے قتل کر دیتا۔ اپنی جان بچانے کے لیے مجھے یہاں آنا پڑا۔"

"بابا' یہ شخص ٹھیک کہتا ہے۔ اس کا کوئی قصور نہیں۔" تخت پر بیٹھی ہوئی جوان لڑکی نے کہا تو وہ شخص سوچ میں پڑ گیا پھر کچھ دیر بعد بولا۔ "بیٹی! تم ٹھیک کہتی ہو یہ بے قصور ہے لیکن اب ہم اسے آزاد نہیں کر سکتے کیونکہ یہ آزاد ہو کر ہمارے لئے کسی بھی قسم کا خطرہ پیدا کر سکتا ہے۔"

"آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن آپ اسے موت کی سزا مت دیں۔" لڑکی نے کہا۔

"ٹھیک ہے' ابھی ہم [illegible] کوئی فیصلہ نہیں کرتے۔ صبح ہم اس کے بارے میں کوئی

اردو فینز کے لیئے pk7e@hotmail.com

فیصلہ کریں گے۔ فی الحال اسے قید میں رکھو۔" تخت پر بیٹھے شخص نے کسی اور زبان میں ان بلاؤں سے کچھ کہا جو مجھے پکڑ کر لائی تھی۔ ان چاروں بلاؤں نے مجھے پھر پکڑ لیا اور مجھے لے کر دوسرے تہہ خانے سے اس تہہ خانے میں آ گئیں جہاں سے بلا نے پھینکا تھا۔ اس تہہ خانے سے گزر کر وہ بلائیں مجھے ایک اور تہہ خانے میں لے آئیں۔ یہاں بھی چھت سے روشنی آ رہی تھی لیکن زیادہ نہیں تھی۔ ان چاروں بلاؤں نے مجھے زنجیروں سے باندھ دیا اور خود واپس چلی گئیں۔ میں فرش پر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ تخت پر بیٹھا ہوا شخص اور عورت کون ہیں اور انہوں نے کس طرح ان بلاؤں کو قابو کیا ہوا ہے۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ شخص اور عورت جادو اور پُراسرار علوم کے ماہر ہوں گے تب ہی تو انہوں نے اتنی بلاؤں کو قابو کر رکھا ہے اور اس شخص نے تو موتی کے ذریعے میرے متعلق معلوم کر لیا تھا لہٰذا وہ کوئی بڑا ہی عامل اور کامل تھا۔

میں نے آس پاس کے ماحول کا جائزہ لیا۔ جس طرح کی زنجیروں سے مجھے باندھا گیا تھا' ویسی کئی اور زنجیریں اور بھی وہاں موجود تھیں۔ اچانک میں مسکرا دیا۔ میں یہ سوچ کر مسکرایا تھا کہ شاید میرے نصیب میں قید لکھی تھی۔ اسی لیے میں شاکال کی قید سے آزاد ہو کر اب یہاں قید ہو گیا تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں لیٹ جاؤں کیونکہ میں بہت تھک چکا تھا لیکن فرش کے ٹھنڈے ہونے کی وجہ سے میں نے لیٹنے کا ارادہ ترک کر دیا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس طرح مجھے کافی آرام محسوس ہوا۔ میں کافی ذہنی دباؤ محسوس کر رہا تھا۔ اس لئے میں نے اپنے ذہن کو بالکل آزاد چھوڑ دیا بہت دیر تک میں اپنے دماغ کو سکون پہنچاتا رہا پھر میں نے سوچا کہ اب نہ جانے صبح میرے بارے میں کیا فیصلہ سنایا جائے گا۔ میں مختلف باتوں پر سوچتا رہا پھر کسی وقت نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

☆..........☆..........☆

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

کسی نے مجھے جھنجھوڑا تو میری نیند ٹوٹ گئی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا' میرے سامنے وہی چار بلائیں موجود تھیں جو مجھے یہاں باندھ کر گئی تھیں۔ انہوں نے مجھے کھولا تو مجھے اندازہ ہوا کہ صبح ہو چکی ہے اور وہ مجھے تخت والے شخص کے پاس لے جا رہی ہیں۔ کچھ دیر بعد وہ چاروں بلائیں مجھے اس تہہ خانے میں لے آئیں جہاں تخت لگا ہوا تھا۔ تخت پر اس وقت بھی وہی شخص موجود تھا۔ لڑکی بھی اپنی جگہ پر موجود تھی لیکن عورت وہاں نہیں تھی۔

"دیکھو بھئی آج ہم لوگ یہاں سے جا رہے ہیں اور تم بھی ہماری قید میں رہتے ہوئے ہمارے ساتھ جاؤ گے اور آئندہ تم ہماری قید میں ہی رہو گے۔" تخت پر بیٹھے ہوئے شخص نے کہا۔

"اب میرے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار آپ کو حاصل ہے اس لئے میں آپ سے کچھ نہیں کہوں گا۔" میں نے مئودبانہ انداز میں کہا۔

"اب تم جاؤ۔ تمہیں ناشتہ دے دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ اگر تم غسل وغیرہ کرنا چاہو تو وہ بھی کر سکتے ہو۔" تخت پر بیٹھے شخص نے کہا پھر اس نے سامنے کھڑی بلاؤں سے کچھ کہا تو ایک بلا تہہ خانے سے باہر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئی تو اس کے ساتھ ایک بوڑھا شخص بھی تھا۔ وہ شخص ہاتھ جوڑ کر تخت پر بیٹھے شخص کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ تخت پر بیٹھے شخص نے اسے کسی اور زبان میں کچھ کہا پھر اردو میں بولا۔ "شاکو! اسے لے جاؤ' ناشتہ وغیرہ کرواؤ اور اس کے ساتھ ساتھ رہنا۔"

"جی بہت بہتر۔" اس نے کہا پھر وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ "آؤ میرے ساتھ۔" میں شاکو کے ساتھ تہہ خانے کے دروازے سے باہر نکلنے لگا تو تخت پر بیٹھے شخص نے کہا۔ "شاکو سنو۔"

"جی جناب۔" شاکو نے تخت پر بیٹھے شخص کی طرف دیکھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ "اسے سب کچھ بتا دینا۔ کہیں کوئی بے وقوفی نہ کر بیٹھے۔" تخت پر بیٹھے شخص نے معنی خیز انداز میں کہا۔

"جی بہت بہتر جناب۔" شاکو نے کہا اور تہہ خانے سے گزر کر دوسرے تہہ خانے میں آ گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ شاکو تین تہہ خانوں سے گزر کر چوتھے تہہ خانے میں آ گیا۔ یہاں اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں موجود تھیں۔ شاکو ان سیڑھیوں کے ذریعے تہہ خانے سے باہر آ گیا۔ میں بھی باہر آ گیا۔ جس کمرے میں ہم باہر نکلے تھے وہ بالکل کھنڈر معلوم ہوتا تھا۔ شاکو مجھے ایک اور کمرے میں لے آیا۔ یہ شاید باورچی خانے کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ "تم بیٹھو' میں تمہیں ناشتہ دیتا ہوں۔"

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

شاکو نے مجھے فرش پر بچھی دری پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ایک طرف رکھے ہوئے چولہے کی طرف بڑھ گیا۔ میں دری پر بیٹھ کر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ کچھ دیر بعد شاکو ناشتہ تیار کر کے میرے پاس لے آیا۔

"شاکو وہ جو تخت پر بیٹھے تھے وہ کون ہیں؟" میں نے ناشتے کی ٹرے اپنی طرف کھینچتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ہمارے سردار جاشان ہیں۔"

"سردار کیا مطلب؟" میں نے اس کی بات نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"ہمارے قبیلے کے سردار ہیں وہ۔" شاکو نے بتایا۔

"قبیلے کے؟" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں کچھ سمجھا نہیں۔ تم لوگ کہاں کے رہنے والے ہو؟"

"ہمارا تعلق افریقہ سے ہے۔ وہاں کئی قبیلے آباد ہیں۔ ہمارا قبیلہ بھی وہاں رہتا ہے۔"

"تو آج تم لوگ افریقہ جاؤ گے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں آج ہم لوگ یہاں سے چلے جائیں گے۔ ابھی تو بہت عرصہ ہمیں پاکستان میں ہی رہنا ہے۔ اس کے بعد مجھے نہیں معلوم کہ سردار کا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ ویسے تمہیں ایک بات بتا دوں کہ اگر تم ہمارے ساتھ رہنا چاہو گے تو بڑے آرام سے رہ سکتے ہو اور ہو سکتا ہے کسی وقت ایسی صورت نکل آئے کہ سردار تمہیں اپنے گھر جانے کی اجازت دے دیں لیکن اگر تم نے یہاں رہتے ہوئے بھاگنے کی کوشش کی تو سردار تمہارے ساتھ بالکل رعایت نہیں کریں گے اور فوراً تمہیں مار دیا جائے گا اور ویسے بھی سردار کی قید سے بھاگنا ناممکن ہے۔ اس لئے کہیں ایسا کوئی خیال اپنے دل میں نہ لانا۔" شاکو نے مجھے تنبیہ کی۔

"کیا سردار مجھے آزاد نہیں کر سکتے؟" میں نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں سردار کبھی خطرہ مول نہیں لیتے۔ ان کا خیال ہے کہ تمہارے جانے سے انہیں کوئی خطرہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے وہ ابھی تمہیں آزاد نہیں کریں گے۔" شاکو نے بتایا۔

"اگر میں سردار کو یقین دلا دوں کہ میں اپنے گھر جانے کے بعد ان کے لیے کسی قسم کا خطرہ پیدا نہیں کروں گا تو کیا وہ مجھے چھوڑ سکتے ہیں؟" میں نے امید بھرے لہجے میں شاکو سے پوچھا۔

"نہیں' جب تک سردار خود مطمئن نہیں ہوں گے اور تمہیں آزاد کرنا مناسب نہیں سمجھیں گے تب تک تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔" شاکو نے صاف گوئی سے کہا۔

"کیا ایک کپ چائے اور پلا سکتے ہو؟" میں نے چائے کی پیالی خالی کرنے کے بعد شاکو سے پوچھا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ ہمارے ساتھ رہتے ہوئے تمہیں کھانے پینے کی کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ کھاؤ پیو اور آرام سے رہو۔" شاکو نے چائے کی پیالی ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا اور چولہے کی طرف چلا گیا اور کیتلی سے چائے لا کر مجھے دے دی۔

"شاکو تم اتنی اچھی اردو کیسے بول لیتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"میں ہندوستان میں بہت عرصہ رہا ہوں۔ اردو کے علاوہ دنیا کی کئی اور زبانیں بھی بڑی روانی سے بول سکتا ہوں۔" شاکو نے بتایا۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"اچھا یہ بتاؤ کہ آج ہم یہاں سے کہیں آس پاس جائیں گے یا دور۔ میرا مطلب ہے کسی اور
میں؟"

"ہمیں کلکتہ جانا ہے۔"

"لیکن کلکتہ تو یہاں سے بہت دور ہے۔ ہم کیسے جائیں گے پھر اتنی ساری بلائیں وغیرہ۔" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جاشان ان کی بیوی بیٹی اور دیگر ملازمین ٹرین کے ذریعے جائیں گے جبکہ بلائیں وغیرہ خود ہی وہاں پہنچ جائیں گی۔" شاکو نے بتایا۔

"خود ہی کس طرح؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ان بلاؤں میں یہ طاقت ہے کہ اگر سردار انہیں اجازت دیں تو یہ لوگوں کی نظروں سے او جھل ہو سکتی ہیں اور پھر یہ تو بلائیں اور بدروحیں وغیرہ ہیں ان کے لیے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ یہ ذرا سی دیر میں دنیا کے اس کونے سے اس کونے تک پہنچ سکتی ہیں۔" شاکو نے بتایا۔ ابھی میں مزید کچھ شاکو سے پوچھنا چاہتا تھا کہ ایک آدمی وہاں آگیا۔ اس نے کسی ایسی زبان میں شاکو سے کچھ کہا جو میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ شاکو اور وہ دونوں آپس میں کچھ دیر بات چیت کرتے رہے پھر وہ آدمی واپس چلا گیا۔

"یہ کون تھا اور کیا کہہ رہا تھا؟" میں نے شاکو سے پوچھا۔

"یہ بھی ہمارا ایک ساتھی ہے۔ ہمارے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ یہ بتا رہا تھا کہ میں تمام تیاریاں مکمل کرلوں۔ ہمیں دوپہر میں یہاں سے جانا ہوگا۔" شاکو نے بتایا۔

"کیا ریلوے اسٹیشن یہاں سے قریب ہے؟"

"نہیں قریب تو نہیں ہے۔" شاکو نے ناشتے کے برتن اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔

"پھر ہم لوگ کس طرح جائیں گے اسٹیشن تک؟" میں نے پوچھا۔

"گاڑیوں میں۔"

"تو کیا تم لوگوں کے پاس گاڑیاں وغیرہ بھی ہیں؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"نہیں ہمارے پاس تو نہیں ہیں لیکن جاشان صاحب کے ایک دوست گاڑیاں لے کر آئیں گے ہم لوگ جب بھی اس علاقے میں آتے ہیں' ان ہی کی گاڑیاں استعمال کرتے ہیں۔" شاکو نے بتایا۔ میں سوچنے لگا کہ جاشان شاکال کی طرح دنیا کی نظروں سے چھپ کر نہیں رہتا بلکہ اس کے رابطے باہر کی دنیا سے بھی ہیں' اسی لئے تو دنیا بھر میں گھومتا پھرتا ہے لیکن اصل میں اس کا کام کیا ہے' یہ میں اب تک نہیں جان پایا تھا۔

"کیا جاشان صاحب کا کوئی کاروبار وغیرہ بھی ہے؟" میں نے شاکو سے پوچھا۔

"ہاں ان کے بہت سے کاروبار ہیں۔"

"تو پھر یہ بلائیں وغیرہ؟"

نہیں ہے۔ بس یوں سمجھ لو کہ یہ سب کچھ ہمارے لئے بس

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

ضروری ہے۔" شاکو نے کہا اور برتن اٹھا کر چولہے کی طرف چلا گیا۔ پھر وہ سامان اکٹھا کر کے انہیں باندھنے لگا۔ سامان کچھ زیادہ نہیں تھا۔ "کیا میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں کوئی خاص کام نہیں ہے۔ تم چاہو تو غسل کرلو۔"

"میں نے ابھی ناشتہ کیا ہے' کچھ دیر بعد کرلوں گا۔" میں نے کہا۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا ناشتے سے۔" شاکو مسکرا کر بولا۔

"کبھی کبھی پڑ جاتا ہے۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا پھر میں وہیں لیٹ گیا۔ "شاکو کیا تم بھی جادو وغیرہ جانتے ہو؟" میں نے دوستانہ انداز میں پوچھا تاکہ اسے برا نہ لگے۔

"کیا تمام باتیں آج ہی پوچھ لو گے؟" شاکو نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "ہمارے ساتھ رہو گے تو تمہیں بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

کچھ دیر آرام کے بعد میں نے اس سے کہا۔ "شاکو' اب میں نہانا چاہتا ہوں۔ مجھے غسل خانے کے بارے میں بتاؤ۔"

"آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں۔" شاکو مجھے لے کر کمرے سے باہر آگیا۔ پھر کچھ راہداریوں سے گزار کر مجھے ایک ایسے کمرے میں لے آیا جہاں بالٹیوں میں کچھ پانی تھا۔ "یہاں نہالو پھر میرے پاس واپس وہیں آجانا۔" شاکو نے کہا اور واپس چلا گیا۔

میں نے ایک بالٹی میں ہاتھ ڈال کر اندازہ لگانا چاہا کہ کہیں وہ زیادہ ٹھنڈا تو نہیں ہے۔ پانی زیادہ ٹھنڈا تھا۔ میں نے سوچا کہ میں اتنے ٹھنڈے پانی سے نہیں نہا سکتا۔ میں شاکو کے پاس واپس جانے کا ارادہ کرنے لگا لیکن میں نے وہاں سے جانے سے قبل باقی بالٹیوں میں موجود پانی کو دیکھ لینا مناسب سمجھا اور تیسری بالٹی ہی میں مجھے گرم پانی مل گیا۔ میں نے گرم اور ٹھنڈا پانی ملایا۔ کمرے کا دروازہ بند کرنے کے بعد میں کافی دیر تک نہاتا رہا۔ اچانک نہاتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ میں جاشان کے پاس آکر اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگا تھا لیکن یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ شاکال اب بھی کسی طرح مجھے نقصان پہنچا سکتا ہو یا پھر مجھے یہاں سے آزاد کروا کے لے جا سکتا ہو اور میں اس کے پاس جانا نہیں جانا چاہتا تھا۔ پھر مجھے شوبھا کا خیال آگیا۔ وہ شاکال کی قید میں تھی اور کافی بری حالت میں تھی۔ میں نے اسے شاکال سے آزاد ہونے کے بارے میں منصوبہ بھی بتایا تھا جس پر وہ راضی بھی ہو گئی تھی پھر نہ جانے کیوں وہ اپنے ارادے سے بدل گئی تھی لیکن اس کے باوجود میرے دل میں یہ بات بھی تھی کہ شاید وہ غصے اور نفرت کی اداکاری کر رہی ہو اور بعد میں اس کا ارادہ ہو کہ میرے بتائے ہوئے منصوبے پر کام کرے گی۔ اب جب تک میں جاشان کے پاس تھا' شوبھا کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ شاکو یا جاشان سے کسی مناسب موقع پر شوبھا کی مدد کے لیے ضرور بات کروں گا۔ میں غسل سے فارغ ہو کر شاکو کے پاس آگیا۔ وہ اپنا سامان باندھ چکا تھا۔ "ہاں بھئی ہو گیا غسل؟" شاکو نے مجھے دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں غسل تو ہو گیا لیکن غسل کے دوران میرے ذہن میں ایک بات آئی تھی۔" میں نے کہا۔

"ہاں بتاؤ کیا بات ہے؟" شاکو نے پوچھا۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"میں سوچ رہا تھا کہ میں جس دشمن کے ہاتھوں سے نکل کر یہاں تک آگیا ہوں اور یہاں اپنے آپ کو محفوظ سمجھنے لگا ہوں' کیا میں ٹھیک سمجھ رہا ہوں؟" میں نے پوچھا۔

شاکو دھیرے سے ہنسا اور بولا۔ "ایک بات کا جواب دو؟"

"ہاں پوچھو۔" میں نے کہا۔

"اگر ایک دودھ پیتا بچہ تمہارے سامنے ہو اور تم سے یہ کہا جائے کہ یہ بچہ اٹھ کر تمہیں قتل کر دے گا تو تم یہ بات سن کر کیا سوچو گے؟" شاکو نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میں ہنسوں گا۔" میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"بس تو یونہی سمجھو کہ تمہارا دشمن شاکال جاشان کے سامنے ایک دودھ پیتے بچے کی حیثیت رکھتا ہے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو پھر میرا ایک کام بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"کیسا کام؟" شاکو نے بھنویں سکیڑ کر پوچھا۔

"دراصل شاکال کے پاس ایک لڑکی شوبھا قید ہے۔ اس کی حالت بہت نازک ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم کسی طرح اسے شاکال کی قید سے آزاد کرالیں۔" میں نے پوچھا۔

"دیکھو ایک بات یاد رکھنا۔ جاشان صاحب خواہ مخواہ کسی کے مسئلے میں ٹانگ نہیں اڑاتے اور نہ ہی کسی کو اپنے کاموں میں دخل دینے کی اجازت دیتے ہیں۔ کل جب شاکال نے یہاں حملہ کروایا تو جاشان صاحب نے حملہ آوروں کو ختم کر دیا۔ جاشان صاحب کا حکم تھا کہ بلاؤں کو مار دیا جائے اور تمہیں ان کے سامنے پیش کیا جائے۔ ان کے حکم کی تعمیل کی گئی اور تمہیں ان کے سامنے پیش کر دیا گیا اور انہوں نے تمہارے بارے میں فیصلہ سنا دیا۔ اگر تم ان سے شاکال کی قید میں موجود لڑکی کو آزاد کروانے کے لیے کہو گے تو وہ کبھی تمہاری بات نہیں مانیں گے۔" شاکو نے کہا۔

"میں تو اس لئے کہہ رہا تھا کہ اگر کسی مظلوم کی زندگی بچ جاتی تو اچھا ہوتا۔" میں نے شاکو کے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں' کچھ بھی ہو جاشان صاحب کبھی شاکال کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔" شاکو نے گویا مجھے آخری فیصلہ سنایا۔

"چلو ٹھیک ہے۔" میں نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

"بس اب کچھ دیر میں گاڑیاں آنے والی ہیں۔ ہمیں روانہ ہونا ہے۔" شاکو نے بتایا اور باورچی خانے سے باہر چلا گیا۔ میں وہیں فرش پر بیٹھ گیا کیونکہ شاکو دری سامان کے ساتھ باندھ چکا تھا۔ کچھ دیر بعد شاکو نے آکر مجھ سے کہا۔ "آؤ تمہیں جاشان صاحب بلا رہے ہیں۔"

"کیوں خیریت تو ہے۔ کہیں تم نے لڑکی والی بات انہیں تو نہیں بتا دی؟" میں نے قدرے گھبرا کر پوچھا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں جاشان صاحب میری بات سے ناراض نہ ہو گئے ہوں۔

"نہیں وہ بات نہیں ہے۔" شاکو نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ میں شاکو کے پیچھے پیچھے چل
pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے نے میں آگیا۔ میں جاشان صاحب ان کی بیوی اور بیٹی کو

دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جس حلئے میں' میں نے کل انہیں دیکھا تھا' آج وہ اس حلئے میں نہیں تھے۔ جاشان صاحب نے بڑھیا قسم کا ڈبل پریس سوٹ پہن رکھا تھا جبکہ ان کی بیوی اور بیٹی نے یورپین لباس پہنے ہوئے تھے۔ کمرے کا سامان بھی باندھ دیا گیا تھا۔

"جی جناب آپ نے مجھے یاد فرمایا؟" میں نے نہایت مئودبانہ انداز میں جاشان صاحب سے پوچھا۔

"دیکھو اب سے کچھ دیر بعد ہم لوگ یہاں سے روانہ ہونے والے ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ بات یاد رکھنا کہ ہم نے تمہیں ایک طرح سے پناہ دی ہے۔ اس لئے ہمارے مفاد کو ہمیشہ ترجیح دینا۔ اگر میں چاہوں تو تمہیں ختم کر سکتا ہوں لیکن چونکہ تم بے قصور ہو اس لئے میں نے تمہیں موت کی سزا نہیں دی۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم ہمارے ساتھ اس وقت تک رہو جب تک میں چاہتا ہوں۔ اس بات کا امکان ہے کہ میں کسی وقت تمہیں آزاد کر دوں لیکن جب تک میں مطمئن نہیں ہوں گا تمہیں آزاد نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ ابھی تمہارے حلئے میں کچھ تبدیلی بھی کرنی پڑے گی کیونکہ باہر تمہیں کوئی بھی پہچان سکتا ہے۔" جاشان نے کہا پھر شاکو کی طرف دیکھ کر اس نے کسی اور زبان میں کچھ کہا جسے میں نہیں سمجھ سکا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" شاکو نے مجھ سے کہا اور تہہ خانے کے دروازے کی طرف چل دیا۔ میں بھی اس کے پیچھے چلنے لگا۔ شاکو مجھے لے کر تہہ خانے سے باہر آگیا اور ایک کمرے میں پہنچ کر بولا۔ "یہیں بیٹھ جاؤ۔" میں فرش پر بیٹھ گیا۔ شاکو نے قریب رکھے بیگ میں سے میک اپ کی کچھ چیزیں نکالیں اور میرا میک اپ کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد اپنے کام سے فارغ ہو کر شاکو نے ایک آئینہ مجھے تھما دیا۔ میں نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی تو حیران رہ گیا۔ مجھے یہ تسلیم کرنا ہی پڑا کہ شاکو میک اپ کرنے کا بڑا ماہر تھا۔ اس نے کچھ ہی دیر میں مجھے بالکل بدل ڈالا تھا۔

"کیسا لگا میک اپ؟" شاکو نے مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔

"بہت بہترین۔" میں نے اس کی تعریف کی۔

"ایک بات تمہیں اور بتاؤں کہ جس کیمیکل سے میں نے تمہارا میک اپ کیا ہے اس کی وجہ سے تمہارا میک اپ اس وقت تک خراب نہیں ہو سکتا جب تک اسے ایک اور خاص کیمیکل سے اتارا نہ جائے۔" شاکو نے بتایا۔

"کیا پانی سے بھی اس پر کوئی فرق نہیں پڑے گا؟" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"پانی سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم بے فکر ہو کر منہ دھو سکتے ہو۔" شاکو نے مسکرا کر بتایا۔ "اچھا تم یہیں بیٹھو میں نے ابھی کچھ اور کام بھی کرنے ہیں۔ ابھی کچھ ہی دیر میں گاڑیاں آنے والی ہیں۔" شاکو نے کہا اور میک اپ کا سامان واپس بیگ میں رکھنے لگا پھر اپنے کام سے فارغ ہو کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

میں سوچنے لگا کہ شاکو بہت ذہین اور تجربہ کار آدمی ہے۔ ابھی تو مجھے اس کے متعلق بہت کم معلوم تھا لیکن مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے اور بھی بہت کچھ آتا ہوگا۔ میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ اگر

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

میں جاشان کے ساتھ ہی رہا اور کوئی ایسی صورتِ حال پیدا نہ ہوئی کہ مجھے ان سے علیحدہ ہونا پڑا تو میں ضرور شاکو سے بہت کچھ سیکھوں گا۔ کچھ دیر بعد مجھے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ میں دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ چند لمحوں بعد شاکو اندر داخل ہوا اور بولا۔ "چلو گاڑیاں آ گئی ہیں۔"

میں اٹھ کھڑا ہوا اور پھر شاکو کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔ باہر جاشان اس کی بیگم اور بیٹی موجود تھیں۔ جبکہ چھ آدمی اور بھی کھڑے تھے۔ وہ یقیناً جاشان کے ملازم تھے۔

"آؤ بھئی چلو۔" جاشان نے مجھ سے کہا۔ میں جاشان کے قریب پہنچ گیا تو وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"اب تمہیں کوئی نہیں پہچان سکتا کیونکہ تم بالکل بدل چکے ہو۔"

"جی ہاں یہ سب شاکو کا کمال ہے۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ کچھ دیر بعد ہم سب حویلی سے باہر آ گئے۔ دو بہترین گاڑیاں باہر کھڑی تھیں۔ میں نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں تو پتہ چلا کہ دور دور تک میدان تھا جبکہ الٹے ہاتھ کی طرف بہت سے پہاڑ نظر آ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ یقیناً یہ وہی پہاڑ ہیں۔ جن سے اتر کر رات میں حویلی کی طرف آیا تھا۔ ہم سب گاڑیوں میں سوار ہو گئے۔ ملازموں نے تھوڑا سا سامان گاڑیوں میں لاد دیا۔ شاکو میرے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ کچھ دیر بعد گاڑیوں میں موجود ڈرائیورز نے گاڑیاں چلا دیں۔

"کیا باقی سامان حویلی میں ہی چھوڑ دیا گیا ہے؟" میں نے دھیمی آواز میں شاکو سے پوچھا۔

وہ دھیرے سے ہنس کر بولا۔ "ہم نے وہاں کچھ نہیں چھوڑا۔"

"لیکن وہاں تو بہت سامان تھا۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"ہمارے پاس جتنا بھی سامان ہے اسے اس طرح بنایا گیا ہے کہ وہ انتہائی چھوٹی شکل میں آ جاتا ہے۔" شاکو نے بتایا۔ میں نے مزید کوئی بات نہیں کی اور گاڑی سے باہر دیکھنے لگا۔ گاڑیوں کے ڈرائیور بہت مشاق تھے۔ وہ اس پتھریلے میدانی علاقے میں گاڑیوں کو نہایت تیز رفتاری اور احتیاط سے چلا رہے تھے۔ اچانک ہم سے آگے والی گاڑی کی رفتار کم ہو گئی۔ اس گاڑی میں جاشان اس کی بیٹی' بیوی اور کچھ ملازم سوار تھے اور پھر کچھ ہی دیر بعد وہ گاڑیاں رک گئی اور ہماری گاڑی کے ڈرائیور نے بھی گاڑی روک لی۔

"گاڑیاں کیوں رک گئی ہیں؟" میں نے شاکو سے پوچھا۔

"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔" شاکو نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور آگے والی گاڑی کی طرف دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد میں نے آگے والی گاڑی میں سے جاشان کو اترتے دیکھا۔ اس کے ساتھ ساتھ باقی ملازمین بھی اتر رہے تھے۔ شاکو اور ہماری گاڑی میں موجود باقی لوگ بھی گاڑی سے اترنے لگے۔ شاکو نے جاشان کے پاس جا کر کوئی بات کی اور واپس ہمارے پاس آ گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کچھ کہا۔ "کیا ہوا شاکو؟" میں نے پوچھا۔

"شاکال ہم پر حملہ کرنے والا ہے۔" اس کی بات سن کر میں کچھ پریشان ہو گیا۔ شاکو مجھے دیکھ کر دھیرے سے مسکرایا اور بولا۔ "تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں نے تمہیں کہا تھا کہ شاکال جاشان صاحب کے سامنے ایک دودھ پیتے بچے کی حیثیت رکھتا ہے۔"

"تو کیا اب یہاں لڑائی ہو گی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں شاکال کو حملہ کرنے دیا جائے گا لیکن پھر ہمارے ساتھی اسے پکڑ کر جاشان صاحب کے سامنے لائیں گے تاکہ وہ اس کی سزا تجویز کر سکیں۔" میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ مجھے دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد مجھے عقب میں دور سے گرد اور مٹی کا ایک غبار نظر آیا۔ "وہ جنگ ہو رہی ہے شاکال کے اور ہمارے ساتھیوں کے درمیان۔" شاکو نے غبار کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ کچھ ہی دیر بعد غبار تھم گیا اور کچھ لوگ ہمیں اپنی طرف آتے دکھائی دیئے۔ جب وہ لوگ ہمارے پاس پہنچے تو میں نے دیکھا کہ جاشان کی بلاؤں نے شاکال اور اس کی ساتھی بلاؤں کو پکڑ رکھا تھا۔ انہوں نے شاکال اور اس کے ساتھیوں کو جاشان کے سامنے لا کر چھوڑ دیا۔ جاشان نے نہایت غضب ناک لہجے میں شاکال سے کہا۔ "تم جانتے ہو کہ میں کبھی بلاوجہ کسی سے دشمنی مول نہیں لیتا لیکن اگر کوئی مجھ پر حملہ کرے یا دشمنی کا آغاز کرے تو میں اسے بہت کڑی سزا دیتا ہوں۔ تم نے بھی بلاوجہ مجھ سے دشمنی کا آغاز کیا لیکن کل رات بھی تمہارے ساتھی مارے گئے اور اب بھی تم ناکام میرے سامنے کھڑے ہو۔

شاکال نے انتہائی شکستہ آواز میں جواب دیا۔ "مجھے آپ کی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں تھا۔ اس لئے میں نے آپ پر حملہ کیا لیکن اب مجھے پتہ چل گیا ہے کہ میں آپ کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ اس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے معاف کر دیا جائے۔ آئندہ کبھی ایسی غلطی نہیں ہو گی۔"

"انہیں لے جاؤ اور بعد میں میرے سامنے پیش کرنا۔" جاشان نے غصیلے لہجے میں کہا تو بلائیں شاکال اور اس کے ساتھیوں کو لے کر ایک طرف چلی گئیں۔ ہم سب دوبارہ گاڑیوں میں سوار ہو گئے۔ گاڑیاں بہت دیر تک میدانی علاقے میں چلتی رہیں۔ میرے ذہن میں کھچڑی سی پک رہی تھی کہ بلائیں شاکال کو کہاں لے گئی ہوں گی۔ آخر کار میں نے شاکو سے پوچھ ہی لیا۔ "شاکو بلائیں شاکال کو کہاں لے گئی ہیں؟"

"وہ اسے پہاڑوں میں لے گئی ہیں۔" شاکو نے بتایا۔

"تو پھر وہ اسے جاشان صاحب کے سامنے کیسے پیش کریں گی؟" میں نے پوچھا۔

"ان کا اپنا ایک طریقہ کار ہے۔ میں بعد میں تمہیں بتاؤں گا۔ فی الحال تم مجھ سے کچھ دیر بات مت کرنا کیونکہ میں کچھ منتر پڑھ رہا ہوں۔" شاکو نے کہا اور کچھ بڑبڑانے لگا۔ میں کچھ دیر اس کے چہرے کی طرف دیکھتا رہا پھر گاڑی سے باہر دیکھنے لگا۔ کافی دیر میدانوں اور ویران علاقے میں چلنے کے بعد گاڑیاں ایک کچی سڑک پر آ گئیں۔ یہ علاقہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کچی سڑک پر بھی گاڑیاں بہت دیر تک چلتی رہیں پھر ایک پختہ سڑک پر آ گئیں۔ کچھ دور جانے کے بعد ہمیں دو چار گاڑیاں اور بھی نظر آئیں اور پھر جوں جوں ہم آگے بڑھتے رہے' شہر نزدیک آتا گیا اور ہم شہر میں داخل ہو گئے۔

یہ شہر یہ جگہ میں پہلے بھی کئی مرتبہ دیکھ چکا تھا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں ایک بار پھر اپنی دنیا میں واپس آ گیا ہوں۔ پے در پے پُراسرار واقعات نے مجھے ذہنی طور پر مایوس کر دیا تھا اور اس دنیا میں واپس آنا مجھے تقریباً ناممکن نظر آتا تھا۔ مجھے اپنے آس پاس کا ماحول دیکھ کر بے حد خوشی ہو رہی تھی۔ گاڑیوں کا سفر ریلوے اسٹیشن پر جا کر ختم ہوا۔ ریلوے اسٹیشن پہنچ کر ہم سب ایک ٹرین کے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

کمپارٹمنٹ میں بیٹھ گئے۔ کچھ ہی دیر بعد ٹرین نے روانگی کی سیٹیاں بجائیں اور آہستہ آہستہ رینگنے لگی۔ ٹرین میں خاموشی طاری تھی تمام افراد اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے وقت اپنی رفتار سے گزرتا جارہا تھا ہر طرف اندھیرا پھیلنے لگا۔ رات ہوئی تو سب لوگ سونے کے لیے لیٹ گئے۔ میں بھی ایک برتھ پر لیٹ گیا۔ اچانک پورے کمپارٹمنٹ میں اندھیرا ہو گیا اور ایک چیخ سنائی دی۔

اچانک اندھیرا ہو جانے سے اور چیخ سن کر میں کچھ گھبرا گیا۔ میں نے گردن اٹھا کر اِدھر اُدھر دیکھا لیکن مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ کچھ آہٹیں سنائی دے رہی تھیں' جیسے کچھ لوگ آپس میں گتھم گتھا ہوں۔ میں کچھ دیر اپنی جگہ لیٹا رہا پھر دھیرے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد کمپارٹمنٹ میں روشنی ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ جاشان صاحب' ان کی بیوی اور بیٹی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے تھے۔ ان کے چہروں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ انہوں نے کافی مشقت کی ہے۔ شاکو ایک جانب کھڑا تھا جبکہ باقی لوگ بھی اِدھر اُدھر کھڑے تھے۔ شاکو نے ایک سرسری نظر مجھ پر ڈالی پھر جاشان صاحب نے کرخت لہجے میں کوئی بات کہی۔ ان کے لہجے میں غصہ بھی شامل تھا۔

کافی دیر تک مزید کوئی بات نہیں ہوئی۔ شاکو کچھ دیر ٹرین کی کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا پھر میرے سامنے والی برتھ پر آکر لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے ایک سگریٹ سلگایا اور سگریٹ کا پیکٹ میری طرف بڑھا کر بولا۔ "لو' سگریٹ پیو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم پریشان ہو۔"

"ہاں' یہ سب کیا تھا؟" میں نے اس کے سگریٹ کے پیکٹ میں سے ایک سگریٹ نکالتے ہوئے پوچھا۔

"جب ٹرین کی لائٹ بند ہوئی تب میں بھی نہ سمجھ سکا کہ یہ سب کیا ہے لیکن پھر چند ہی لمحوں میں ساری بات میری سمجھ میں آگئی۔" شاکو نے کہا اور سگریٹ کا ایک کش لینے لگا۔ وہ یقیناً چند لمحوں بعد اور سب کچھ بھی بتا دیتا لیکن میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔ "کیا بات سمجھ آگئی تھی تمہیں؟"

"یہی کہ کوئی ہم پر حملہ کر چکا ہے۔" شاکو نے کہا۔

"کس نے حملہ کر دیا کیونکہ شاکال تو....؟" میں نے بھنویں سکیڑ کر پوچھا۔

"میرے دوست" صرف شاکال ہی ہمارا دشمن نہیں ہے۔ ہمارے لئے قدم قدم پر دشمن اور خطرات موجود ہیں۔ خیر' ابھی کچھ دیر پہلے جو حملہ ہم پر ہوا تھا وہ ہمارے کسی دشمن نے نہیں کیا تھا۔ دراصل جب لائٹ بند ہوئی تو یہاں کچھ آزاد بدروحیں موجود تھیں۔ انہوں نے ہی ہم پر حملہ کیا تھا۔" شاکو نے بتایا۔

"کیا ان بدروحوں نے آج ہی بسیرا کیا تھا؟" میں نے پوچھا اور سگریٹ منہ سے لگا کر دھواں اندر کھینچنے لگا۔ شاکو کچھ دیر خاموش رہا۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میری بات سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے پھر وہ بولا۔ "تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ ان بدروحوں کا بسیرا یقیناً پرانا نہیں ہے ورنہ وہ تو روزانہ ٹرین پر حملہ کرتیں اور اگر ایسے واقعات ہوتے تو یقیناً اب تک حکومت اس سلسلے میں کچھ کر چکی ہوتی۔"

"اب میں سمجھا تمہاری بات کا مطلب۔" شاکو نے دھیرے سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بدروحوں کے متعلق تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کا بسیرا پرانا تھا یا نیا البتہ یہ میں ضرور کہوں گا کہ اگر ان کا بسیرا پرانا تھا تب بھی وہ عام لوگوں کے لیے کوئی خطرہ نہیں تھیں۔ دراصل جاشان صاحب اور ہم سب ہر وقت اپنے گرد حفاظتی حصار کھینچے رہتے ہیں تاکہ ہمارا کوئی دشمن دھوکے سے ہم پر حملہ نہ کر سکے اور اگر ایسا ہو تو ہم لوگ محفوظ رہ سکیں۔ انہی حصاروں کی وجہ سے بدروحوں نے ہم پر حملہ کر دیا تھا کیونکہ ان بدروحوں کو علم ہو گیا تھا کہ ہم کوئی عام لوگ نہیں ہیں اور یقیناً انہیں یہی خطرہ رہا ہو گا کہ ہم ان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے انہوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔" شاکو نے سگریٹ کی راکھ جھاڑ کر اسے منہ سے لگا لیا۔ "کیا ان بدروحوں نے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد ہم نے انہیں قابو کر لیا ہے اور اب وہ ہماری قیدی ہیں۔ ہمارے ساتھی انہیں اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔" شاکو نے بتایا۔

"اچھا۔" میں نے کہا اور سگریٹ کا ایک کش لینے کے بعد بولا۔ "وہ چیخ کس کی تھی؟"

"وہ جاشان صاحب کی بیگم کی چیخ تھی۔ اچانک اندھیرا اور حملہ ہونے کی وجہ سے جاشان صاحب کا ہاتھ زور سے انہیں لگ گیا تھا۔" شاکو نے بتایا۔ میں کچھ دیر بیٹھا سگریٹ پیتا رہا پھر اسے برتھ کے ایک کونے میں بجھانے کے بعد لیٹ گیا۔ لیٹتے ہی اچانک مجھے شوبھا کا خیال آگیا۔ میں نے سوچا کہ اب وہ نہ جانے کس حال میں ہو گی۔ میں بہت دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا پھر نہ جانے کس وقت مجھے نیند آگئی۔ جب میری آنکھ کھلی تو صبح کا اجالا پھیل رہا تھا۔ جاشان صاحب اور دیگر لوگ جاگ چکے تھے۔ کچھ دیر بعد ٹرین کی رفتار کم ہونے لگی بالآخر وہ رک گئی۔ میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ وہاں مجھے لوگوں کے پیر نظر آئے جو تیزی سے اِدھر اُدھر حرکت کر رہے تھے۔ میں نے شاکو کو دیکھا وہ کھڑکی سے باہر اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کسی کو تلاش کر رہا ہے۔ میں برتھ سے نیچے اتر آیا اور شاکو کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور مسکرانے لگا۔ "کون سا اسٹیشن ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"کلکتہ ہے۔" شاکو نے جواب دیا اور ہاتھ ہلانے لگا۔ میں نے اس طرف دیکھا' جہاں وہ دیکھ رہا تھا۔ وہاں سے دو آدمی ہماری طرف آ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد دونوں آدمی ہمارے قریب پہنچ گئے۔ "آپ لوگ بخیریت پہنچ گئے؟" ایک شخص نے پوچھا۔ وہ اچھے مضبوط جسم کا مالک تھا۔ اس نے ہلکی سی داڑھی رکھی ہوئی تھی۔ اس کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ تھی۔ اس نے جینز اور ٹی شرٹ پہن رکھی تھی۔ "جی ہاں' ہم لوگ خیریت سے پہنچ گئے ہیں۔" شاکو نے خوشدلی سے جواب دیا۔ دونوں آدمی ٹرین کے ڈبے کے دروازے کی طرف چلے گئے اور پھر کچھ دیر بعد اندر آ گئے۔ جاشان صاحب ان کی بیٹی اور بیوی کی طرف دیکھنے کے بعد تعظیماً جھک کر دونوں نے کچھ الفاظ ادا کیے۔ جس نے شاکو سے بات کی تھی' جاشان صاحب سے بولا۔ "آپ لوگ آیئے میرے ساتھ۔"

جاشان صاحب' ان کی بیوی اور بیٹی اٹھ گئے۔ وہی شخص اپنے ساتھی سے بولا۔ "تم شاکو وغیرہ کے ساتھ سامان لے کر آؤ۔" دوسرے شخص نے اثبات میں سر ہلایا اور شاکو سے مخاطب ہوا۔ "چلیں'

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

اٹھائیں سامان۔" اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد اس نے خود بھی ایک بڑا اٹیچی کیس اٹھا لیا۔ میں نے بھی ایک اٹیچی کیس اٹھا لیا۔ شاکو اور دوسرے لوگوں نے بھی مختلف سامان اٹھا لیا۔ ہم سب ڈبے سے باہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ہم سب اسٹیشن کی حدود سے باہر آ گئے۔ باہر دو شاندار گاڑیاں ہمارے لئے موجود تھیں۔ سامان رکھنے کے بعد ہمارے استقبال کے لیے آنے والے دونوں آدمیوں نے ایک ایک گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑیاں روانہ ہو گئیں۔ میں شاکو کے ساتھ ہی بیٹھا آس پاس کے ماحول کا جائزہ لیتا جا رہا تھا۔ اچانک میری نظر ایک سینما گھر پر پڑی۔ وہاں پر لگے پبلسٹی بورڈ دیکھ کر پتہ چلا کہ وہاں فلم ویرانہ کی نمائش ہو رہی تھی۔ یہ فلم میں دیکھ چکا تھا۔ جب میں نے یہ فلم دیکھی تھی اس وقت میں اس فلم پر خوب ہنسا تھا۔ کیونکہ یہ فلم جادو سے بھرپور اور پُراسرار واقعات سے لبریز تھی۔ اس وقت میں جادو اور پُراسرار واقعات پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ میں نے اپنے دوستوں سے کہا تھا کہ بھلا یہ بھی کوئی فلم ہے۔ یہ تو بچوں کے دیکھنے کی ہے لیکن اب جبکہ میں خود پُراسرار واقعات سے دوچار ہو چکا تھا تو میں دل ہی دل میں اس فلم کے رائٹر کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"کن خیالات میں گم ہو؟" شاکو نے پوچھا تو میں چونک کر اپنے خیالات سے باہر آ گیا۔ میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "بہت سے خیالات ہیں جو ذہن میں گردش کر رہے ہیں۔"

"مثلاً!" شاکو نے مسکرا کر پوچھا۔

"ابھی میں سینما ہاؤس پر لگے بورڈ پر فلم کا نام دیکھ رہا تھا۔ یہ فلم پُراسرار واقعات پر مبنی ہے۔ جب میں نے یہ فلم دیکھی تھی تو میں اس پر بہت ہنسا تھا اور اپنی طرف سے فلم کے رائٹر' ڈائریکٹر اور دیگر لوگوں کا خوب مذاق اڑایا تھا کہ یہ سب حقیقت میں کہاں ہوتا ہے؟ یہ تو ذہن کی اختراع ہے لیکن اب اس فلم کے بارے میں میری رائے کچھ اور ہے۔ میں دل ہی دل میں فلم کے رائٹر کی تعریف کر رہا تھا۔" میں نے ہنس کر جواب دیا۔

"اکثر لوگوں کا یہی خیال ہے کہ دنیا میں پُراسرار مخلوق کا کوئی وجود نہیں ہے لیکن تم نے اکثر یہ بھی دیکھا ہوگا کہ دنیا میں مختلف جگہوں پر کئی لوگ عجیب و غریب پُراسرار بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کوئی بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہے تو کوئی کسی چیز کو دیکھ کر دہشت زدہ ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں جس شخص پر اثر ہوا ہوتا ہے وہ یا تو ہمیشہ کے لیے اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔ یا پھر اگر وہ ٹھیک ہوجائے تو صرف وہی شخص پُراسرار واقعات کا قائل ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ موجود دیگر لوگ قائل نہیں ہوتے بلکہ یہی کہتے ہیں کہ یہ اس شخص کے دماغ کا خلل ہے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی تھوڑا بہت قائل ہو بھی جائے تب بھی متاثرہ شخص کی باتوں پر پوری طرح یقین نہیں کرتا اور شکوک و شبہات اس کے دل میں رہتے ہیں۔" شاکو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ لوگ ہوٹل میں ٹھہریں گے؟" میں نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد شاکو سے پوچھا۔

"نہیں ہم لوگ جاشان صاحب کے دوست اندروما کے گھر پر ٹھہریں گے۔"

"یہ اندروما کون ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"[illegible] ان کا وسیع کاروبار ہے۔" شاکو نے بتایا۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"ہم کتنے دن ان کے پاس رہیں گے اور اس کے بعد کہاں جائیں گے۔" میں نے پوچھا۔

"یہ سب کچھ میں نہیں جانتا کیونکہ تمام باتیں جاشان صاحب کی مرضی سے ہوتی ہیں۔ ہمیں تو صرف حکم دے دیا جاتا ہے کہ اب ایسا کرنا ہے۔" شاکو نے بتایا۔

"تمہارے باقی ساتھی مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے؟" میں نے پوچھا۔

"انہیں خواہ مخواہ کسی سے بات کرنے کی عادت نہیں ہے اور پھر اس لئے بھی وہ احتیاط کرتے ہیں کہ کہیں جاشان صاحب ناراض نہ ہو جائیں۔" شاکو نے بتایا۔

"جاشان صاحب نے ہوائی سفر کیوں نہیں کیا؟" میں نے سوال کیا۔

"جاشان صاحب کی بیگم کے ساتھ کچھ مسئلہ ہے' اس لئے ہم لوگ زیادہ تر زمینی سفر کرتے ہیں۔ ہوائی سفر صرف اس وقت کیا جاتا ہے جب اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔" شاکو نے بتایا۔ کچھ دیر بعد گاڑیاں شہر کے ہجوم سے نکل کر پُرسکون علاقے میں آ گئیں۔ وہاں بہترین کوٹھیاں اور بنگلے بنے ہوئے تھے۔ گاڑیاں ایک بنگلے کے سامنے رک گئیں۔ ہارن دینے پر گیٹ کھل گیا اور گاڑیاں اندر داخل ہو گئیں۔

بنگلہ بہت شاندار تھا۔ کئی ملازمین اِدھر اُدھر نظر آ رہے تھے۔ جبکہ برآمدے میں ایک بارعب شخص ہاتھ میں چھڑی لئے کھڑا تھا۔ اگلی گاڑی اس کے پاس رک گئی اس کے پیچھے ہماری گاڑی بھی رک گئی۔ دونوں گاڑیوں کے ڈرائیوروں نے نیچے اتر کر گاڑیوں کے دروازے کھولے اور سب لوگ اترنے لگے۔ جاشان صاحب اور وہی بارعب شخص نہایت گرم جوشی سے ملے۔ مصافحہ کے بعد اس شخص نے سب کو اندر چلنے کے لیے کہا ہم سب اندر کی طرف چل دیئے۔ "کیا یہی اندروما ہیں؟" میں نے دھیرے سے شاکو سے پوچھا۔ "ہاں یہی ہیں۔" شاکو نے بھی آہستگی سے جواب دیا۔ ہم سب اندر آ کر ایک بڑے ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔ ڈرائنگ روم بہترین طرح سے آراستہ کیا گیا تھا۔ جاشان صاحب اور اندروما کچھ دیر تک ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرتے اور دیگر موضوعات پر بات چیت کرتے رہے جبکہ باقی لوگ خاموش بیٹھے رہے۔

کچھ دیر بعد ایک ملازم ٹرالی لے کر آ گیا۔ اس نے سب کو چائے پیش کی۔ میں کافی تھکن محسوس کر رہا تھا۔ چائے پی کر کافی حد تک تازہ دم ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ہم سب کو الگ الگ کمروں میں ٹھہرا دیا گیا۔ میں اپنے کمرے میں آنے کے بعد بیڈ پر لیٹ گیا۔ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے ایک باوردی ملازم کھڑا تھا۔ "جناب آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟"

"نہیں' فی الحال تو نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھا اگر آپ کو کسی وقت کسی چیز کی ضرورت پڑے تو آپ اس بٹن کو دبا دینا' میں حاضر ہو جاؤں گا۔" ملازم نے کمرے میں آ کر میرے بیڈ کے قریب لگے ایک بٹن کے بارے میں بتایا۔

"ٹھیک ہے' ضرورت پڑی تو بلا لوں گا۔" میں نے کہا۔ وہ واپس چلا گیا تو میں نے دروازہ بند کر لیا اور واپس آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد میں غسل خانے میں پہنچ گیا۔ غسل سے فارغ ہو کر میں نے وہی کپڑے پہن لئے جو میں نے اتارے تھے۔ وہ زیادہ صاف نہیں تھے لیکن مجبوراً مجھے پہننا پڑے کیونکہ

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

ان کے علاوہ میرے پاس اور کپڑے تھے ہی نہیں۔ میں غسل خانے سے باہر آکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ مستقبل میں کیا ہو سکتا ہے۔ جاشان صاحب کہہ چکے تھے کہ جب تک وہ مطمئن نہیں ہوں گے مجھے آزاد نہیں کریں گے۔ مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ وہ کب اور کس طرح مطمئن ہوں گے۔ مجھے سب سے زیادہ فکر امی کی تھی۔ وہ نہ جانے کس حال میں ہوں گی۔ جاشان صاحب مجھے ایک مرتبہ امی سے مل کر آنے کا موقع دیں تو میں امی کو مطمئن کر کے آسکتا تھا۔ اس کے بعد جاشان صاحب جب تک چاہتے میں ان کے ساتھ رہ سکتا تھا۔ پھر میں ایک انگلش رسالہ اٹھا کر اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔

کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تو میں چونک گیا۔ اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے شاکو کو پایا۔
"آؤ آؤ شاکو۔" میں نے اسے راستہ دیتے ہوئے کہا۔ وہ اندر آکر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ میں بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔ "تم نہا لئے؟" اس نے میرے گیلے بال دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا اور اس کے بال دیکھنے لگا۔ وہ بھی نہا کر آیا تھا لیکن اس نے دوسرے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ "تم شام میں میرے ساتھ چلنا' بازار سے تمہارے لئے کپڑے اور دیگر چیزیں لے آئیں گے۔" شاکو نے کہا۔

میں نے اثبات میں سر ہلانے کے بعد اس سے کہا۔ "شاکو میں تم سے ایک مشورہ لینا چاہتا ہوں۔" شاکو نے بھنویں سکیڑ کر پوچھا۔ "کیسا مشورہ؟"

"دیکھو مجھے امی بہت یاد آتی ہیں۔ انہیں میرے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ میں کہاں ہوں' کیا کر رہا ہوں؟ میں چاہتا ہوں کہ تم جاشان صاحب سے کہو کہ میں ایک مرتبہ اپنی امی سے ملنے کے بعد واپس آجاؤں گا۔ اس کے بعد جب تک جاشان صاحب کہیں گے میں ان کے ساتھ رہوں گا اور جیسا وہ کہیں گے' ویسا ہی کروں گا۔" شاکو میری بات سن کر سوچ میں پڑ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ بولا۔ "جیسا تم چاہتے ہو ایسا ہونا کافی مشکل ہے۔ جاشان صاحب تمہاری بات نہیں مانیں گے۔"

"تم انہیں بتاؤ کہ میری گمشدگی سے میری ماں کو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ میں صرف ایک بار اپنی ماں کو مطمئن کر لوں اس کے بعد میں جاشان صاحب کا غلام بن کر رہ سکتا ہوں اور تم تو جانتے ہی ہو کہ ماں کا دل اپنی اولاد کے لیے کیسا ہوتا ہے۔" میں نے ملتجیانہ انداز میں کہا۔ شاکو ایک بار پھر کچھ سوچنے لگا چند لمحوں بعد وہ بولا۔ "میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ جاشان صاحب یہ بات مان جائیں۔"

"کیا تم آج ہی بات کرو گے؟" میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"اگر آج ہی مناسب موقع مل گیا تو بات کر لوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔" شاکو نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر ہم دونوں نے کوئی بات نہیں کی۔ میں امی کے متعلق اور شاکو نہ جانے کیا سوچتا رہا۔ پھر وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "سلطان مجھے ایک کام یاد آگیا ہے۔" پھر اس نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کچھ دیر بعد لنچ کا ٹائم ہونے والا ہے۔ ڈائننگ ٹیبل پر ملاقات ہو گی۔" وہ چلا گیا۔ میں پھر بستر پر

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

ستک ہوئی۔ میں سمجھ گیا کہ ملازم لنچ کے لیے کہنے آیا

ہو گا۔ میں نے دروازہ کھولا۔ حسب توقع ملازم موجود تھا۔ اس نے کہا۔ "جناب! میرے ساتھ آیئے لنچ کے لیے۔" میں نے کوئی بات نہیں کی اور اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ وہ مجھے لے کر ایک بڑے سے ہال میں آگیا۔ وہاں ڈائننگ ٹیبل پر شاکو اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ جبکہ جاشان صاحب' ان کی بیٹی' بیوی اور اندروما بھی ایک طرف سے آرہے تھے۔ میں شاکو کے ساتھ والی کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔ میں نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ دروازوں پر شیر اور دیگر جنگلی جانوروں کی کھالیں لگی ہوئی تھیں۔ "کیا اندروما شکاری ہیں؟" میں نے آہستہ سے شاکو سے پوچھا۔ اس نے قدرے میری طرف جھک کر جواب دیا۔ "ہاں' وہ بہت بڑے شکاری ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ان کے بہت سے شوق ہیں۔" باقی لوگ بھی کرسیوں پر بیٹھ گئے تو کھانے کا آغاز ہوا۔ کھانے سے فارغ ہو کر سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں واپس چلے گئے بیڈ پر لیٹے لیٹے اچانک میری نظر ایک سگریٹ کیس پر پڑی جو بند تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر کھولا۔ اس میں سگریٹ موجود تھے۔ میں نے دیکھا اس میں کئی برانڈ کے سگریٹ تھے۔ میں نے اپنی پسند کا سگریٹ نکال کر قریب پڑے لائٹر سے سلگایا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

ابھی میں نے سگریٹ ختم کیا ہی تھا اور بجھا کر بیڈ پر لیٹنا چاہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے شاکو موجود تھا۔ "تمہارا کام کچھ بنتا نظر آرہا ہے۔" اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ میں نے دروازہ بند کیا اور اس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔ میں نے بے چینی سے پوچھا۔ "کیا تم نے جاشان صاحب سے بات کی ہے؟"

"ہاں۔ میں نے ان سے بات کی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"پھر کیا کہا انہوں نے؟" میں نے ایک بار پھر بے چینی سے پوچھا۔

"وہ خود تم سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" شاکو نے بتایا۔

"اچھا' کب؟" میں نے پوچھا۔

"دس منٹ بعد ہمیں ان کے کمرے میں جانا ہے۔" شاکو نے بتایا۔

میں نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھا۔ پھر شاکو سے مخاطب ہوا۔ "کیا جاشان صاحب رضامند لگ رہے ہیں؟"

"اگر انہوں نے انکار کرنا ہوتا تو وہ صاف طور پر مجھے کہہ دیتے۔ تمہیں اپنے پاس بلانے کا مطلب یہی ہے کہ وہ تم سے بات کرنے کے بعد تمہاری بات مان سکتے ہیں۔" شاکو نے کہا۔

میں بے چینی سے دس منٹ گزرنے کا انتظار کرنے لگا۔ ٹھیک دس منٹ بعد شاکو اٹھتے ہوئے بولا۔ "آؤ چلتے ہیں۔" ہم دونوں جاشان صاحب کے کمرے کے سامنے پہنچ گئے۔ شاکو نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی تو اندر سے جاشان صاحب کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے اپنی زبان میں کچھ کہا تھا۔ شاکو نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ جاشان صاحب بستر پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے شاکو سے پھر کچھ کہا تو شاکو مجھ سے مخاطب ہوا۔ "تم صوفے پر بیٹھو۔" میں بیٹھ گیا تو شاکو کمرے سے باہر چلا گیا۔ جاشان صاحب نے پائپ میں تمباکو بھر کر اسے جلایا اور چند کش لینے کے بعد مجھ سے مخاطب ہوئے۔ "شاکو نے بتایا ہے کہ تم اپنی ماں سے ملنا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"دیکھو! میں نے جو تمہیں اپنے پاس رکھا ہوا ہے' اس سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مجھے تو صرف یہ خطرہ ہے کہ تم اپنے گھر جانے کے بعد کسی سے ہمارے متعلق کچھ کہہ نہ دو۔" جاشان صاحب ابھی مزید کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن میں درمیان میں ہی بول پڑا۔ "میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کے بارے میں کسی سے بات نہیں کروں گا۔" جاشان صاحب میری بے چینی دیکھ کر مسکرا دیئے۔ پائپ کا ایک کش لینے کے بعد وہ بولے۔ "میں جانتا ہوں کہ تم کسی سے کچھ نہیں کہو گے لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب تک تم اپنے اختیار میں ہو۔" وہ اپنی بات کہنے کے بعد میری طرف معنی خیز انداز میں دیکھنے لگے۔

"میں آپ کی بات کا مطلب نہیں سمجھا۔" میں نے پلکیں جھپکتے ہوئے کہا۔

"اگر تم یہاں سے جاؤ گے تو تم مختلف پُراسرار لوگوں سے محفوظ نہیں رہو گے۔ ان میں سرفہرست شاما اور شاکال کے ساتھی ہیں۔ وہ یقیناً تمہیں اپنے پاس رکھنا چاہیں گے یا پھر تمہیں مار دیں گے۔" جاشان صاحب نے کہا۔

"لیکن کیوں؟" میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"اس لئے کہ تم ان کے متعلق جان چکے ہو۔ میں تمہیں اپنے پاس اس وقت تک رکھنا چاہتا ہوں جب تک تم ہر طرح سے محفوظ نہ ہو جاؤ۔ اب بتاؤ کیا تم جانا چاہو گے؟" جاشان صاحب نے پوچھا۔

میں سوچ میں پڑ گیا۔ "اس کا حل کیا ہو سکتا ہے کہ میں ان لوگوں سے محفوظ رہوں؟" میں نے کہا۔

"تم اگر ہمارے پاس رہ کر کچھ خاص عمل سیکھ جاؤ تو بوقت ضرورت انہیں استعمال کر کے اپنے دشمن سے محفوظ رہ سکتے ہو۔" جاشان صاحب بولے۔

"میں کتنے عرصے میں وہ عمل سیکھ جاؤں گا؟" میں نے پوچھا۔

جاشان صاحب نے پائپ سے کش لینے کے بعد دھواں فضا میں اڑا کر کہا۔ "کم از کم دو سال میں لیکن میں نے تمہاری ماں کی تسلی کے لیے ایک بات سوچی ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہمارا ایک آدمی تمہاری ماں کے پاس جائے گا اور انہیں تمہارے متعلق بتائے گا کہ تم خیریت سے ہو' ساتھ ہی تم اسے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک رقعہ بھی دے دینا۔" جاشان صاحب نے کہا۔

ان کی تجویز بری نہیں تھی لیکن میں نے سوچا کہ اگر امی سے خود ہی ایک مرتبہ ملاقات کر لوں تو زیادہ اچھا ہے۔ میں نے ان سے کہا۔ "کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ میں خود ہی اپنی ماں سے مل آؤں۔ اگر آپ مہربانی کریں تو کسی ایسے شخص کو میرے ساتھ بھیج دیں جو واپسی تک مجھے خطرات سے محفوظ رکھ سکے۔" میں نے کہا اور امید بھری نظروں سے جاشان صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔ جاشان صاحب میری بات سن کر کچھ سوچنے لگے۔ کچھ دیر بعد وہ بولے۔ "فی الحال تو یہ ممکن نہیں ہے۔ ہم لوگ کچھ مسائل

میں الجھے ہوئے ہیں' تقریباً ایک ماہ بعد تمہاری تجویز پر عمل ہو سکتا ہے۔ اس لئے....." ابھی انہوں نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ قریب رکھے ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ انہوں نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا اور پھر کسی دوسری زبان میں بات چیت کرنے لگے۔ فون دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ اپنے گھر فون کر لوں۔ اب سے پہلے مجھے فون کا خیال اس لئے نہیں آیا تھا کہ مجھے خود ہی گھر جانے کی امید تھی لیکن اب مایوسی کے عالم میں فون مجھے بہت بڑا سہارا لگ رہا تھا۔ جاشان صاحب نے جونہی ریسیور کریڈل پر رکھا' میں نے ان سے کہا۔ "اگر ایک مہینے کی بات ہے۔ تو پھر کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ میں اپنی ماں سے فون کر کے بات کر لوں؟"

جاشان صاحب کچھ دیر سوچتے رہے پھر بولے۔ "تم فون کر سکتے ہو لیکن یہاں سے نہیں بلکہ ٹیلی فون کے آفس سے شام کو شاکو کے ساتھ جا کر فون کر لینا۔" میں سمجھ گیا کہ وہ محض احتیاط کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں۔ انہیں خطرہ ہوگا کہ فون پر کوئی میری بات چیت نہ سن لے اور کوئی پریشان کن صورتِ حال سامنے نہ آ جائے۔ "جی ٹھیک ہے۔ میں شام کو فون کر لوں گا۔" میں نے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔" جاشان صاحب نے پائپ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

میں اٹھ کر ان کے کمرے سے باہر آ گیا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ شاکو کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ شاکو وہاں کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے فوراً پوچھا۔ "کیا ہوا؟"

"جاشان صاحب مجھے اپنی ماں سے ملنے کے لیے گھر بھیجنے پر راضی ہیں لیکن ایک ماہ بعد۔ وہ کہہ رہے تھے کہ میں آج شام تمہارے ساتھ ٹیلی فون آفس جا کر وہاں اپنی ماں سے بات کر لوں۔" وہ کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔ "میں جاشان صاحب کے حق میں ہر وقت دعا کرتا ہوں' وہ نہایت رحم دل آدمی ہیں اور کسی کو تکلیف یا پریشانی میں نہیں دیکھ سکتے۔" میں نے اس کے قریب کرسی پر بیٹھ کر کہا۔ "جاشان صاحب آخر پُراسرار دنیا سے کیوں تعلق رکھتے ہیں جبکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ چاہیں تو اس پُراسرار دنیا سے الگ رہ کر بھی ایک بہترین زندگی گزار سکتے ہیں۔"

"اس کی ایک خاص وجہ ہے۔" شاکو نے فضا میں گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا تم مجھے وہ وجہ بتانا پسند کرو گے؟" میں نے محتاط انداز میں شاکو سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے تمہیں بتا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"دراصل جاشان صاحب شیطان کے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔" شاکو نے بتایا۔

"شیطان کے خلاف جنگ!" میں نے دھیرے سے کہا اور سوچنے لگا کہ یہ وہی شیطان ہے جس کا تذکرہ قرآن میں ہے یا کوئی اور بلا ہے۔ میں نے شاکو سے کہا۔ "شاکو ہمارے قرآن میں بھی شیطان کا ذکر ہے۔ کیا تم اسی شیطان کی بات کر رہے ہو؟"

"اس بارے میں' میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا کہ جس سے ہمارا مقابلہ ہے یہ وہی شیطان ہے یا نہیں لیکن اس کی حرکتیں بالکل اسی شیطان جیسی ہیں۔ شاید یہ وہی ہو۔" شاکو نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"اس جنگ کا مقصد کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"شیطان کا خاتمہ!" شاکو نے جواب دیا۔

"اگر ایسی بات ہے تو میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔" میں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ شاکو نے گہری نظروں سے میری طرف دیکھا اور بولا۔ "اس کے لیے تو تمہیں ہمارے ساتھ ہی رہنا پڑے گا۔"

"میں تیار ہوں۔ جاشان صاحب ایک نیک مقصد کے لیے جنگ کر رہے ہیں۔ اس لئے میں اس وقت تک تم لوگوں کے ساتھ رہنے کو تیار ہوں جب تک شیطان کا خاتمہ نہ ہو جائے۔" میں نے ایک بار پھر پُرجوش انداز میں کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تمہارا جذبہ دیکھ کر یقیناً جاشان صاحب بہت خوش ہوں گے۔"

"مجھے بھی ان کا ساتھ دے کر بہت خوشی ہوگی۔" شاکو چند لمحے تک میری طرف گہری نظروں سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "اگر جاشان صاحب نے تمہیں آزاد کر دیا اور گھر جانے کی اجازت دے دی تو کیا پھر بھی تم ہمارے ساتھ رہنا پسند کرو گے؟"

"ہاں ضرور!" میں نے مستحکم لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن تمہارے گھربار اور کاروبار کا کیا بنے گا؟" شاکو نے پوچھا۔

"میں تمام معاملات سنبھال لوں گا اور تم لوگوں کے ساتھ ہی رہوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں تمہارے خیالات آج ہی جاشان صاحب تک پہنچا دوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور تمہارے جذبے کی قدر کریں گے۔" شاکو نے کہا پھر وہ اٹھتے ہوئے بولا۔ "تم چاہو تو آرام کر لو' میں بھی کچھ آرام کرنا چاہتا ہوں۔ شام کی چائے کے بعد ہم بازار چلیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی کچھ آرام کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا تو شاکو کمرے سے باہر چلا گیا اور میں بستر پر دراز ہو گیا اور جاشان صاحب کے متعلق سوچنے لگا کہ جاشان صاحب اس دنیا کی بقاء کے لیے بہت بڑا کام کر رہے ہیں۔ وہ یقیناً بہت اچھے انسان ہیں جن کے دل میں انسانیت کا درد ہے ورنہ انہیں کیا ضرورت ہے کہ وہ اس دنیا اور انسانوں کی بقاء کے لیے شیطان سے جنگ کریں۔ جہاں تک میرا اندازہ تھا وہ مالدار اور اثر و رسوخ والے آدمی تھے۔ وہ چاہتے تو شیطان والے معاملے سے الگ رہ کر ایک بھرپور زندگی گزار سکتے تھے۔ میں سوچنے لگا کہ آخر وہ شیطان کون ہے اور کہاں ہے اور جاشان صاحب نے اس کے خاتمے کے لیے کیا کچھ سوچ رکھا ہے۔ ایسی تمام باتیں فی الحال میری سمجھ سے بالاتر تھیں مگر مجھے امید تھی کہ جاشان صاحب کے ساتھ رہ کر آہستہ آہستہ مجھے بہت سی باتیں سمجھ آ جائیں گی۔ میں کافی دیر تک سوچتا رہا پھر مجھے نیند آنے لگی۔ میں نے نیند کو بھگانے کی کوشش نہیں کی بلکہ ہلکی ہلکی غنودگی سے لطف اندوز ہونے لگا اور بالآخر میں سو گیا۔

اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ کوئی کمرے کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ میں نے گھڑی کی طرف دیکھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں تقریباً دو گھنٹے تک سویا رہا ہوں۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے شاکو کھڑا تھا۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا نیند کی گولیاں کھا کر سوئے تھے؟" میں نے ہنس کر جواب دیا۔ "نہیں' ایسی کوئی بات نہیں۔ دراصل رات کو ٹرین میں' میں صحیح طور پر سو نہیں سکا اس لئے اب آرام سے سو رہا تھا۔"

"چلو' جلدی آ جاؤ ٹیبل پر۔" وہ اپنی بات ختم کر کے چل دیا۔ میں نے دروازہ بند کیا اور باتھ روم میں آ گیا۔ جلدی جلدی منہ ہاتھ دھو کر ڈائننگ ہال میں پہنچ گیا۔ جاشان صاحب وغیرہ وہاں موجود نہیں تھے۔ میں شاکو کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گیا۔ "کیا جاشان صاحب اور دوسرے لوگ نہیں آئیں گے؟"

"بس آنے والے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

میں نے پوچھا۔ "اور تمہارے ساتھی کہاں ہیں؟"

"وہ لوگ کام سے گئے ہیں۔ رات میں آئیں گے۔" شاکو نے جواب دیا اور پھر جاشان صاحب اور اندروما کی طرف دیکھنے لگا جو باتیں کرتے ہوئے اندر آ رہے تھے۔ وہ لوگ آ کر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جاشان صاحب نے میری طرف تعریفی نظروں سے دیکھا اور چائے کی طرف متوجہ ہوئے۔ چائے سے فارغ ہونے کے بعد شاکو مجھے لے کر برآمدے میں آ گیا۔ اس نے وہاں موجود ایک ملازم سے پوچھا۔

"بھئی وہ میری گاڑی کہاں کھڑی ہے؟"

"وہیں جہاں کھڑی ہوتی ہے۔" ملازم نے مسکرا کر جواب دیا۔ شاکو ہنستے ہوئے بولا۔ "اچھا اچھا ٹھیک ہے۔" پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ "آؤ میرے ساتھ۔" وہ مجھے لے کر بنگلے کے گیراج طرف آ گیا۔ وہاں تین مختلف ماڈل کی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ شاکو نیلے رنگ کی ایک چھوٹی سی کار کی طرف بڑھ گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ کچھ ہی دیر بعد ہماری گاڑی باہر سڑک پر رواں دواں تھی۔

"کیا یہ تمہاری گاڑی ہے؟" میں نے شاکو سے پوچھا۔

"نہیں' لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟" اس نے قدرے حیرانی سے پوچھا۔

"دراصل تم ملازم سے پوچھ رہے تھے کہ میری گاڑی کہاں کھڑی ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ شاید یہ تمہاری......" ابھی میں نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ شاکو ایک ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولا۔ "دراصل میں جب بھی یہاں آتا ہوں تو یہی گاڑی استعمال کرتا ہوں۔ بس اسی لئے میں نے اسے اپنی گاڑی کہا تھا۔"

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"تم فکر نہ کرو۔ ہم ٹیلی فون آفس جا رہے ہیں۔" شاکو نے میرے دل میں چھپی بات کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔ ہم دونوں کے درمیان کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ شاکو ڈرائیونگ میں مصروف رہا جبکہ میں آس پاس کے ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔

"لو بھئی۔ آ گیا ٹیلی فون آفس۔" شاکو نے کہا پھر کچھ ہی دور مجھے ٹیلی فون آفس نظر آ رہا تھا۔ شاکو نے ایک مناسب جگہ پر گاڑی پارک کر دی اور ہم ٹیلی فون آفس کے اندر آ گئے۔ میں نے آپریٹر کو نمبر دیا اور انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد آپریٹر نے مجھ سے کہا۔ "جائیے۔ بوتھ نمبر چار میں بات کیجئے۔" میں تقریباً دوڑتا ہوا بوتھ میں پہنچا۔ ریسیور کان سے لگانے کے بعد میں نے ہیلو کہا تو دوسری طرف سے کسی مرد نے ہیلو کہا۔ میں نے جلد ہی اندازہ لگا لیا کہ وہ میرے ماموں کی آواز تھی۔

"ہیلو' ماموں! میں سلطان بول رہا ہوں۔"

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"تم..... تم کہاں سے بول رہے ہو؟ تم خیریت سے تو ہو ناں؟" ماموں نے پریشانی سے پوچھا۔

"جی ماموں میں خیریت سے ہوں۔ امی کیسی ہیں' انہیں بلایئے۔" میں نے بے تابی سے کہا۔

"تمہاری امی ہسپتال میں ہیں۔ تمہارے......" ماموں نے مزید کچھ کہنا چاہا لیکن میں نے ان کی بات کاٹ دی۔ "کیا ہوا امی کو؟ وہ ٹھیک تو ہیں ناں!"

"وہ تمہارے غائب ہو جانے کے بعد سے بہت بیمار ہیں۔ تم جلدی سے آ جاؤ۔ کہاں سے بول رہے ہو؟" ماموں نے پوچھا۔

"ماموں! میں بہت دور سے بول رہا ہوں۔ میرے ساتھ کچھ ایسی مجبوریاں ہیں کہ میں تقریباً ایک ماہ سے پہلے نہیں آ سکتا۔ آپ امی کو میرے بارے میں بتا دیجئے کہ میں خیریت سے ہوں۔" میں نے کہا۔

"تم ایسا کرو ہسپتال میں فون کرو اور اپنی امی سے بات کر لو۔ میں ہسپتال پہنچتا ہوں۔ تم تقریباً پندرہ منٹ بعد مجھے فون کرو۔" ماموں نے کہا۔

"اچھا ہسپتال کا نمبر لکھوایئے۔" میں نے کہا۔ ماموں نے نمبر لکھوانے کے بعد ریسیور رکھ دیا۔ میں بھی ریسیور رکھ کر بوتھ سے باہر آ گیا۔

"ہو گئی امی سے بات؟" شاکو نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں!" میں نے مختصراً جواب دیا اور صوفے پر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"پھر کس سے بات کی تم نے؟" شاکو نے پوچھا۔

"اپنے ماموں سے۔ وہ بتا رہے ہیں کہ میری گمشدگی کی وجہ سے امی بیمار ہو گئی ہیں اور ہسپتال میں ہیں۔ انہوں نے مجھے اسپتال کا نمبر دے کر کہا ہے کہ میں پندرہ منٹ بعد وہاں فون کر لوں تاکہ امی سے بات کر سکوں۔" مجھے پریشان دیکھ کر شاکو نے میرا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری امی تم سے بات کرنے کے بعد ٹھیک ہو جائیں گی۔" میں نے کوئی بات نہیں کی تقریباً پندرہ منٹ بعد میں نے اٹھ کر آپریٹر کو نمبر دیا۔ اس نے نمبر ملا کر مجھے بوتھ میں جانے کا اشارہ کیا۔ میں نے بوتھ میں آ کر ریسیور اٹھایا اور ہیلو کہا۔ "ہیلو' چارلس ہسپتال!" آپ کون ہیں اور آپ نے کس سے بات کرنی ہے؟" لیڈی آپریٹر نے پوچھا۔

"میرا نام سلطان ہے یہاں آپ کے پاس....." ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ آپریٹر بولی۔ "جی ٹھیک ہے۔ اپنی والدہ سے بات کیجئے۔" پھر ٹیلی فون پر امی کی آواز سنائی دی تو میں نے کہا۔ "امی آپ کیسی ہیں؟"

"تم کہاں ہو بیٹا؟" امی نے کمزور سے آواز میں پوچھا۔

"امی میں خیریت سے ہوں' بالکل ٹھیک ہوں۔ آپ کیسی ہیں' کیا ہوا ہے آپ کو؟" میں نے امی سے پوچھا۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا بیٹا۔ میں ٹھیک ہوں۔ تمہارے گم ہو جانے کی وجہ سے ذرا طبیعت خراب ہو گئی تھی اور اب تمہاری خیریت کا سن کر تو میں بالکل ٹھیک ہو گئی ہوں۔ تم کہاں سے بول رہے ہو؟ تمہارے ماموں بتا رہے تھے کہ تم ایک ماہ بعد آؤ گے۔ ابھی کیوں نہیں آتے؟" امی نے جذبات سے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

بھرپور لہجے میں کہا۔ مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اپنے جذبات کو روکنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

"امی جب میں گاؤں جا رہا تھا تو راستے میں مجھے کچھ ڈاکوؤں نے اغوا کر لیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ مجھے یرغمال بنا کر وہ آپ سے بڑی رقم حاصل کریں گے لیکن پھر ان ڈاکوؤں کا مقابلہ ایک اور ڈاکوؤں کے گروہ سے ہو گیا۔ اس طرح میں ان ڈاکوؤں کے قبضے میں آ گیا۔ اب ان ڈاکوؤں سے میری بات چیت طے ہو گئی ہے لیکن ان کی چند مجبوریاں ہیں۔ اس لئے مجھے تقریباً ایک ماہ ان کے ساتھ رہنا ہو گا۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔ اب کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔ ان ڈاکوؤں نے اگر مجھے نقصان پہنچانا ہوتا تو پہنچا چکے ہوتے۔ انہوں نے کچھ رقم کا مطالبہ کیا ہے جو میں انہیں دے دوں گا۔ ڈاکوؤں کے سردار کی اجازت سے ہی ایک جگہ سے آپ کو فون کر رہا ہوں۔" میں نے امی سے کہا۔

"تم جلدی نہیں آ سکتے بیٹا؟" امی نے بے تابی سے پوچھا۔

"امی ان لوگوں کی کچھ مجبوریاں ہیں ورنہ میری تو خواہش ہے کہ میں ابھی آ جاؤں۔" میں نے کہا۔

"تمہاری جان کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے؟" امی نے فکر مند لہجے میں پوچھا۔

"امی! آپ بالکل بے فکر رہیں۔ مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آرام سے رہتا ہوں' خوب کھاتا پیتا ہوں اور مزے سے سوتا ہوں۔" میں نے امی کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"تم نے اب سے پہلے فون کیوں نہیں کیا؟" امی نے پوچھا۔

"بس ان لوگوں کے حالات ایسے نہیں تھے کہ میں فون کر سکتا۔ خیر آپ فکر نہ کریں۔ میں اب آپ کو فون کرتا رہوں گا۔" میں نے کہا۔

"اگر ہو سکے تو جلدی آ جانا۔" امی نے کہا۔

"میں اپنی سی کوشش کروں گا کہ یہ لوگ مجھے جلد چھوڑ دیں لیکن امی آپ وعدہ کریں کہ اب آپ میرے بارے میں پریشان نہیں ہوں گی۔" میں نے کہا۔

امی کچھ دیر کی تاخیر کے بعد بولیں۔ "یہ کیسے ممکن ہے بیٹا کہ میں تمہارے لیے پریشان نہ ہوں لیکن تم فکر نہ کرو میں خود کو مطمئن رکھنے کی کوشش کروں گی۔"

"امی! اگر آپ پریشان رہیں گی تو میں بھی پریشان رہوں گا۔" میں نے کہا تو وہ بولیں۔ "اچھا میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں اب پریشان نہیں رہوں گی لیکن تم فون کرتے رہنا۔"

"ٹھیک ہے امی! میں فون کرتا رہوں گا۔ اچھا خدا حافظ!" میں نے کہا تو امی نے بھی خدا حافظ کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

میں بوتھ سے باہر آ گیا۔ شاکو ایک سگریٹ سلگا کر کسی سوچ میں گم تھا۔ مجھے اپنے قریب پا کر وہ چونک گیا پھر مسکرا کر بولا۔ "ہو گئی بات امی سے؟"

"ہاں ہو گئی۔" میں نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تم کافی مطمئن نظر آ رہے ہو۔" شاکو نے پوچھا۔

"ہاں' میں نے انہیں کافی حد تک مطمئن کر دیا ہے لیکن پھر بھی وہ کہہ رہی تھیں کہ جب تک

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

میں گھر نہیں آ جاتا انہیں فون کرتا رہوں۔" میں نے شاکو کو بتایا۔

"ٹھیک ہے۔ تم وقتاً فوقتاً انہیں فون کرتے رہنا۔" شاکو نے اٹھتے ہوئے کہا۔ میں بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ شاکو نے آپریٹر کو رقم ادا کی اور ہم لوگ ٹیلی فون آفس سے باہر آ گئے۔ کچھ دیر شاپنگ کرنے کے بعد ہم لوگ واپس بنگلے پر پہنچ گئے۔ میں اپنا سامان لے کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ میں نے فوراً غسل کیا اور نئے کپڑوں کا ایک جوڑا پہن لیا۔ دراصل میں پرانے کپڑوں سے میل اور پسینے کی وجہ سے فوراً نجات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ رات کے کھانے پر کوئی خاص قابل ذکر بات نہیں ہوئی لیکن رات کے کھانے کے بعد جاشان صاحب نے مجھے اپنے کمرے میں بلوایا۔ جب میں کمرے میں داخل ہوا تو جاشان صاحب اور ان کی بیگم آرام دہ کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ جاشان صاحب نے مجھے بھی ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بولے۔ "کیا تم ہمارے ساتھ رہنا چاہتے ہو؟"

"جی ہاں۔ ایک نیک اور عظیم مقصد کے لیے میں ایسا کرنے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے اندازہ ہے کہ تم ایک بہادر اور سمجھدار آدمی ہو' لیکن کیا تم کٹھن اور خوفناک حالات کا مقابلہ کر سکو گے؟" جاشان صاحب نے پوچھا۔

"جی ہاں' مجھے اپنے آپ پر پورا بھروسہ ہے کہ میں ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ شاکال کی قید میں رہتے ہوئے میں بہت سی خوفناک بلائیں وغیرہ دیکھ چکا ہوں لہٰذا میرے دل سے ان کا خوف ختم ہو چکا ہے۔" میں نے انہیں بتایا۔

"لیکن اگر میں یہ کہوں کہ کسی وقت تمہاری جان کو بھی خطرہ ہو سکتا ہے تو؟" جاشان صاحب جواب طلب انداز میں میری طرف دیکھنے لگے۔

"اگر کسی نیک مقصد کے لیے میری جان بھی چلی جائے گی تو مجھے کوئی افسوس نہیں ہو گا۔" میں نے پرعزم لہجے میں جواب دیا۔

"ویری گڈ' تو سمجھو کہ آج سے تم ہمارے دوست بن گئے ہو۔ سب سے پہلے تمہارے ذمے ایک کام لگا رہا ہوں۔" جاشان صاحب نے کہا اور قریب پڑا پائپ اٹھانے لگے۔

"جی فرمایئے!" میں نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ جاشان صاحب نے پائپ میں تمباکو بھرنے کے بعد اسے سلگایا اور گویا ہوئے۔ "ابھی کچھ دیر بعد ایک صاحب آنے والے ہیں۔ تمہیں ان کے ساتھ مل کر پاکستان جانا ہو گا۔" جاشان صاحب نے پائپ کا ایک کش لگایا اور میں سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگا کہ وہ مزید کیا کہنا چاہتے ہیں۔ وہ دھواں فضا میں بکھیرنے کے بعد بولے۔ "پاکستان میں ہمارے ایک دوست ہیں تیمور۔ انہوں نے بہت کچھ ہمارے پاس رہ کر سیکھا ہے لیکن ان کا زیادہ تر رجحان ٹیلی پیتھی کی طرف تھا اس لئے انہوں نے ٹیلی پیتھی میں مہارت حاصل کی۔ اب وہ بھی مختلف برائیوں کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ تمہیں ان کے ساتھ مل کر میری ہدایات کے مطابق کام کرنا ہو گا۔" جاشان صاحب نے ایک بار پھر اپنی گفتگو روک کر پائپ کا کش لیا اور دھوئیں سے کچھ لطف اندوز ہونے کے بعد اسے فضا میں بکھیر کر بولے۔ "یہ جو صاحب ابھی آنے والے ہیں دراصل انسان نہیں ہیں۔"

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"میں کچھ سمجھا نہیں۔" میں نے قدرے حیرت سے کہا۔

"دراصل وہ ایک بدروح ہیں جنہوں نے اب انسانی شکل اختیار کر رکھی ہے۔ یہ جس شخص کی روح ہے وہ گیارہ دسمبر 1803ء کو فرانس میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا نام ان کے والدین نے لوئیس ہیکٹر برلویض رکھا تھا۔ پیدائش کے وقت یا اس سے پہلے ہی شیطان نے برلویض پر قبضہ کر لیا تھا۔ برلویض جوں جوں بڑے ہوئے' ان کا رجحان موسیقی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اپنے شوق کے پیش نظر انہوں نے موسیقی کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ ان کے والد ایک ڈاکٹر تھے اور انہیں بھی ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے لیکن برلویض ایک ماہر پیانو نواز بن گئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے وائلن بجانے میں بھی مہارت حاصل کی۔ موسیقی کی باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود وہ غیر مطمئن رہے۔ اکثر انہیں ایسے خواب آتے تھے جن میں انہیں آوازوں کے ذریعے باور کرایا جاتا تھا کہ ان کی موسیقی اور تربیت دونوں نامکمل ہیں۔ برلویض نے ان خوابوں کا تذکرہ اپنے دوستوں وغیرہ سے بھی کیا لیکن کچھ لوگوں نے ان کی بات کو اہمیت نہیں دی اور کچھ نے اہمیت دی لیکن وہ خوابوں کے اسرار تک نہیں پہنچ سکے۔ دراصل برلویض کو خواب میں شیطان ہدایات دیتا تھا۔ اس نے کہا کہ اگر موسیقی ہمارے لئے بجاؤ گے تو عزت' دولت اور شہرت پاؤ گے اور اگر تم نے ہماری بات نہ مانی تو تمہارا موجودہ فن چھین لیا جائے گا اور تم ہمارے ہاتھ سے نہیں بچ سکو گے۔ برلویض شیطان کی دھمکیوں سے ڈر گئے کیونکہ وہ شیطان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے اپنے کچھ دوستوں سے اس خواب کا تذکرہ کیا تو انہوں نے انہیں چرچ میں جانے اور دعا کروانے کا مشورہ دیا۔ برلویض نے جیسے ہی چرچ اور دعا کے بارے میں سوچنا شروع کیا خواب میں سنائی دینے والی آوازوں نے شیطانی شکل اختیار کر لی۔ وہ شیطانی اشکال برلویض سے موسیقی کے بارے میں پوچھ گچھ کرتیں اور ہدایات بھی دیتیں۔ برلویض شیطان کی دھمکیوں کی وجہ سے بہت خوفزدہ تھے۔ لہٰذا موت کے خوف کی وجہ سے انہوں نے کچھ کچھ دل میں شیطان کو تسلیم کر لیا۔ برلویض نے اپنے کچھ اطالوی دوستوں سے اپنے خوابوں کا تذکرہ کیا۔ وہ کھنڈرات' قبرستانوں اور دیگر ویران و سنسان جگہوں پر چلہ کشی کرتے تھے اور جادوئی طریقے سے مختلف روحوں کو قبضے میں کرنے کے عمل و جاپ کرتے تھے۔ انہوں نے ہی برلویض کو موسیقی کی جانب ایک نیا قدم اٹھانے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے برلویض کو بتایا کہ اگر انہوں نے شیطان کی بات نہ مانی تو وہ انہیں ختم کر دے گا۔ یوں برلویض نے خوفزدہ ہو کر شیطان کو مکمل طور پر تسلیم کر لیا۔ شیطان نے برلویض کی باقاعدہ تربیت شروع کر دی اور پھر ان کی موسیقی نے فرانس اور روم میں تہلکہ مچا دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے موسیقی کے وہ سُر بھی تلاش کر لئے جن کے بجانے سے بدروحوں' چڑیلوں اور شیطان کے کارندوں کو بلایا جا سکتا تھا۔ ان کی موسیقی میں انفرادیت اور نئے پن کا جو عنصر شامل ہوا تھا' اسی کے باعث لوگ ان کے پروگراموں میں دھڑادھڑ شامل ہوتے تھے۔ اس زمانے میں یورپ میں ایک کتاب شائع ہوئی جس کا نام تھا "دی گریٹ کمپوزرز" اس کتاب میں برلویض کو ایک عظیم مگر غیر مسیحی موسیقار لکھا گیا ہے کیونکہ شیطان کو تسلیم کرنے کے بعد برلویض کا مسیحیت سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں رہا تھا۔ اگر کبھی انہیں گرجا گھر میں موسیقی کے لیے کہا جاتا تو انہیں پسینہ آ جاتا اور گھبراہٹ کی وجہ سے وہ سخت رویہ اختیار کر لیتے تھے۔ 24 سال کی عمر میں برلویض کو

مسیحیت سے خارج کر دیا گیا اور ان کے والد نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ برلویض نے اپنا گھر چھو دیا اور اپنی محبوبہ کے ساتھ رہنے لگے۔ برلویض نے موسیقی میں جنسی ہیجان کا تصور بھی متعارف کرو جسے وہ "روحوں کا ملاپ" کہتے تھے۔ روحوں کے ملاپ والے سُروں کو جب برلویض رات کو تنہائی میں بجاتے تھے تو ان کے پاس روحوں کا میلہ لگ جاتا تھا۔ یہ بات جب برلویض کی محبوبہ کو معلوم ہوئی تو خوفزدہ ہو کر انہیں چھوڑ کر چلی گئی۔ بعد میں برلویض نے شادی کرنا چاہی تو کسی نے بھی ان سے شادی نہیں کی۔ ان کی تنہائی اور مایوسی کو دیکھ کر ان کی محبوبہ ان کے پاس واپس آ گئی اور ان سے شادی کر لی۔ یہ بات شاید شیطان کو پسند نہیں آئی اور یوں بہت پُراسرار حالات میں برلویض کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد برلویض نے ایک اور شادی کی لیکن ان کی دوسری بیوی بھی پہلی والی کی طرح نہایت پُراسرار حالات میں انتقال کر گئی۔ اس کے بعد برلویض نے شادی نہیں کی۔ برلویض کو شیطان نے کئی با ہدایت کی تھی کہ جب بھی برلویض کو حکم دیا جائے گا تو انہیں یہ دنیا چھوڑنی پڑے گی۔ اس کے بد میں انہیں ستارہ زہرہ (وینس) پر "جنت ابدی" میں جگہ دے دی جائے گی۔ یوں 1979ء میں برلویض کو شیطان کی طرف سے یہ دنیا چھوڑنے کا حکم ملا اور برلویض نے زہر کھا کر خودکشی کر لی۔" جاشان صاحب نے برلویض کے متعلق تفصیل بتانے کے بعد اپنے پائپ کو دیکھا وہ بجھ چکا تھا۔ انہوں نے اسے پھر سلگا اور میری طرف دیکھتے ہوئے بولے۔ "تم یقیناً سوچ رہے ہو گے کہ برلویض کی روح ہمارے پاس کیسے گئی؟

"شیطان سے ایک جھڑپ کے دوران برلویض ہم سے لڑنے آئے تو ہم نے شیطان کا حملہ پسپا کر کے برلویض اور ان کے چند ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ یہ سب اب ہمارے ساتھ ہیں اور ہمارے لئے کام کرتے ہیں۔ گرفتاری کے بعد انہوں نے بتایا کہ وہ شیطان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے۔ جب ہم نے انہیں شیطان کے خلاف کام کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے فوری طور پر رضامندی ظاہر کر دی۔ اس کچھ دیر بعد وہ....." جاشان صاحب نے ابھی مزید کچھ کہنا چاہا کہ کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی جاشان صاحب نے "یس" کہا تو دھیرے سے دروازہ کھلا۔ ایک خوبصورت اور صحت مند شخص مسکرا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس نے نیلے رنگ کی جینز اور کالی شرٹ پہن رکھی تھی جبکہ اس کے پیروں میں اسپورٹس شوز تھے۔

"مجھے دیر تو نہیں ہوئی؟"

"نہیں، تم بالکل صحیح وقت پر آ گئے ہو، ان سے ملو۔ یہ ہیں سلطان، ہمارے نئے ساتھی۔" اس شخص نے میری طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو میں نے بھی مسکراتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ جاشان صاحب مجھ سے مخاطب ہوئے۔ "یہی ہیں برلویض، جن کا میں تم سے تذکرہ کر رہا تھا۔"

میں نے جونہی برلویض کا ہاتھ تھاما تو مجھے یوں لگا جیسے میں نے برف ہاتھ میں پکڑ لی ہے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ روح ہے انسان نہیں لہٰذا انسانوں کی طرح ان کا جسم گرم نہیں ہو سکتا۔ "آپ سے مل کر ت خوشی ہوئی۔" میں نے کہا۔

 ا۔" برلویض نے کہا۔ جاشان صاحب برلویض سے بولے

"اب تمہیں اور سلطان کو پاکستان جانا ہے جہاں تمہیں ایک ٹیلی پیتھی کے ماہر تیمور کے ساتھ مل کر شیطان کے خلاف کارروائیاں کرنی ہیں۔"

"ہمیں وہاں کیا کرنا ہے؟" برلویض نے پوچھا۔

"وہاں شیطان کے کئی چیلوں اور ہمدردوں نے دنیا کی تباہی کے حوالے سے کارروائیاں شروع کر رکھی ہیں اور وہ سب وہاں اپنے آپ کو مضبوط کر رہے ہیں۔ تیمور تمہیں ان ٹھکانوں کا پتہ بتائیں گے اور مختلف معاملات میں تمہاری مدد بھی کریں گے۔ میں ان کے نام تمہیں ایک خط لکھ کر دے دوں گا۔ وہ تم انہیں دے دینا۔ اسے پڑھ کر وہ صورتِ حال کے مطابق کوئی فیصلہ کریں گے۔ پھر تمہیں بتائیں گے کہ کیا کرنا ہے؟" جاشان صاحب نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔ ہمیں کب روانہ ہونا چاہئے؟" برلویض نے جاشان صاحب سے پوچھا۔

"پرسوں۔ اس دوران سلطان کے کاغذات وغیرہ بن جائیں گے اور یہ ہوائی سفر کر سکیں گے۔" جاشان صاحب نے بتایا۔

"ٹھیک ہے میں پرسوں حاضر ہو جاؤں گا۔ کیا اب میں جا سکتا ہوں؟" برلویض نے پوچھا۔

"ہاں تم جا سکتے ہو۔" جاشان صاحب نے کہا تو برلویض چلا گیا۔ تو میں نے جاشان صاحب سے کہا۔ "اب میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ آرام کرو۔" جاشان صاحب نے بیڈ پر لیٹتے ہوئے کہا۔ میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ ایک سگریٹ سلگا کر میں کرسی پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ اب پاکستان میں نہ جانے کیا حالات پیش آئیں گے میں بہت دیر تک جاگتا اور مختلف باتیں سوچتا رہا۔ پھر سو گیا۔ صبح ناشتے کے بعد شاکو میرے ساتھ کمرے میں آ گیا اور آرام سے بیٹھنے کے بعد مجھ سے بولا۔ "آج شام تک تمہارا پاسپورٹ، ٹکٹ اور دیگر کاغذات آ جائیں گے۔ کل تمہیں کراچی روانہ ہونا ہے۔ اب تمہارا نام اقبال ہوگا اور تم اس نام سے سفر کرو گے جبکہ کل تمہارا میک اپ بدل دوں گا۔"

"یہ تم کیسا میک اپ کرتے ہو؟ اترتا ہی نہیں۔" میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"یہ دراصل ایک قسم کی پلاسٹک سرجری ہے جو ایک خاص کیمیکل سے اترتی ہے۔ اس کے علاوہ اسے اتارنے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔" شاکو نے بتایا۔

"یہ اقبال کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یہ ہمارا ہی ایک آدمی ہے جو آج کل یہیں کام کر رہا ہے۔ اس کے پاسپورٹ پر تم سفر کرو گے۔ بس ذرا ذہن میں رکھنا کہ اب تم سلطان نہیں بلکہ اقبال ہو جاؤ گے۔" شاکو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم فکر نہ کرو میں ہر وقت اس بات کا خیال رکھوں گا۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ پھر چند لمحے توقف کے بعد میں نے شاکو سے پوچھا۔ "اچھا یہ بتاؤ کہ شیطان سے جنگ میں، میں اس کا مقابلہ کیسے کروں گا؟"

"تمہیں وہاں برلویض اور تیمور صاحب کی ہدایات کے مطابق کام کرنا ہوگا۔ تمہیں وہی کام دیا

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

جائے گا جو تم کر سکتے ہو۔ جب تم واپس آؤ گے تو پھر باقاعدہ تمہاری تربیت شروع کروں گا اور تربیت کے مراحل جس طرح طے ہوتے جائیں گے تمہیں زیادہ سخت مقابلوں کے لیے بھیجا جائے گا۔ پاکستان بھیجا جانا تمہاری آزمائش بھی ہے۔ وہاں سے واپسی پر ہم تمہارے متعلق فیصلہ کریں گے کہ تمہیں جلد از جلد کیا کچھ سکھایا جا سکتا ہے۔" شاکو نے بتایا۔

دوسرے روز شاکو نے میرا میک اپ بدل دیا۔ اب میں ایک بالکل مختلف انسان بن چکا تھا۔ کچھ دیر بعد جب شاکو نے مجھے پاسپورٹ وغیرہ دیا تو اس میں لگی تصویر دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ شاکو نے میرا جو میک اپ کیا تھا' تصویر اس سے سو فیصد ملتی جلتی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں شاکو کی تعریف کی۔ میں اپنے کمرے میں تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ سامنے شاکو کھڑا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا تم تیار ہو؟"

"ہاں بالکل۔" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر اٹھاؤ اپنا سامان اور میرے ساتھ آؤ۔" شاکو نے کہا تو میں نے اپنا بیگ اٹھایا اور شاکو کے ساتھ چل دیا۔ وہ مجھے لے کر برآمدے میں آگیا۔ وہاں ایک گاڑی تیار کھڑی تھی۔ میں اور شاکو گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ ہم لوگ ایئرپورٹ کی طرف جا رہے تھے۔ "برلویض کہاں ہے؟" میں نے دھیرے سے شاکو سے پوچھا تاکہ ڈرائیور نہ سن سکے۔ "وہ وہیں ائرپورٹ پر ملیں گے۔" شاکو نے قدرے بلند آواز میں کہا۔ اسے شاید ڈرائیور کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد ہم لوگ ائرپورٹ پہنچ گئے۔ ڈرائیور گاڑی میں ہی بیٹھا رہا اور شاکو میرے ساتھ لاؤنج میں آگیا۔ برلویض کو ڈھونڈنے میں ہمیں دشواری نہیں ہوئی۔ وہ جلد ہی ہمیں مل گیا۔ ہم دونوں سے ہاتھ ملانے کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا۔ "ہاں بھئی اقبال صاحب آپ کیسے ہیں؟"

"جی میں بالکل ٹھیک ہوں۔" میں نے جواب دیا۔ برلویض شاکو سے مخاطب ہوا۔ "اچھا آپ جائیں۔ ہم لوگ اندر جا رہے ہیں تاکہ سامان چیک کروا سکیں۔"

"اوکے پھر ملاقات ہوگی۔" شاکو نے خوشدلی سے کہا اور ہاتھ ملانے کے بعد چلا گیا۔ ہم دونوں تمام ضروری معاملات سے نمٹنے کے بعد جہاز میں آ کر بیٹھ گئے۔ "آپ تو بغیر جہاز کے بھی پاکستان پہنچ سکتے تھے؟" میں نے برلویض سے کہا۔ دراصل میرا خیال تھا کہ وہ تو ایک روح ہے۔ اس لئے سفر کے لئے کسی چیز کی ضرورت نہیں پڑنی چاہئے۔

برلویض مسکرا کر بولا۔ "شاید تم یہ سوچ رہے ہو کہ میں ایک روح ہوں اس لئے بغیر کسی چیز کے سفر کر سکتا ہوں تو ایسا نہیں ہے۔ میں نے بڑی مشکل سے یہ جسم حاصل کیا ہے اور اب اگر میں اسے چھوڑ دوں گا تو یہ وہیں پڑا رہے گا جہاں میں اسے چھوڑ دوں گا۔ لہٰذا میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔"

"کیا تم پہلے تیمور صاحب سے ملے ہو؟" میں نے بے تکلف ہو کر پوچھا۔

"نہیں ان کی تصویر دیکھی ہے میں نے۔" برلویض نے بتایا۔ "اب سے پہلے وہ منشیات فروشوں اور مختلف طریقوں سے انسان کو موت کے گھاٹ اتارنے والوں کے خلاف کارروائیاں کرتے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے حب نے ان سے شیطان کے خلاف کارروائیوں کے

بارے میں بات چیت کی تھی اور تیمور صاحب کو ہدایت کی تھی کہ وہ شیطان کے خلاف کارروائیوں میں بھرپور طریقے سے حصہ لیں۔" برلویض نے بتایا۔

"کیا تم نے اب سے پہلے شیطان کے خلاف کسی کارروائی میں حصہ لیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں' لیکن بھرپور طریقے سے نہیں۔ وہ سب چھوٹی موٹی جھڑپیں ہی تھیں لیکن میرا خیال ہے کہ اس مرتبہ شیطان سے ہمارا سخت مقابلہ ہو سکتا ہے۔" برلویض نے کہا۔ اس کے لہجے میں غصے کا عنصر شامل تھا۔ ہم دونوں کراچی ائرپورٹ پر پہنچنے تک موسم' سیاست' کھیل اور دیگر تمام موضوعات پر بات چیت کرتے رہے۔

ہم دونوں ائرپورٹ سے باہر آئے تو ایک آدمی کو دیکھ کر برلویض نے ہاتھ ہلایا اس آدمی نے قریب آ کر ہم سے مصافحہ کیا اور ہمیں لے کر ایک گاڑی کے پاس آگیا۔ ہم لوگ گاڑی میں سوار ہو گئے۔ راستے میں پھر گاڑی ایک شاندار بنگلے کے سامنے رک گئی۔ ڈرائیور نے ہارن بجایا تو گیٹ کھل گیا۔ گاڑی اندر داخل ہو گئی۔ ڈرائیور نے ہمیں اتارا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔ "آپ لوگ میرے ساتھ آیئے۔" ایک ملازم نے ہمارے قریب آ کر کہا۔

ہم دونوں اس کے ساتھ چل دیئے۔ ملازم ہمیں لے کر ڈرائنگ روم میں آگیا۔ ڈرائنگ روم خوب اچھی طرح سجایا گیا تھا۔ "آپ لوگ یہاں بیٹھیں صاحب ابھی آتے ہیں۔" ملازم نے کہا اور چلا گیا۔ ہم دونوں صوفے پر بیٹھ گئے۔ میں ڈرائنگ روم کا جائزہ لینے لگا جب کہ برلویض نے قریب پڑا ایک رسالہ اٹھا لیا۔

کچھ دیر بعد ایک طرف سے ایک شخص آتا دکھائی دیا۔ میں اور برلویض اسے دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ اس شخص کی عمر تقریباً پچاس سال تھی لیکن اپنے کسرتی بدن اور اچھی صحت کی وجہ سے وہ کسی طرح پچیس تیس سال کے صحت مند نوجوان سے کم نہیں دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے قریب آ کر برلویض اور مجھ سے مصافحہ کیا اور بولا۔ "مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔" میں صرف مسکرا دیا لیکن برلویض بولا۔ "ہمیں بھی آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" میں سمجھ گیا کہ یہی تیمور صاحب ہیں۔ "مجھے جاشان صاحب نے کل ٹیلی فون پر آپ لوگوں کے آنے کے بارے میں بتا دیا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ آپ کے پاس کوئی خط ہے؟" تیمور صاحب نے کہا۔

"جی ہاں۔ یہ رہا۔" برلویض نے اپنی جیب میں سے ایک لفافہ نکال کر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ تیمور صاحب نے لفافے میں سے کاغذ نکالا اور اس پر لکھی تحریر پڑھنے لگے۔ تحریر پڑھ لینے کے بعد وہ کچھ دیر سوچتے رہے پھر بولے۔ "جاشان صاحب نے مجھے شیطان سے مقابلہ کرنے کے لیے کہا ہے اور اس سلسلے میں لائحہ عمل طے کرنے کی ذمہ داری بھی مجھ پر ڈال دی ہے۔ فوری طور پر تو میں کوئی لائحہ عمل نہیں بتا سکتا۔ البتہ سوچ کر آپ لوگوں کو بتاؤں گا۔ فی الحال آپ لوگ نہا دھو کر فریش ہو جائیں۔ چائے پئیں اور اگر آرام کرنا چاہیں تو آرام کریں۔" تیمور صاحب نے اپنی بات ختم کر کے ملازم کو پکارا تو ملازم فوراً ہی آگیا۔ تیمور صاحب نے اس سے کہا۔ "مہمانوں کو ان کے کمرے دکھاؤ اور ان کا سامان ان کے کمروں میں پہنچا دو۔"

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"جی بہتر جناب۔" ملازم نے کہا اور پھر ہم سے مخاطب ہوا۔ "آپ لوگ آئیں میرے ساتھ۔"

ہم دونوں اس ملازم کے ساتھ چل دیئے۔ وہ ہمیں لے کر ایک کمرے کے دروازے کے سامنے آگیا اور بولا۔ "ایک صاحب اس میں ٹھہر جائیں اور دوسرے ساتھ والے کمرے میں۔"

برلویف نے مجھے کمرے میں جانے کا اشارہ کیا تو میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کمرہ بہترین طور پر سجا ہوا تھا اور ضرورت کی تمام چیزیں وہاں موجود تھیں۔ میں بستر پر بیٹھ کر کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ کچھ دیر بعد کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ میں نے یس کہا تو ملازم اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں بیگ تھے۔ ملازم نے دونوں میرے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا۔ "جناب! اس میں سے آپ کا کون سا بیگ ہے؟" میں نے اپنے بیگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا ہے؟"

ملازم نے دوسرا بیگ اٹھا لیا پھر مجھ سے بولا۔ "جناب اگر آپ کو کسی چیز کی ضرورت پڑے تو کمرے سے باہر نکل کر کسی ملازم سے کہہ دیجئے گا۔ ہم لوگ آس پاس ہی ہوتے ہیں۔ فی الحال آپ کیا پینا پسند کریں گے؟ چائے' کولڈ ڈرنک یا کچھ اور؟"

"نہیں فی الحال تو میں کچھ نہیں پیوں گا۔ میں کچھ آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے جناب۔" ملازم نے کہا اور واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں بستر پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ نہ جانے تیمور صاحب شیطان سے لڑنے کے لیے کیا لائحہ عمل طے کریں گے۔ کچھ دیر بعد میں نے اٹھ کر غسل کیا اور پھر کمرے سے باہر آکر ملازم کو چائے لانے کا کہہ دیا۔ ملازم چائے لے کر آگیا تو میں چائے سے لطف اندوز ہونے لگا۔ کھانے پر تیمور صاحب نے برلویف سے کہا۔ "جاشان صاحب نے رات کو مجھے کہا تھا کہ میں شیطان کے مقابلے کے لیے کوئی لائحہ عمل طے کروں۔ یقیناً آپ لوگوں کے ذہن میں یہ بات ہوگی کہ وہ خط والی بات ٹیلی پیتھی کے ذریعے بھی کہہ سکتے تھے۔ انہوں نے ایسا کیوں نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے دماغ کو ٹیلی پیتھی میں مصروف نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ اس طرح انہیں خطرہ ہے کہ انہیں دماغی طور پر غیر حاضر دیکھ کر شیطان کوئی چال نہ چل جائے۔ اس لئے انہوں نے ذرا سی دیر کے لیے مجھ سے بات کی اور مجھے ہدایت کی کہ جب تک کوئی بہت ہی زیادہ اہم بات نہ ہو۔ ان سے فون پر بھی بات چیت نہ کی جائے۔ دراصل وہ ہر طرح سے محتاط رہنا چاہتے ہیں۔ اس لئے فون پر کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتے جسے سن کر کوئی شک کرے۔ جاشان صاحب نے ایک بہت بڑی ذمہ داری لی ہوئی ہے اور وہ ہے انسانیت کو شیطان سے بچانے کی ذمہ داری۔ وہ میرے استادوں میں سے ہیں اس لئے ان کی طرف سے جب بھی کوئی حکم آتا ہے۔ میں اپنے کام چھوڑ کر پہلے ان کے کام کو اہمیت دیتا ہوں۔ آج کل بھی میں کچھ سیاسی مسائل میں الجھا ہوا ہوں لیکن پہلے مجھے جاشان صاحب کا کام سرانجام دینا ہے۔ اس کے بعد ہی اور کام کروں گا۔ خیر میں نے سوچ لیا ہے کہ ہمیں شیطان کے خلاف کس طرح کارروائی کرنی ہے۔ شہر سے دور ویرانے میں ایک شخص ہوشا رہتا ہے ہمیں آج رات اس سے مل کر شیطان اور اس کے کارناموں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوں گی۔ اس کے بعد ہم کوئی کارروائی کریں گے۔ ہوشا کے بارے میں مجھے جاشان صاحب نے ہی کہا ہے کہ وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔" اس کے بعد رات تک ہم گھر میں ہی رہے۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

رات کو میں تیمور صاحب' برلویف اور میں ایک کار میں روانہ ہوئے۔ کار شہر کی حدود سے باہر آگئی ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا پھیلا تھا۔ صرف سڑک کا اتنا ہی حصہ نظر آ رہا تھا جس پر کار کی ہیڈلائٹس پڑ رہی تھیں۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد تیمور صاحب نے کار ایک کچے راستے پر اتار دی۔ وہ پتھروں وغیرہ سے بچا کر نہایت احتیاط سے کار کو چلا رہے تھے۔ ہم تقریباً بیس منٹ تک اس کچے راستے پر سفر کرتے رہے۔ پھر ہمیں گھاس پھونس سے بنی ہوئی ایک چھوٹی سی جھونپڑی نظر آئی۔ تیمور صاحب نے کار اس جھونپڑی کے پاس روک دی۔ نیچے اتر کر تیمور صاحب نے ہمیں جھونپڑی کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ ہم دروازے کے قریب پہنچے ہی تھے کہ اندر سے ایک کرخت اور بارعب آواز آئی۔

"اندر چلے آؤ۔"

ہم تینوں اندر داخل ہو گئے۔ ایک جانب مٹی کا دیا جل رہا تھا۔ ایک چارپائی پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بال لمبے لمبے' آنکھیں سرخ اور چہرے پر وحشت طاری تھی۔ اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی اور اس نے کالے رنگ کا چغہ پہن رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے شاکال یاد آگیا۔

"کہو کیسے آنا ہوا؟"

"ہوشا صاحب! ہم جاشان صاحب کی ہدایت پر آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں۔" تیمور صاحب نے نہایت مودبانہ انداز میں جواب دیا۔ یہ سن کر وہ شخص فوراً چارپائی سے نیچے اتر کر کھڑا ہو گیا پھر اس نے جھک کر تعظیماً دونوں ہاتھ جوڑ دیئے اور پھر سیدھا ہو کر بولا۔ "آپ لوگ آرام سے بیٹھیں اور بتائیں کہ جاشان صاحب نے آپ لوگوں کو کس کام سے بھیجا ہے؟"

"میرا نام تیمور ہے اور میں ٹیلی پیتھی کا ماہر ہوں اور کچھ پراسرار علوم بھی جانتا ہوں۔ جاشان صاحب کا کہنا ہے کہ یہاں پاکستان میں شیطان کے کارندوں نے اپنے قدم جمانے کے لیے کارروائیاں تیز کر دی ہیں۔ اس کے لئے انہوں نے ان دونوں کو یہاں میرے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ سے مشورہ کر سکیں کہ شیطان کے کارندوں سے کس طرح مقابلہ کیا جائے کیونکہ آپ ان کا پتہ لگا سکتے ہیں۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

ہوشا کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ کافی دیر بعد جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو رہی تھیں' آنکھیں کھول کر وہ بولا۔ "واقعی یہاں شیطان کے کارندوں نے کافی حد تک اپنے قدم جما لئے ہیں۔ پہلی کارروائی ہمیں یہاں سے نزدیک ایک جگہ پر کرنی ہوگی۔ وہاں ایک شخص حسام شیطان کے لیے کام کر رہا ہے اور اس نے کئی چیلے وغیرہ پال رکھے ہیں۔ اس وقت وہ اپنے ٹھکانے پر موجود ہے۔ اس لئے ہمیں ابھی کارروائی کر دینی چاہئے۔ وہاں سے واپسی کے بعد میں بتاؤں گا کہ ہمیں کیا کرنا ہے اور کہاں جانا ہے۔"

ہم سب اٹھ کھڑے ہوئے میں نے برلویف سے دھیرے سے کہا۔ "مجھے وہاں کیا کرنا ہوگا؟" برلویف نے مجھے جواب دینے کی بجائے ہوشا سے کہا۔ "جناب یہ تو کچھ بھی نہیں جانتے۔ اس لئے ان سے وہ کام لیا جائے جو یہ کر سکتے ہیں۔" ہوشا نے بغور مجھے دیکھا پھر ایک صندوق سے ریوالور نکال کر مجھے دیا اور بولا۔ "میں تمہارے گرد حصار کھینچ دیتا ہوں تاکہ تم شیطان کے ساتھیوں کے حملوں سے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

محفوظ رہ سکو۔ یہ حصار تمہیں بہت حد تک محفوظ رکھے گا لیکن اگر اس کا حملہ شدید ہوا تو تمہیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے لیکن ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تمہاری پوری حفاظت کریں گے۔"

تمہیں تو یقیناً معلوم ہوگا کہ اس کی کس طرح حفاظت کرنی ہے؟" ہوشا نے برلویض کی طرف گہری نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

"جی ہاں' مجھے معلوم ہے۔" برلویض نے مسکرا کر جواب دیا۔ میں سمجھ گیا کہ ہوشا برلویض کے بارے میں جان گیا ہے کہ وہ انسان نہیں بلکہ روح ہے پھر ہوشا مجھ سے مخاطب ہوا۔ "دیکھو وہاں پر حسام کو ہو سکتا ہے گولی مارنی پڑے۔ یہ کام تمہیں کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور انسان ہوا تو اسے بھی گولی مار دینا۔"

"جی ٹھیک ہے۔ میں ایسا ہی کروں گا۔" میں نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

ہوشا نے ایک جانب کھڑے ہو کر کچھ پڑھا اور بولا۔ "باہر میرے ساتھی آ گئے ہیں۔ اب چلو۔"

ہم سب باہر آ گئے۔ باہر نکل کر پتہ چلا کہ آس پاس بہت روشنی ہے اور تقریباً دس بارہ بھیانک بلائیں کھڑی ہیں۔ روشنی ان کی سرخ انگاروں جیسی آنکھوں سے نکل رہی تھی۔ ان سب نے ہلکی ہلکی خوفناک آوازیں نکالنا شروع کر دیں۔ یہ ویسی ہی بلائیں تھیں جیسی شاکال کی فوج میں شامل تھیں۔ خوفناک شکل و صورت اور کریہہ المنظر جسم کی مالک ان بلاؤں کی جانب دیکھ کر متلی ہونے لگتی تھی۔

ہوشا نے فضا میں ہاتھ بلند کیا تو وہ بلائیں خاموش ہو گئیں ہوشا نے ہمیں کار کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔

ہم سب کار میں بیٹھ گئے تو ہوشا نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس طرف چلو۔"

کار چل پڑی تو میں نے دیکھا کہ وہ ساری بلائیں پرندوں کی طرح کار کے آس پاس اڑنے لگیں۔ میں کافی دیر تک ان بلاؤں کو دیکھتا رہا۔ تقریباً آدھا گھنٹہ سفر کرنے کے بعد ہوشا بولا۔ "بس کار یہیں روک دو۔" تیمور صاحب نے کار روک دی اور ہم سب نیچے اتر آئے۔ ہمارے ساتھ اڑنے والی بلائیں بھی زمین پر آ گئیں۔ ہوشا نے میرے گرد کچھ پڑھ کر پھونکا۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے میرے گرد حصار کھینچا ہے۔ پھر وہ بولا۔ "اب تم لوگ میرے پیچھے آؤ۔ میں جانتا ہوں کہ حسام ہوشیار ہو چکا ہے اور اپنے آپ کو ہر قسم کے حالات کے لیے تیار کر رہا ہے۔" ہوشا چلنے لگا تو سب اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ ایک مقام پر پہنچ کر ہوشا بولا۔ "بس یہیں رک جاؤ مقابلہ یہاں ہو سکتا ہے۔" یہ کہہ کر وہ زمین پر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ وہ دھیرے دھیرے کچھ پڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر گزری تھی کہ خوفناک اور دل ہلا دینے والی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یوں لگتا تھا جیسے بہت سے گیدڑ چیخ رہے ہوں' کئی خونخوار جانور غرا رہے ہوں اور کئی بلیاں ایک ساتھ رو رہی ہوں۔ اس کے علاوہ کئی آوازیں ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ حسام اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ رہا ہے۔ چند لمحوں کے بعد دور سے روشنی دکھائی دی۔ پھر کئی زیرو کے سرخ بلب جلتے ہوئے نظر آنے لگے۔ وہ بلب دراصل بلاؤں کی آنکھیں تھیں۔ سامنے سے آنے والی بلائیں ہمارے ساتھ موجود بلاؤں سے بھی زیادہ خوفناک اور بدشکل تھیں۔ وہ سب شور مچا رہی تھیں۔ ایسے میں اگر کوئی عام شخص یہ منظر دیکھ لیتا تو اس کا دل بند ہو جاتا۔

"حسام میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ شیطانی کاروائیوں سے باز آ جاؤ۔" ہوشا نے چیخ کر کہا۔

"تم کون ہوتے ہو مجھے روکنے والے؟" سامنے موجود بلاؤں کے عقب سے ایک آواز سنائی دی۔

"اس بات کو چھوڑو کہ میں کون ہوتا ہوں تمہیں روکنے والا۔ میں تم سے صرف اتنا کہوں گا کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تمہارا بہت برا حشر کروں گا۔" دوسری طرف سے قہقہہ سنائی دیا۔ پھر سامنے موجود بلاؤں کے درمیان سے ایک شخص نکل کر ہمارے سامنے آ کھڑا ہوا۔ وہ حسام تھا اور ہوشا سے مشابہ تھا۔ "تم میرا کیا برا حشر کرو گے' میں تم سے یہ کہوں گا کہ خواہ مخواہ کیوں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان کے دشمن بن گئے ہو۔ جاؤ جا کر اپنا کام کرو۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم میری بات نہیں مانو گے۔" ہوشا نے سخت لہجے میں حسام سے پوچھا۔

"تمہاری بات ماننے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" حسام نے نہایت حقارت سے جواب دیا۔

"تو پھر تم اپنے انجام کو پہنچنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" ہوشا نے کہا اور پھر ہم سے مخاطب ہوا۔ "ساتھیو! یہ شخص ایسے باز نہیں آئے گا۔ اسے ختم کرنا پڑے گا۔" حسام نے ہوشا کی بات سن کر ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اپنے ساتھیوں کو ہم پر حملہ کرنے کا اشارہ کر دیا۔ اس سے پہلے کہ اس کی ساتھی بلائیں ہم پر حملہ آور ہوتیں میں نے دیکھا کہ حسام اپنا سر تھام کر زمین پر بیٹھ رہا ہے۔ میں نے اسے گولی مارنی چاہی لیکن وہ زمین پر لوٹنے کی وجہ سے نشانے پر نہیں آ سکا۔ اتنے میں ہماری اور حسام کی بلاؤں کے درمیان زبردست جنگ شروع ہو گئی۔ تمام بلائیں آپس میں گتھم گتھا ہو گئیں۔ پھر ہمارے ساتھ اڑنے والی دو بلائیں زمین پر گر گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے سیال مادے کی شکل اختیار کر کے زمین کے اندر جذب ہو گئیں۔ میں خوفزدہ ہو گیا کہ اگر ہماری باقی بلاؤں کا بھی یہی حشر ہوا تو ہمیں بھی موت کے منہ سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حسام اپنا سر تھامے زمین پر اب بھی ادھر ادھر لوٹ رہا تھا۔ اچانک ایک بلا نے ہوشا کو زبردست دھکا دیا جس کی وجہ سے وہ زمین پر گر گیا۔ وہ بلا اس کے سینے پر سوار ہو گئی۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے ابھی چند ہی لمحوں میں وہ بلا ہوشا کو موت کے گھاٹ اتار دے گی۔ میں نے ریوالور کی تمام گولیاں اس بلا کو مار دیں لیکن اس پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ ہوشا نے کچھ پڑھ کر بلا پر پھونکا تو بلا نے خوفناک آوازیں نکالنا شروع کر دیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ شدید کرب میں ہے اور پھر وہ بلا بالکل ڈھیلی ہو گئی۔ ہوشا نے اسے چھوڑا تو وہ زمین پر گر کر سیال مادہ بن کر زمین میں جذب ہو گئی۔

"اب کیا کرنا چاہیے؟" میں نے برلویض سے پوچھا جو بڑی دلچسپی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں۔ تم بے فکر رہو۔ کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔" برلویض کی بجائے تیمور صاحب نے جواب دیا۔

"حسام کو کیا ہو گیا ہے؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

تیمور صاحب نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ کو کنٹرول کیا ہوا ہے۔ وہ میری گرفت سے نکلنے کی پوری کوشش کر رہا ہے لیکن تم اس کا حشر دیکھ رہے ہو۔"

"آپ اسے کب تک کنٹرول میں رکھیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"جب تک بلاؤں کی لڑائی کا فیصلہ نہ ہو جائے۔" تیمور صاحب نے جواب دیا۔ مجھ سے بات

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

چیت کے دوران تیمور صاحب نے میری طرف دیکھا نہیں تھا۔ میں نے حسام کی طرف دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ زمین پر لوٹنے کے باوجود مستقل تیمور صاحب کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ تیمور صاحب نے اسے آنکھوں کے ذریعے کنٹرول کیا ہوا ہے۔ اچانک کسی نے مجھے گرفتار کر لیا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھنا چاہا لیکن میں ایسا نہیں کر سکا۔ میں نے دیکھا کہ برلویش اور تیمور صاحب کو بھی دو بلاؤں نے گرفت میں لیا ہوا تھا۔ یہ بلائیں اچانک ہی پیچھے سے آ گئی تھیں۔ ان میں سے کئی ایک نے ہماری ساتھی بلاؤں کو نیچے گرا دیا تھا اور اب ہماری ساتھی بلائیں سیال مادے کی شکل میں تبدیل ہو رہی تھیں اچانک تیمور صاحب کے سر پر بلا نے اپنا لکڑی جیسا ہاتھ زور سے مارا تو تیمور صاحب چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ ان کے بے ہوش ہوتے ہی حسام اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اٹھتے ہی دو بلاؤں کو اشارہ کیا انہوں نے آگے بڑھ کر ہوشا پر حملہ کر دیا۔ حملہ اس قدر شدید تھا کہ ہوشا اپنے آپ کو نہ بچا سکا اور ان بلاؤں نے اسے گرفت میں لے لیا۔ وہ بری طرح تڑپ رہا تھا۔

"ہاں' اب بتاؤ۔ کیا کہتے ہو؟" حسام نے ہوشا سے پوچھا۔

"فی الحال تم نے ہم پر قابو پا لیا ہے لیکن ہم تمہیں چھوڑیں گے نہیں۔" ہوشا نے درد سے تڑپتے ہوئے پُرجوش لہجے میں جواب دیا۔

"ان سب کو قید کر دو۔" حسام نے بلاؤں سے کہا اور خود واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد بلائیں ہمیں بے دردی سے گھسیٹتی ہوئی ایک کچے مکان میں لے آئیں۔ انہوں نے ہمیں رسیوں سے باندھا اور وہیں کونے میں بیٹھ گئیں۔ میں نے سوالیہ نظروں سے ہوشا اور برلویش کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں میری طرف دیکھنے کے بعد ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ بلائیں اب بھی دھیرے دھیرے غرا رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد حسام آیا اور ہوشا سے بولا۔ "ہاں بھئی اب بتاؤ تمہارا کیا حشر کیا جائے؟؟"

"اس وقت تم جو چاہو کر سکتے ہو لیکن بعد میں......" ہوشا نے نفرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

حسام نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور بولا۔ "بعد کی بات بعد میں دیکھی جائے گی۔ میں تو ابھی کی بات کر رہا ہوں کہ تمہارا اس وقت کیا حشر کیا جائے۔"

"تم ہماری بات مان لو تو اچھا ہے۔" ہوشا نے غرا کر کہا۔

"بکواس بند کرو۔" حسام دھاڑا پھر وہ برلویش کی طرف دیکھ کر بولا۔ "ہاں بھئی تم بتاؤ آخر تم کیوں شیطان کے دشمن ہو گئے اس نے تو تمہیں ہمیشہ اپنا اچھا ساتھی سمجھا تھا؟"

"لیکن میں نے آج تک اس کو اپنا ساتھی نہیں سمجھا۔ جب میں اپنے اس جسم کے ساتھ زندہ تھا تب بھی اس نے مجھے ڈرا دھمکا کر اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ جس کی وجہ سے نہ میری زندگی اچھی گزری اور نہ ہی مرنے کے بعد سکون ملا کیا میں اس کا بھلا چاہوں گا۔" برلویش نے نفرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"شیطان ایک بہت بڑی طاقت ہے۔ اسے حق ہے کہ وہ جسے چاہے کسی طرح بھی استعمال کرے۔" حسام نے کہا۔

"لیکن اب وہ مجھے استعمال نہیں کر سکتا۔" برلویش نے کہا۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"تمہارے بارے میں' میں نے سوچا ہے کہ میں تمہیں شیطان کی خدمت میں پیش کروں گا۔ یقیناً وہ مجھ سے بہت خوش ہوگا۔ ہوشا کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد میں اس کی روح کو اذیت دیتا رہوں گا اور یہ......" اس نے بے ہوش تیمور صاحب کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اس نے میرے دماغ کا برا حشر کر دیا ہے۔ میں اسے بھی بہت اذیت ناک سزا دوں گا۔" پھر حسام میری طرف دیکھ کر ہنسا اور بولا۔ "اسے کیوں رکھ لیا ہے تم لوگوں نے اپنے ساتھ؟ یہ بے چارہ کیا کر سکتا ہے۔" وہ خاموش ہو گیا اور کچھ سوچنے لگا۔ میں حیران تھا کہ حسام ہم سب کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ میری طرف دیکھ کر بولا۔ "تم میرے بہت کام آ سکتے ہو۔ کئی دنوں سے میں کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھا جو پہلوٹھی کی اولاد ہو۔ شیطان کی بھینٹ چڑھانے کے لیے مجھے تم جیسے ہی شخص کی ضرورت تھی۔ تم نے تو میرا مسئلہ ہی حل کر دیا ہے۔" اس کی بات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا لیکن ان کے چہروں پر مایوسی کے آثار نمایاں تھے۔ جیسے وہ میرے لئے کچھ نہیں کر سکتے ہوں۔ حسام نے ایک بلا سے کچھ کہا تو وہ غراتی ہوئی میری طرف بڑھی پھر اس نے مجھے اپنے پنجے میں دبوچ لیا۔ میں تکلیف سے بلبلا اٹھا لیکن بلا نے اپنی گرفت ذرا سی بھی ڈھیلی نہیں کی۔ وہ مجھے مکان سے باہر لے آئی اور ایک جانب لے جانے لگی۔

☆.........☆.........☆

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

بلا کی گرفت بہت مضبوط اور سخت تھی۔ میری گردن لٹک رہی تھی اور زور زور سے جھٹکے کھا رہی تھی۔ جس کی وجہ سے مجھے شدید تکلیف ہو رہی تھی اور میں چیخ رہا تھا لیکن بلا پر میری چیخوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہ غراتی ہوئی مجھے لیے جا رہی تھی۔ مجھے ان تکلیفوں کی اتنی پرواہ نہیں تھی بلکہ آنے والے لمحات کی وجہ سے میں خوفزدہ تھا۔ حسام نے کہا تھا کہ میں اس کے بہت کام آ سکتا ہوں اور وہ مجھے شیطان کی بھینٹ چڑھا دے گا۔ لہٰذا اس نے بلا سے کچھ کہا تھا۔ جس پر بلا مجھے نہ جانے کہاں لے جانے لگی تھی۔ مجھے خوف تھا کہ بلا مجھے کسی ایسی جگہ لے جا رہی ہے جہاں مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کا بندوبست کیا جائے گا۔ میں بلا کی گرفت سے نکل کر بھاگ جانا چاہتا تھا لیکن یہ صرف میری خواہش تھی' ایک ایسی خواہش جس پر عمل کرنے کا کوئی راستہ میرے سامنے نہیں تھا۔ مجھے اپنے ساتھیوں برلویش' تیمور صاحب اور ہوشا پر پہلے بہت بھروسہ تھا۔ ان کے ساتھ یہاں آنے تک میں اپنے آپ کو محفوظ تصور کرتا تھا لیکن جس طرح حسام نے ہم سب کو گرفت میں لے لیا تھا۔ اس کے بعد سے مجھے اپنے ساتھیوں کی طرف سے کسی قسم کی مدد کی توقع نہیں رہی تھی۔ حسام بہت طاقتور ثابت ہوا تھا اور ہوشا اس کے مقابلے میں بہت کمزور تھا۔ ہوشا کی بلاؤں کو بھی حسام کی بلاؤں نے ختم کر دیا تھا۔ لہٰذا اب جو بھی کرنا تھا مجھے ہی کرنا تھا۔ میں نے اپنے جسم کو تھوڑا سا اوپر کر کے بلا کی ایک ٹانگ پکڑ لی۔ اس سے یہ ہوا کہ میری گردن اوپر ہو گئی اور اب اسے جھٹکے نہیں لگ رہے تھے۔ بلا کی ٹانگ پکڑ لینے سے مجھے تو کافی سکون ملا لیکن بلا پر اس کا کسی قسم کا کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ اسی تیزی کے ساتھ چلتی رہی۔ وہ اب بھی غرا رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ میرے ساتھی تو اب میرے لیے بے کار ہو چکے ہیں۔ اس لیے حسام کی قید سے آزاد ہونے کا خود ہی کوئی راستہ تلاش کرنا چاہئے لیکن مجھے ایسا کوئی موقع نہیں مل رہا تھا جس سے فائدہ اٹھا کر میں اس بلا اور حسام سے چھٹکارا حاصل کر سکتا۔ بلا تیز رفتاری سے چلتی رہی۔ پھر کچھ دیر بعد اس نے مجھے ایک کچے مکان میں پٹخ دیا۔ اس نے مجھے کافی زور سے زمین پر پھینکا تھا۔ جس کی وجہ سے میں تکلیف کی شدت سے بلبلا اٹھا۔ پھر ذرا حالت سنبھلی تو میں نے اپنے چاروں طرف دیکھا۔ ایک جانب ایک دیا جل رہا تھا جس کی روشنی آس پاس کے ماحول کو منور کر رہی تھی۔ اچانک مجھے خوف کی وجہ سے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔ میری نظر ایک چبوترے پر پڑ گئی تھی۔ جہاں تیز دھار خنجر اور تلواریں پڑی تھیں۔ اس چبوترے کے آس پاس خون پھیلا ہوا تھا اور ایک

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

خوفناک اور بدصورت آدمی اس چبوترے کے قریب بیٹھا ایک مورتی کی پوجا کر رہا تھا۔ یہ مورتی یقیناً شیطان کی تھی کیونکہ اس کے نقش نہایت خوفناک اور بدنما تھے۔ وہ شخص مجھے جلاد معلوم ہوتا تھا۔

کچھ دیر بعد اس شخص نے پوجا سے فارغ ہو کر میری طرف معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے دیکھا۔ پھر اس نے کسی اجنبی زبان میں میرے قریب کھڑی بلا سے کچھ کہا تو بلا غراتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد وہ شخص مجھ سے مخاطب ہوا۔ "شیطان تمہاری قربانی سے یقیناً بہت خوش ہو گا۔"

"تم کون ہو؟"

میں نے قدرے گھبرائے ہوئے انداز میں اس سے پوچھا۔

"تمہیں حسام نے کیا کہا تھا؟" اس نے میرے سوال کا جواب دینے کی بجائے مجھ سے پوچھا۔

"اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے شیطان کی بھینٹ چڑھا دے گا۔"

میں نے جواب دیا۔

"تو پھر اس نے یقیناً تمہیں ایسی ہی جگہ بھیجا ہے جہاں تمہیں مارا جا سکے۔ یہ تلواریں' خنجر اور خون وغیرہ دیکھ کر کیا تمہیں اندازہ نہیں ہوا کہ میں کون ہوں؟" اس شخص نے مسکراتے ہوئے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"دراصل...... میں واقعی نہیں سمجھ سکا کہ تم کون ہو؟" میں نے کہا۔

میں اس سے بات چیت کر کے اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ کیا بات چیت کے دوران میں یہاں سے فرار ہونے یا اس شخص کو اپنے حق میں کرنے کا کوئی موقع پیدا کر سکتا ہوں۔

میری بات سن کر اس شخص نے چند لمحے میری طرف نہایت خوفناک انداز میں دیکھا۔ پھر بولا۔

"اچھا...... تم اندازاً بتاؤ کہ میں کون ہو سکتا ہوں؟"

"تم شاید کوئی پجاری ہو۔" میں نے کہا۔

"ہاں...... یہ تو ٹھیک ہے...... اس کے علاوہ میں کیا ہو سکتا ہوں؟" اس نے پوچھا۔

"اس کے علاوہ شاید تم اس گھر کے رکھوالے ہو سکتے ہو۔" میں نے جواب دیا۔

دراصل میں جلاد یا قاتل نہیں کہنا چاہتا تھا۔ اس طرح بات چیت کے مواقع کم ہو جانے کا امکان تھا۔ اگر میں جلاد یا قاتل کہہ دیتا تو ہو سکتا تھا کہ وہ بات چیت ختم کر کے مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کا بندوبست کرنے لگتا۔ اسی لیے میں اسے باتوں میں لگائے رکھنا چاہتا تھا۔

"میں اس گھر کا رکھوالا بھی ہوں لیکن مجھے لگتا ہے کہ تم کافی بے وقوف قسم کے آدمی ہو۔ میں جلاد بھی ہوں۔" اس نے بیزار ہو کر کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔

"اس چبوترے پر کسی بھی شخص کو قتل کر دیا جاتا ہے......" اس نے چبوترے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور قتل کرنے کا کام میں انجام دیتا ہوں۔"

"کیا تم مجھے بھی قتل کرو گے؟" میں نے اپنے آپ کو خوفزدہ ظاہر کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

اردو فینز کے لیئے pk7e@hotmail.com

جب کہ میرا دماغ اس شخص سے چھٹکارا پانے کے بارے میں تیزی سے سوچ رہا تھا۔

"ہاں میں تمہیں بھی قتل کر دوں گا۔" اس شخص نے خوفناک انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

میں کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتے؟"

"میں کون ہوتا ہوں' تمہیں معاف کرنے والا۔ میں تو حسام کا غلام ہوں۔ اس نے ہی تمہیں یہاں بھیجا ہے تاکہ تمہیں شیطان کی بھینٹ چڑھایا جا سکے۔" اس شخص نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم بالکل بے اختیار ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"یہ تم نے کیسے کہہ دیا؟" اس نے قدرے غصے کے ساتھ کہا۔

میں نے سوچا تھا کہ اسے غصہ دلانا چاہئے۔ شاید میرا کچھ کام بن جائے۔

"تم تو ناراض ہو گئے۔ دراصل غلام تو بے اختیار ہوتے ہیں ناں..... ان کا اپنا تو کوئی اختیار نہیں ہوتا جو مالک نے کہہ دیا' بس وہی کرنا ہے۔ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرنا۔" میں نے کہا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" اس نے جھلا کر کہا۔

اس مرتبہ اسے زیادہ غصہ آ گیا تھا۔

"بھئی میرا تو خیال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غلام بن سکتا ہے تو وہ آقا بھی بن سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

وہ بھنویں سکیڑ کر بولا۔ "میں کچھ سمجھا نہیں۔"

"بھئی جب تم بھی انسان ہو اور تمہارا آقا بھی انسان ہے تو پھر یہ حاکمیت اور محکوی کیسی..... کیونکہ میرا خیال ہے کہ اگر تم چاہو تو کسی وقت آقا بن سکتے ہو اور دوسروں کو حکم دے سکتے ہو۔" میں نے اسے سمجھایا۔

اس نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا۔ "دیکھو بھئی' میں سمجھ گیا ہوں کہ تم مجھے باتوں میں پھنسانا چاہتے ہو اور یہ غلام اور آقا کا چکر چلا کر میرے دل میں اپنے آقا کے خلاف بغاوت پیدا کرنا چاہتے ہو لیکن تم اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ میں اپنے آقا سے بغاوت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا..... اگر وہ مجھے حکم دے کہ میں اپنی ہی گردن اپنے ہاتھوں سے کاٹ لوں تو میں ان کے حکم کی تعمیل میں ایک لمحے کی تاخیر بھی نہیں کروں گا۔" اس شخص نے جواب دیا۔

اس کی بات سن کر میں شدید مایوس ہو گیا۔ وہ بہت چالاک تھا اور سمجھ گیا تھا کہ میں اس کے بارے میں کیا سوچ رہا ہوں۔ میرا منصوبہ ناکام ہو چکا تھا لیکن میں اس پر ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ واقعی میں یہی سب کچھ سوچ رہا تھا۔

"تم غلط سمجھے ہو..... میں تمہیں آقا اور غلام کے چکر میں پھنسا کر تمہیں تمہارے آقا کے خلاف بغاوت پر نہیں اکسانا چاہتا..... میں تمہیں ایک حقیقت بتا رہا تھا کہ جب سب انسان برابر ہیں تو پھر یہ فرق کیوں ہے؟"

"یہ فرق اس لیے ہے کہ ہر انسان دوسرے سے اپنے کام کے لحاظ سے یا تو آگے ہوتا ہے یا

اردو فینز کے لیئے pk7e@hotmail.com

پیچھے..... اس لیے فرق ہونا ضروری ہے اور جہاں دو انسان برابر کا کام جانتے ہیں تو وہ برابری کی سطح پر کام کرتے ہیں وہاں فرق نہیں ہوتا۔ اسی طرح حسام اور مجھ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس کی ریاضت اور محنت اتنی زیادہ ہے کہ میں دس سال بھی لگاتار محنت کروں تب بھی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔" جلاد نے مجھے سمجھایا۔

وہ واقعی ٹھیک کہہ رہا تھا۔ انسانوں میں فرق اسی لیے تو ہے کہ وہ ایک دوسرے سے کام کے لحاظ سے آگے پیچھے ہوتے ہیں اور جو لوگ برابر ہوں' وہ برابری کی سطح پر رہتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ اب اس کو کیسے پھنساؤں۔

میں نے اس سے پوچھا۔ "اچھا یہ بتاؤ کہ مجھے کب قتل کیا جائے گا؟"

"حسام جب آئے گا تو پہلے کچھ دیر وہ شیطان کی پوجا کرے گا۔ پھر جب شیطان آسمان پر اسے اپنا جلوہ دکھائے گا تب ہی تمہیں قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ قربانی کا وقت وہی ہوتا ہے جب شیطان اپنا جلوہ دکھائے۔" جلاد نے بتایا۔

"شیطان کیوں جلوہ دکھاتا ہے؟ کیا ضروری ہے کہ وہ جلوہ دکھائے اور اگر کسی وجہ سے وہ جلوہ نہ دکھائے تو کیا قربانی نہیں کی جاتی؟" میں نے پوچھا۔

یہ سوال بھی میں نے اسی لیے کیا تھا کہ شاید بچت کی کوئی صورت نکل آئے۔

"شیطان کا جلوہ دکھانے کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ خوش ہے۔ اس نے ہماری قربانی کو پسند کیا ہے اور ہمیں قربانی کی اجازت ہے۔" جلاد نے بتایا۔

"دیکھو میں اتفاقاً پُراسرار دنیا میں پھنس گیا تھا۔ میں نے یہاں سے نکلنے کی بہت کوشش کی لیکن واپس نہیں جا سکا۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میری موت بھی قریب آ چکی ہے اور اب میں زندہ رہنے کی پوری کوشش کروں گا۔ اس لیے میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی ایسی صورت نہیں کہ میں زندہ رہ سکوں..... میں شیطان کا پجاری بننے کے لیے بھی تیار ہوں۔ اگر تم لوگوں کی کوئی شرط ہو تو میں وہ بھی ماننے کے لیے تیار ہوں۔" میں نے جلاد سے کہا۔

وہ میری بات سن کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "اس سلسلے میں حسام ہی کچھ بتا سکتا ہے۔"

"کیا آج سے پہلے کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی کو قتل کرنے کے لیے لایا گیا ہو لیکن بعد میں کسی شرط پر اسے چھوڑ دیا گیا ہو؟" میں نے پوچھا۔

جلاد نے ایک تلوار اٹھائی اور اس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ "نہیں آج تک تو ایسا نہیں ہوا۔"

اس کے ہاتھوں میں تلوار دیکھ کر خوف کی ایک لہر میرے جسم میں دوڑ گئی۔

میں نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ میرے بچنے کے زیادہ امکانات نہیں ہیں۔"

"اس بارے میں' میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال ہے کہ شاید بچنے کی کوئی صورت نکل آئے۔ اس لیے کہ آج سے پہلے کسی نے ایسی بات بھی نہیں کہ وہ شیطان کا پجاری بن سکتا ہے یا کوئی

اردو فینز کے لیئے pk7e@hotmail.com

بھی شرط ماننے کے لیے تیار ہے۔" جلاد نے کہا اور تلوار زور سے ہوا میں چلا دی۔

پھر اس نے کئی مرتبہ تلوار ہوا میں چلائی اور اسے واپس رکھ دیا۔ میں کچھ دیر کے لیے ... کے شکنجے میں آگیا تھا۔

"حسام کب تک آئے گا؟" کچھ دیر بعد میں نے پوچھا۔

"یہ اس کی مرضی ہے' ہو سکتا ہے ابھی آ جائے اور ہو سکتا' ایک ہفتے بعد آئے یا اس ... بعد۔"

"کیا تم میرے بارے میں اس کے آنے سے پہلے اس سے نہیں پوچھ سکتے؟" میں نے جلاد ... پوچھا۔

"نہیں' جب وہ آئے گا تب ہی اس سے بات کی جا سکتی ہے۔" جلاد نے کہا اور شیطان کی ا... مورتی کی طرف بڑھ گیا۔ جس کی وہ کچھ دیر پہلے پوجا کر رہا تھا۔

پھر وہ میری طرف دیکھ کر بولا۔ "اب تم خاموشی سے ایک طرف بیٹھ جاؤ۔ میں کچھ دیر پوجا ک... چاہتا ہوں اور ہاں یاد رکھو یہاں سے نکلنے کے بارے میں سوچنا بھی مت۔ کیونکہ اس گھر اور آس پاس ... نگرانی کئی بلائیں کر رہی ہیں۔"

وہ مورتی کے سامنے پہنچ کر دھیرے دھیرے کچھ پڑھنے لگا اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں... میں کچھ دیر کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ پھر ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور آس پاس کا جائزہ لینے لگا۔ میری نظر ایک بار پھر چبوترے پر مرکوز ہو گئی۔ جہاں لوگوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ میں وہاں پھیلا ہوا خون دیکھ کر اندازہ کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ خون تازہ ہے یا پرانا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ خون زیادہ پرانا نہیں تھا۔ صحن ہونے کی وجہ سے اس کی بدبو نہیں آ رہی تھی لیکن اگر میں چبوترے کے زیادہ نزدیک جاتا تو یقیناً مجھے خون کی بدبو آ جاتی۔ میں سوچنے لگا کہ نہ جانے حسام کس وقت آئے گا اور نہ جانے میرے میں کیا فیصلہ کرے گا؟ میرے بچنے کا بس ایک یہ راستہ تھا کہ حسام میری بات پر غور کرتا اور مجھے شیطان ... پجاری بننے یا کسی اور شرط پر معاف کر دیتا۔ پھر مجھے اپنے ساتھیوں کا خیال آیا کہ وہ نہ جانے کس حال میں ہوں گے اور ان پر کیا گزر رہی ہوگی؟

اچانک بہت زور کی گڑگڑاہٹ سنائی دی اور بہت تیز ہوا چلنے لگی۔ جس کی وجہ سے مٹی اور گرد بھی اڑ رہی تھی۔ میں حیران پریشان کھڑا سوچ رہا تھا کہ آخر اتنی زور دار گڑگڑاہٹ کس چیز کی ہے؟ پھر چند لمحوں بعد ہی چار خوفناک ترین بلائیں صحن میں آ گئیں۔ انہیں دیکھ کر میں کچھ اور خوفزدہ ہو گیا۔ کیونکہ وہ بہت زیادہ خوفناک تھیں اور میری طرف بڑھ رہی تھیں۔ پھر ان میں سے دو بلائیں میرے نزدیک آ کر رک گئیں اور دو نے جلاد کو پکڑ لیا۔ ابھی صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ گھر کے دروازے سے ہوشا' برلویش اور تیمور صاحب داخل ہوئے۔ ہوشا نے میرے قریب آ کر بلاؤں کو اشارہ کیا تو وہ وہاں سے ہٹ گئیں۔

ہوشا میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔ "تم تو یقیناً ہماری طرف سے مایوس ہو چکے ہو گے؟"

"میں مایوس تو نہیں تھا۔ البتہ حیران تھا کہ کس قدر آسانی سے حسام نے آپ لوگوں کو گرفت

اردو فینز کے لیئے pk7e@hotmail.com

...میں لے لیا تھا۔" میں نے کہا۔

ہوشا نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولا۔ "یہ سب میری ایک چال تھی۔ میں نے اپنی بلاؤں کو یہ ...ایا ہوا تھا کہ جب میں کسی جگہ جنگ کے لیے چلا جایا کروں تو کچھ دیر بعد وہاں آ جایا کریں۔ اس مرتبہ ...ی ایسا ہی ہوا حسام نے ہماری بلاؤں کو مار دیا اور ہمیں قید کر لیا۔ وہ یہی سمجھا کہ کھیل ختم ہو چکا ہے ...کن تم نے دیکھ لیا کہ میں نے کس طرح پانسہ پلٹ دیا۔ آؤ چلیں۔" ہوشا نے کہا اور گھر کے بیرونی ...روازے کی طرف چل دیا۔

باقی سب لوگ بھی چل پڑے۔ دو بلائیں ہمارے پیچھے چلنے لگیں جبکہ دو آگے چل رہی تھیں۔ ...گے والی بلاؤں میں سے ایک نے جلاد کو بالکل اسی انداز میں پکڑ رکھا تھا۔ جس طرح مجھے یہاں لانے ...الی بلا نے پکڑا تھا جلاد ہلکے ہلکے کراہ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ہم لوگ گھر سے باہر نکل آئے۔ ہوشا نے اس بلا ...ے کچھ کہا۔ جس نے جلاد کو پکڑ رکھا تھا۔ بلا فوراً فضا میں بلند ہوئی اور پھر کسی بڑے پرندے کی طرح اڑ ...ئی' جلاد اس کی گرفت میں ہی تھا۔

"آؤ بھئی گاڑی کی طرف چلیں" ہوشا نے کہا اور ہم سب چل پڑے۔

"تیمور صاحب آپ تو خیریت سے ہیں ناں؟" میں نے پوچھا۔

"چوٹ بہت زیادہ زور دار تھی اس لیے برلویش وغیرہ کی کافی کوششوں کی بعد مجھے ہوش آیا۔" ...مور صاحب نے بتایا۔

"کیا ایسی کسی صورتِ حال میں ہپناٹزم وغیرہ کام نہیں آ سکتا؟ میرا مطلب ہے کہ ہپناٹزم کے ...ریعے ہم حسام وغیرہ پر قابو نہیں پا سکتے تھے؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"نہیں...... ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کا اثر انسانوں پر ہوتا ہے۔ اسی لیے تم نے دیکھا کہ میں نے ...سام کو کچھ دیر کے لیے کنٹرول کیا تھا لیکن چونکہ وہ خود بھی پُراسرار علوم کا بہت بڑا ماہر تھا۔ اس لیے ...ری طرح سے میرے کنٹرول میں نہیں آ سکا۔ پھر اس کی ساتھی بلاؤں نے ہم پر حملہ کر دیا تھا۔" تیمور ...احب نے بتایا۔

"آپ شاید پُراسرار علوم بھی تو جانتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"ہاں جانتا تو ہوں لیکن اتنا کچھ نہیں جانتا کہ حسام جیسے طاقتور لوگوں کا مقابلہ کر سکوں۔" تیمور ...احب نے بتایا۔

"حسام کا کیا بنا؟" میں نے پوچھا۔

"وہ قتل ہو چکا ہے۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

"قتل ہو چکا ہے؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"ہاں...... جب وہ ہماری بلاؤں کی گرفت میں آیا تو معافیاں مانگنے لگا لیکن ہوشا نے اس کے ساتھ ...وئی رعایت نہیں کی اور بلا کے ذریعے اس کی گردن تڑوا دی۔ ویسے بھی حسام کافی مکار آدمی تھا۔ اس ...لیے اسے مار دیا جانا ہی بہتر تھا ورنہ وہ بعد میں ہمارے لیے خطرہ بن سکتا تھا۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

"برلویش! کیا تم واقعی حسام کے قبضے میں جا چکے تھے۔ دراصل مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

تمہیں اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔" میں نے بولویض سے کہا۔

"دراصل اس نے دھوکے سے ہمیں اپنے قابو میں کر لیا۔ اگر مجھے ذرا بھی موقع مل جاتا تو حسام اور اس کی بلاؤں کا حلیہ بگاڑ دیتا لیکن چونکہ اس کی بلاؤں نے اچانک پیچھے سے حملہ کر دیا تھا۔ اس لیے فوری طور پر میں کچھ نہیں کر سکا۔" برلویض نے بتایا۔

ہم لوگ گاڑی کے قریب پہنچ گئے۔ کچھ ہی دیر بعد ہماری گاڑی رواں دواں تھی اور ہوشا کی بلائیں گاڑی کے ساتھ ساتھ اڑ رہی تھیں۔ ہوشا کی جھونپڑی کے قریب پہنچ کر تیمور صاحب نے گاڑی روک دی۔ ہماری گاڑی کے قریب اڑنے والی بلائیں زمین پر آ کر کھڑی ہو گئیں۔

"اچھا تو ہوشا صاحب یہ کارروائی تو کامیاب رہی۔ اب آئندہ کے بارے میں بتائیے؟" تیمور صاحب نے ہوشا سے پوچھا۔

"آپ لوگ پرسوں رات نو بجے میرے پاس تشریف لائیے۔ اس وقت تک میں مزید معلومات اور تیاریاں کر لوں گا۔ ویسے تو میں آج کل ایک اور کام میں الجھا ہوں لیکن جاشان صاحب چونکہ ہمارے استاد ہیں۔ اس لیے میں ہمیشہ ان کے حکم کو ترجیح دیتا ہوں۔ اب پہلے میں ان کی ہدایت کے مطابق شیطان کے خلاف کام کروں گا اور جب یہ کام مکمل ہو جائے گا۔ تب اپنے کام شروع کروں گا۔" ہوشا نے بتایا۔

پھر وہ دروازہ کھول کر گاڑی سے نیچے اتر گیا۔ ہم سب نے ہوشا کو ہاتھ سے الوداعی اشارہ کیا اور تیمور صاحب نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

"مجھے افسوس ہوتا ہے کہ میں نے پُراسرار علوم کیوں نہیں سیکھے۔" تیمور صاحب نے برلویض سے کہا جو ان کی قریبی نشست پر بیٹھا تھا۔

برلویض نے ہنس کر کہا۔ "اس میں افسوس والی کون سی بات ہے؟ آپ ہپناٹزم کے اتنے بڑے ماہر تو ہیں ناں۔"

"ہاں وہ تو ٹھیک ہے لیکن پُراسرار علوم کے سامنے ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ابھی تم لوگوں نے دیکھا کہ ہوشا نے اپنے پُراسرار علوم کی مدد سے کیسے حسام کی بلاؤں کو زیر کر اور حسام کو موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن میری ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم نے کوئی کام نہیں دکھایا۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"تو کیا اب آپ پُراسرار علوم نہیں سیکھ سکتے؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"سیکھ تو سکتا ہوں لیکن ٹیلی پیتھی کے معاملات میں الجھ جانے کی وجہ سے میرے پاس وقت نہیں ہے۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

"آپ کی ٹیلی پیتھی میں کیا مصروفیات ہیں؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"بہت سے معاملات ہیں۔ کچھ سیاسی ہیں' کچھ ٹیلی پیتھی کے لوگوں سے متعلق ہیں۔"

"آپ ٹیلی پیتھی پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور آپ کا کہنا ہے کہ اگر آپ ماضی میں ٹیلی پیتھی ... کے لیے بہتر تھا لیکن ٹیلی پیتھی کے حوالے سے آپ کی بات

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

سن کر میرا دل ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم سیکھنے کو چاہتا ہے۔" میں نے تیمور صاحب سے کہا۔

"میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ یہ مت سیکھو بلکہ پُراسرار علوم کی طرف توجہ دو۔ بلکہ یوں کرو کہ کچھ تھوڑا وقت ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم سیکھنے میں صرف کیا کرو۔ لیکن زیادہ توجہ پُراسرار علوم کی طرف رکھو۔" تیمور صاحب نے کہا۔

کچھ دیر بعد ہم لوگ تیمور صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ سب سے پہلے ہم لوگ نہا دھو کر فریش ہوئے۔

اس کے بعد تیمور صاحب نے مجھ سے پوچھا۔ "تم چائے یا کافی پسند کرو گے یا کھانے وغیرہ کا بندوبست کیا جائے؟"

"میں چائے پیوں گا۔"

"لیکن مجھے بھوک لگی ہے اس لیے میں تو کچھ کھاؤں گا۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"اور میں آپ لوگوں کو دیکھوں گا۔" برلویض نے مسکراتے ہوئے کہا تو تیمور صاحب مسکرا دیئے۔

میں پہلے تو کچھ نہیں سمجھا کہ دونوں کس بات پر مسکرا رہے ہیں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ برلویض تو ایک روح ہے۔ اس لیے اس کے لیے کھانا یا نہ کھانا برابر ہے۔ تیمور صاحب نے ایک ملازم کو بلا کر اسے چائے اور کھانا لگانے کے لیے کہا۔

کچھ دیر بعد ہم سب کھانے کی میز پر موجود تھے تیمور صاحب کھانے پینے میں مصروف ہو گئے جبکہ برلویض کسی گہری سوچ ڈوب گیا۔

"کیا سوچ رہے ہو بھئی؟" میں نے برلویض سے پوچھا۔

وہ چونک کر بولا۔ "نہیں..... کچھ نہیں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی اتنی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہو اور کہے کہ کچھ نہیں سوچ رہا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"دراصل میں اپنی پرانی زندگی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔" برلویض بولا۔

"پرانی زندگی سے کیا مراد ہے تمہاری؟" میں نے چائے کی چسکی بھرنے کے بعد پوچھا۔

"میرا مطلب ہے' وہ زندگی جب میں اپنے جسم کے ساتھ زندہ تھا۔ اس دور میں' میں کتنا بڑا موسیقار کہلاتا تھا۔ لوگ میرے پروگرام دیکھنے کے لیے ٹوٹے پڑتے تھے لیکن....." برلویض اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ "اس وقت میں کتنا بے سکون تھا۔ لوگ میری موسیقی سے تسکین حاصل کرتے تھے لیکن میں خود سکون کی تلاش میں تھا۔ اکثر لوگوں کا اس وقت یہی خیال تھا کہ میں چونکہ بہت بڑا موسیقار ہوں۔ اس لیے ایک پُرعیش اور پُرسکون زندگی گزار رہا ہوں لیکن انہیں میرے اندر کی کیفیت معلوم نہیں تھی کہ کس طرح شیطان نے مجھے روحانی اور جسمانی طور پر اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا۔ انسان کو زندگی ایک بار ملتی ہے اور میری وہ زندگی شیطان نے برباد کر دی۔ اب میں اسے برباد کر دیتا

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

چاہتا ہوں۔" برلویض نے کہا۔ آخری جملے کہتے ہوئے اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"تم فکر نہ کرو' ہم ضرور اس کا خاتمہ کر کے رہیں گے۔" تیمور صاحب نے برلویض کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"برلویض' میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

"ہاں ہاں پوچھو۔" برلویض نے مسکرا کر کہا۔

"جب تم نے خودکشی کی تو اس سے پہلے تمہیں شیطان نے حکم دیا تھا کہ تم خودکشی کر لو تو وہ تمہیں ستارہ زہرہ یعنی وینس پر جنت ابدی میں جگہ دے گا تو کیا واقعی اس نے ایسا کیا؟" میں نے پوچھا۔

برلویض میری بات پر زور سے ہنسا اور بولا۔ "تم خود سوچو کیا شیطان بھی کبھی سچ بولتا ہے؟"

"میں تو اس میں بارے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" میں نے جواب دیا۔ "ویسے اس سے سچ کی توقع نہیں کی جا سکتی۔"

"ہاں بالکل یہی بات ہے' شیطان نے مجھ سے خودکشی کروانے کے بعد میری روح کو گرفت میں لے لیا۔ پھر مجھے مختلف کام کرنے کے لیے کہا۔"

میں نے اس سے سوال کیا۔ "تم مجھے جنت ابدی میں بھیج رہے تھے۔"

تو وہ ہنس کر بولا۔ "جنت ابدی صرف میرے لیے ہے' تم صرف وہ کرو جو میں کہتا ہوں۔" برلویض نے بتایا۔

"تو کیا تم نے اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے ایسا ہی کیا لیکن اس نے مجھے بڑی سخت سزائیں دیں۔ جس کی وجہ سے مجبوراً مجھے اس کے احکامات ماننے پڑے۔" برلویض نے بتایا۔

"اچھا یہ بتاؤ کیا تم اب بھی وہی موسیقی بجا سکتے ہو؟" تیمور صاحب نے برلویض سے پوچھا۔

"ہاں ہاں...... کیوں نہیں۔" برلویض نے جواب دیا۔

"چلو تو پھر آج رات ہو جائے کچھ موسیقی۔" تیمور صاحب نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن کیوں؟" برلویض نے قدرے پریشان ہو کر پوچھا۔

"بس یونہی..... تفریح کے طور پر۔" تیمور صاحب بولے۔

"لیکن اگر میں موسیقی بجاؤں گا تو بدروحیں' چڑیلیں اور مختلف بلائیں آ سکتی ہیں۔" برلویض نے بتایا۔

اس کا لہجہ اب بھی پریشان تھا

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" تیمور صاحب نے ایک بار پھر مسکرا کر کہا۔

"میرا مطلب ہے کہ کہیں وہ چڑیلیں اور بدروحیں آپ لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔" برلویض نے خدشہ ظاہر کیا۔

تیمور صاحب بولے۔ "اب اتنا علم تو میں بھی جانتا ہوں کہ کس طرح حصار بنا کر ایسی مخلوق سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔"

پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوئے۔ "کیوں بھئی؟ تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا برلویض کی موسیقی سننا اور چڑیلیں' بدروحیں دیکھنا پسند کرو گے۔"

"جی ہاں کیوں نہیں...... بشرطیکہ آپ میرے گرد بھی حصار کھینچ دیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

تیمور صاحب ہنس کر بولے۔ "تم فکر نہ کرو' میں اپنے گرد حصار کھینچنے سے پہلے تمہارے گرد حصار کھینچوں گا۔"

"بس تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ میں برلویض سے درخواست کروں گا کہ وہ ہمیں موسیقی ضرور سنائے۔" میں نے کہا۔

"اچھا تو پھر ایک شرط ہے۔" برلویض نے کہا۔

"ہاں ہاں کہو' کیا شرط ہے؟" تیمور صاحب نے پوچھا۔

"گھر میں ہم تینوں کے علاوہ کوئی اور نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ ہم تینوں تو کسی بھی بدروح' چڑیل وغیرہ کو دیکھنے کی ہمت رکھتے ہیں لیکن اگر کسی اور نے انہیں دیکھ لیا تو ہو سکتا ہے' اس کا ہارٹ فیل ہو جائے یا پھر اس کا دماغ ہی الٹ جائے۔" برلویض نے کہا۔

تیمور صاحب کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر بولے۔ "ٹھیک ہے تو پھر ہم موسیقی کا پروگرام کل پر رکھ لیتے ہیں۔ آج کافی رات ہو گئی ہے اس لیے ملازمین کا کہیں جانا ممکن نہیں ہے۔ کل میں انہیں شام کو ہی چھٹی دے دوں گا۔"

"یہ مناسب رہے گا۔" برلویض نے کہا۔

میں چائے پی چکا تھا۔ تیمور صاحب نے بھی کھانا ختم کیا اور ہمیں اپنے کمروں میں جانے کا کہہ کر خود اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ میں اپنے کمرے میں آکر بستر پر لیٹ کر کافی دیر تک حسام اور اس کی بلاؤں کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر نہ جانے کس وقت مجھے نیند آ گئی۔

جب میری آنکھ کھلی تو صبح کے گیارہ بج رہے تھے۔ میں نے اٹھ کر غسل کیا۔ اس کے بعد کمرے سے باہر آ گیا۔

ایک ملازم نے میرے قریب آ کر پوچھا۔ "جناب ناشتہ لگا دوں؟"

"ہاں لگا دو۔ تیمور صاحب اٹھ گئے ہیں کیا؟" میں نے ملازم کے سوال کا جواب دینے کے بعد اس سے پوچھا۔

"نہیں آج تو تیمور صاحب ابھی تک سو رہے ہیں۔ دراصل آپ لوگ رات بہت دیر سے لوٹے تھے ناں....." ملازم نے بتایا۔

"اور میرے ساتھی بھی سو رہے ہیں کیا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں جناب وہ صبح سویرے ہی اٹھ گئے تھے اور وہ گاڑی لے کر سیر کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ وہ تو بالکل فریش لگ رہے تھے۔ جیسے ان پر رات دیر سے سونے کا کوئی اثر نہیں ہوا ہو۔" ملازم نے کہا۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

میں ملازم کی بات سن کر دھیرے سے مسکرایا اور سوچنے لگا کہ اسے کیا پتہ کہ برلویش کیوں فریش نظر آ رہا تھا۔

میں نے ملازم سے کہا۔ "اچھا تم جلدی سے ناشتہ لگاؤ' مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے۔"

"جی بہتر جناب۔" ملازم نے کہا اور تیزی سے اس طرف چلا گیا جہاں ڈائننگ ٹیبل رکھی تھی۔

میں اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ میں کچھ دیر بیٹھنے کے بعد ڈائننگ ٹیبل پر پہنچ گیا۔ ملازم ناشتہ لگا چکا تھا۔ میں نے ڈٹ کر ناشتہ کیا اور واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔ سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال کر سلگانے کے بعد میں کرسی پر بیٹھ گیا اور آنے والی رات کے بارے میں سوچنے لگا۔ جب برلویش نے موسیقی بجا کر بدروحوں' چڑیلوں اور شیطانی بلاؤں کو بلانا تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے سگریٹ کو بجھا دیا اور میز پر رکھے رسالوں میں سے ایک رسالہ اٹھا کر پڑھنے لگا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے رسالہ میز پر رکھا اور دروازہ کھول دیا۔ میرے سامنے برلویش موجود تھا۔

"کیا اب تک سو رہے تھے؟" برلویش نے مسکرا کر پوچھا اور اندر آ گیا۔

میں دروازہ بند کرنے کے بعد دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ برلویش میرے بیڈ پر بیٹھ گیا۔

میں نے دھیرے سے ہنس کر جواب دیا۔

"میں سو تو نہیں رہا تھا بلکہ رسالے کا مطالعہ کر رہا تھا۔ تم بتاؤ کہ تم کہاں گئے ہوئے تھے؟"

"میں تو شہر کی سیر کرنے گیا تھا۔" برلویش نے بتایا۔

"اس کا مطلب ہے کہ بڑے مزے کر کے آ رہے ہو تم۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا خاک مزے کر کے آ رہا ہوں؟ آج اپنی آنکھوں سے لوگوں کو قتل ہوتے ہوئے دیکھ کر آ رہا ہوں۔ میرا تو سارا موڈ ہی خراب ہو گیا ہے۔" برلویش نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"کون قتل ہو گیا؟" میں نے قدرے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"میں ایک جگہ سے گزر رہا تھا کہ مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر کچھ نقاب پوشوں نے ایک گاڑی کو روک لیا۔ ابھی میں صورت حال کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ان نقاب پوشوں نے گاڑی میں موجود چار پانچ آدمیوں کو نیچے اتار لیا۔ ان نقاب پوشوں کے ہاتھوں میں کلاشنکوفیں تھیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ وہ نقاب پوش اب ان لوگوں کو قتل کر دیں گے۔ میں فوراً اپنی گاڑی سے اترا اور زور سے ان نقاب پوشوں کو للکارا اور تیزی سے ان کی طرف بڑھا لیکن نقاب پوشوں نے مجھے کوئی خاص اہمیت نہ دی اور کھڑے آدمیوں کو انہوں نے گولیوں سے بھون ڈالا اور بھاگنے لگے۔ میں ان کے پیچھے بھاگا تو ایک نقاب پوش نے مڑ کر مجھ پر برسٹ مارا لیکن میں نہایت پھرتی سے ایک گاڑی کی آڑ میں ہو گیا۔ صرف ایک گولی میری ٹانگ میں لگی۔ جب میں نے گاڑی کے پیچھے سے دوبارہ ان نقاب پوشوں کو دیکھنا چاہا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ سب فرار ہو چکے تھے۔ میں تیزی سے اپنی گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی اس جگہ سے بہت دور لے آیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں پولیس وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا تھا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ کچھ دیر بعد پولیس وہاں پہنچ گئی ہو گی۔"

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

برلویش نے تفصیل بتانے کے بعد اپنی پینٹ کچھ اوپر کی اور اپنی ٹانگ میں لگی گولی مجھے دکھاتے ہوئے بولا۔ "یہ دیکھو یہ لگی ہے گولی۔"

میں نے دیکھا جہاں گولی لگی تھی وہاں ایک سوراخ تھا لیکن خون نہیں تھا۔

برلویش بولا۔ "تم ملازم سے کہہ کر چاقو تو منگواؤ۔"

میں اٹھ کر کمرے سے باہر آ گیا۔ قریب ہی موجود ایک ملازم سے میں نے چاقو لانے کو کہا تو وہ تیزی سے ایک طرف چلا گیا اور پھر کچھ دیر بعد اس نے مجھے چاقو لا کر دے دیا۔ میں واپس کمرے میں آ گیا۔

"یہ لو بھئی چاقو۔" میں نے چاقو برلویش کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

برلویش نے چاقو لے لیا تو میں دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ برلویش نے چاقو کی مدد سے گولی سے بننے والے سوراخ کو مزید بڑا کیا۔ پھر گولی نکال لی۔ میں نے گولی برلویش کے ہاتھ سے لے لی اور بغور اسے دیکھنے لگا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟" برلویش نے پوچھا۔

"میں اس گولی کے متعلق سوچ رہا ہوں کہ انسان کی اس معمولی سی ایجاد نے اب تک نہ جانے کتنے انسانوں کو موت کی نیند سلا دیا ہے۔"

پھر کچھ توقف کے بعد میں نے برلویش سے پوچھا۔ "آخر لوگ ایک دوسرے کو کیوں مارتے ہیں؟"

"یہ سب شیطانی چکر ہیں۔ اگر لوگ انسان سے پیار کرنا سیکھ لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس دنیا میں خون خرابہ نہ ہو اور نہ ہی بے گناہ لوگ موت کے منہ میں جائیں۔ کسی بھی مذہب نے بے گناہ انسان کے قتل کی اجازت نہیں دی ہے لیکن کسی پر ظلم کرنے والے لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ ان پر ان کے مذہب کی طرف سے اور انسانیت کے ناطے بہت ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اگر ایسے ظالم لوگ سنجیدگی سے یہ بات تسلیم کر لیں کہ آج نہیں تو کل انہیں یہ دنیا چھوڑنی ہے اور اپنے خدا کو جواب دینا ہے تو وہ کبھی بھی کسی پر ظلم نہ کریں۔ ایسے ہی لوگوں کو شیطان بہکاتا ہے اور ان کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ وہ سب سے افضل انسان ہیں اور دوسرے ان کی غلامی کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ شیطان ان کے دل میں طرح طرح کے الٹے سیدھے خیالات پیدا کرتا ہے اور اس وجہ سے پوری دنیا میں لوگ ایک دوسرے کو مار رہے ہیں' ایک دوسرے پر ظلم کر رہے' ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں؟" برلویش نے جذباتی انداز میں کہا۔

"تمہارے خیال میں ایسی تمام باتوں سے کیسے چھٹکارا پایا جا سکتا ہے؟" میں نے برلویش سے پوچھا۔

برلویش مسکرا کر بولا۔ "میرے پاس تو بہت سی تجاویز ہیں لیکن میری باتوں کو کون اہمیت دے گا۔"

برلویش کی بات سن کر میرے دل میں اشتیاق پیدا ہوا کہ آخر اس کے پاس ایسی کون سی تجاویز

اردو فینز کے لیئے pk7e@hotmail.com

ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "تمہارے پاس کیا تجاویز ہیں؟"

"سب سے پہلے تو یہ کہ عالمی سطح پر کوئی ایسی مہم چلائی جائے جس میں دنیا کے تمام لوگوں کو انسان کی اہمیت اور اس سے محبت کی طرف راغب کیا جائے۔ اس کے علاوہ ان کو سخت ترین سزائیں دی جائیں جو انسانوں پر ظلم کے مرتکب ہوں۔ تم بھی یقیناً اونٹوں کی ریس سے واقف ہو گے۔ میرا خیال ہے کہ دنیا میں اس سے بڑا ظلم کوئی اور نہیں ہوگا۔ اس ریس میں انسانیت' اخوت اور محبت کے بڑے بڑے دعویدار معصوم بچوں کو اونٹوں پر تھیلوں میں ڈال دیتے ہیں اور پھر اونٹوں کی ریس کرائی جاتی ہے۔ اونٹوں کی گردنوں میں گھنٹیاں بھی باندھ دی جاتی ہیں۔ جب اونٹ بھاگتے ہیں تو بچے روتے ہیں اور گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں۔ اس ریس میں اونٹوں کی ٹانگیں بچوں کو لگتی ہیں۔ اس وجہ سے بہت سے بچے تو اسی وقت مر جاتے ہیں۔ بہت سے نیچے گر جاتے ہیں۔ اونٹ گھنٹیوں کی آواز اور بچوں کے رونے کی وجہ سے اور زیادہ تیز بھاگتے ہیں اور ریس کروانے والے اس منظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ عالمی طور پر اس ظلم کے خلاف تمام ممالک کو احتجاج کرنا چاہئے اور اگر تب بھی یہ ریس بند نہ ہو تو کوئی ایسا قانون بنایا جائے۔ جس کے تحت ریس کروانے والوں کو عبرتناک سزائیں دی جائیں۔ اس طرح اور دیگر بہت سے فلاحی پروگرام شروع کیے جائیں۔ اس کے لیے یا تو دنیا کے تمام ممالک مشترکہ طور پر مہم شروع کریں یا پھر ہر ملک اپنے طور پر کارروائیاں کرے۔"

برلویش خاموش ہو گیا تو میں اس کی باتوں پر غور کرنے لگا۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا لیکن وہ جو کچھ کہہ رہا تھا۔ اس کو عملی جامہ پہنانا بہت مشکل تھا۔

"اچھا میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔ کھانے کی میز پر ملاقات ہو گی۔" برلویش اٹھتے ہوئے بولا۔

"کیا تم بھی کھانا کھاؤ گے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں...... مجھے بھی عام انسانوں کی طرح رہنا پڑتا ہے تاکہ کسی کو مجھ پر شک نہ ہو۔" برلویش نے جواب دیا۔

"یہاں کون تم پر شک کرے گا؟" میں نے پوچھا۔

"ملازمین میں سے کسی کو شک ہو سکتا ہے...... اور ان کے ذریعے بات آگے جا سکتی ہے۔ میں تو ہر طرح سے محتاط رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔" برلویش نے جواب دیا۔

برلویش چلا گیا تو میں نے سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکالا اور اسے سلگا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

دوپہر کو کھانے کی میز پر تیمور صاحب نے کہا۔ "بھئی...... رات کی کارروائی نے مجھے بہت تھکا دیا تھا۔ اس لیے میں تو خوب سوتا رہا۔ تم لوگ کب اٹھے تھے؟"

"میں بھی دیر سے اٹھا تھا لیکن برلویش جلدی اٹھ گیا تھا۔" میں نے انہیں بتایا۔

"اچھا برلویش یہ بتاؤ کہ کیا آج رات تمہاری موسیقی سننے کے لیے پیانو اور وائلن کافی رہیں گے یا کوئی اور انسٹرومنٹ بھی درکار ہوں گے؟" تیمور صاحب نے برلویش سے پوچھا۔

"یہ دونوں ہی کافی رہیں گے۔" برلویش نے مسکرا کر جواب دیا۔

اردو فینز کے لیئے pk7e@hotmail.com

"آج صبح جب میری آنکھ کھلی تو اچانک مجھے اس بات کا خیال آگیا تھا۔ میں نے سوچا کہ تم سے پوچھ لوں گا۔" تیمور صاحب نے کہا۔

پھر کچھ توقف کے بعد وہ بولے۔ "آج مجھے ایک کام سے بندرگاہ پر جانا ہے اگر تم لوگ چاہو تو میرے ساتھ چل سکتے ہو۔ تفریح ہو جائے گی۔" تیمور صاحب نے کہا اور جواب طلب نظروں سے ہماری طرف دیکھنے لگے۔

"جناب تفریح ہی ہونی چاہئے...... کچھ اور نہ ہو جائے۔" میں نے کہا اور مسکرا کر برلویش کی طرف دیکھنے لگا۔

تیمور صاحب میری بات نہیں سمجھے۔ اس لیے حیران نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولے۔ "کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"دراصل برلویش بھی آج صبح تفریح کی غرض سے باہر گیا تھا لیکن راستے میں کچھ نقاب پوشوں نے ایک گاڑی روک لی۔ اس میں موجود چار پانچ آدمیوں کو لائن میں کھڑا کر کے گولی سے اڑا دیا۔ برلویش نے ان آدمیوں کو بچانے کی کوشش کی لیکن اسے بھی ایک گولی لگ گئی۔ اس لیے میں کہہ رہا تھا کہ کہیں ایسا ہی کوئی اور واقعہ نہ ہو جائے۔" میں نے تیمور صاحب کو بتایا۔

"تمہیں ان نقاب پوشوں کے معاملے میں نہیں کودنا چاہئے تھا برلویش۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"کسی بے گناہ کو موت کے منہ میں جاتے ہوئے دیکھ کر میں اسی طرح جذباتی ہو جاتا ہوں۔" برلویش نے کہا۔

"مجھے تمہارے جذبات پر فخر ہے لیکن پاکستان میں آج کل صورتِ حال کچھ ایسی چل رہی ہے کہ گناہ اور ثواب کی تمیز ختم ہو چکی ہے۔ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کس کو کس وقت اغوا کر لیا جائے یا تشدد کر کے مار دیا جائے۔ دہشت گردی بہت زیادہ بڑھ چکی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لوگ ایک دوسرے کو قتل کر دینا چاہتے ہیں اور اکثر دہشت گردوں اور جرائم پیشہ لوگوں کے علاوہ کئی سرکاری اہلکار اور محافظ بھی مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث پائے جاتے ہیں۔ لہذا ہمیں اس طرح کے معاملات سے اپنے آپ کو دور رکھنا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمیں لاک اپ میں جانا پڑے یا دہشت گردوں اور جرائم پیشہ افراد سے لڑنا جھگڑنا پڑے۔ اس کے علاوہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ پاکستان میں کئی غیر ممالک کی ایجنسیاں بھی دہشت گردی کر رہی ہیں۔ اگر کہیں ان سے ہمارا جھگڑا ہو گیا تو بات بڑھ بھی سکتی ہے اور ہم اپنے اصل مشن سے دور بھی ہو سکتے ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"اس کا مجھے پورا احساس ہے تیمور صاحب۔ اسی لیے تو میں نے نقاب پوشوں کا پیچھا نہیں کیا۔ کیونکہ کچھ دیر بعد وہاں پولیس کے پہنچ جانے کا امکان تھا۔ میں تو صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ آدمی بچ جائیں' جنہیں قتل کیا گیا ہے۔ ان کے قتل کے بعد میری کوشش تھی کہ میں ان نقاب پوشوں میں سے کسی ایک کو پکڑ کر اسے اس قدر زخمی کر دوں کہ وہ بھاگ نہ سکے۔ اسے زخمی کرنے کے بعد میرا ارادہ تھا کہ میں بھاگ جاؤں گا پھر جب پولیس پہنچے گی تو زخمی نقاب پوش کو گرفتار کر لے گی لیکن جب انہوں نے مجھ پر فائرنگ کی تو میں ایک گاڑی کی آڑ میں ہو گیا۔ جب میں گاڑی کی آڑ سے نکلا تو وہ سب فرار ہو چکے

تھے۔" برلویش نے کہا۔

"چلو خیر...... آئندہ احتیاط رکھنا۔ کبھی تمہارا اس طرح کسی کو پکڑنے یا ختم کرنے کا ارادہ ہو تو اسے موقعہ واردات سے دور جانے کا موقع دینا۔ اس کے بعد اس کے ساتھ جو جی چاہے کرنا لیکن وہ سب کچھ بھی نہایت احتیاط سے کرنا۔" تیمور صاحب نے برلویش کو مشورہ دیا۔

"آپ بے فکر رہیں' میں آئندہ ہر طرح کی احتیاط رکھوں گا۔" برلویش نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں کپڑے بدل کر آتا ہوں۔ تم لوگ چاہو تو تم بھی کپڑے بدل لو۔" تیمور صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ہم دونوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ تیمور صاحب اپنے کمرے کی طرف چلے گئے جبکہ میں اور برلویش اپنے کمروں کی طرف چل دیئے۔ میں نے کپڑے بدلے اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا تو ملازم کھڑا تھا۔

اس نے کہا۔ "صاحب کہہ رہے ہیں کہ اگر آپ لوگ تیار ہو گئے ہیں تو گاڑی میں آ جائیں۔"

"ہاں ہاں...... میں تیار ہو گیا ہوں۔" میں نے کہا اور اس ملازم کے ساتھ چل دیا۔

ملازم برلویش کے کمرے کی طرف بڑھ گیا اور میں باہر برآمدے میں آگیا۔ سامنے تیمور صاحب گاڑی میں بیٹھے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے دروازہ کھولا اور گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"کیا برلویش تیار......" ابھی انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ برلویش آتا دکھائی دیا۔ وہ بھی آ کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد گاڑی گھر سے باہر آ کر سڑک پر رواں دواں تھی۔

"کیا تم پہلے پاکستان آئے ہو؟" انہوں نے مجھ سے پوچھا۔

"جی نہیں' میں پہلی مرتبہ آیا ہوں لیکن پاکستان کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ کیماڑی ہے' کیماڑی کے بارے میں تو تم جانتے ہو گے۔" تیمور صاحب نے گاڑی ایک جگہ پارک کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں..... کیماڑی کے بارے میں بھی میں بہت کچھ جانتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

ہم تینوں نیچے اتر آئے۔ تیز سمندری ہوا بہت بھلی لگ رہی تھی۔ ہم لوگ ایک دفتر میں آ گئے۔ وہاں ایک آدمی موجود تھا۔

وہ ہمیں دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور تیمور صاحب کی طرف دیکھ کر بولا۔ "تیمور صاحب آپ بالکل ٹھیک وقت پر آگئے ہیں۔ جیمز ابھی آتا ہی ہو گا وہ نزدیک ہی آ گیا ہے۔"

"مجھے احساس تھا کہ جیمز ٹھیک وقت پر آگیا ہو گا لیکن ہماری گاڑی ٹریفک میں پھنس گئی تھی۔" تیمور صاحب نے کہا اور ہم تینوں ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔

کچھ دیر بعد ایک انگریز کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے انگریزی میں تیمور صاحب سے بات چیت شروع کر دی۔ وہ دونوں ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے۔ پھر تیمور

صاحب نے ٹیلی پیتھی کے سلسلے میں اس سے مزید تعاون کرنے سے معذرت کر لی اور اسے بتایا کہ آج کل وہ ایک اہم مشن پر کام کر رہے ہیں۔ اس مشن سے فارغ ہو کر وہ اس انگریز کے ساتھ کام کریں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر انہیں فارغ وقت ملا تو وہ اس کی ضرور مدد کرتے رہیں گے۔

وہ انگریز وہاں سے چلا گیا تو تیمور صاحب اس شخص سے مخاطب ہوئے جو کمرے میں پہلے سے موجود تھا۔ "اچھا بھئی صمد اب مجھے اجازت دیں۔"

"بیٹھیں ناں جناب میں آپ کے لیے چائے منگواتا ہوں یا اگر آپ چاہیں تو ٹھنڈا منگوا لیتا ہوں۔" اس شخص نے کہا۔ جس کا نام صمد تھا۔

"نہیں بھئی چائے ٹھنڈا پھر کبھی سہی۔ فی الحال میں جلدی میں ہوں۔ پھر ملاقات ہو گی۔" تیمور صاحب نے مصافحہ کے لیے ہاتھ صمد کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

ہم تینوں کمرے سے باہر آ گئے تو تیمور صاحب بولے۔ "یہ انگریز جیمز ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور یہ میرے گروپ میں شامل ہے۔ ہم لوگ ایک خاص مشن پر کام کر رہے تھے لیکن جاشان صاحب کی وجہ سے میں نے اس مشن پر مزید کام کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ کیونکہ میں پہلے جاشان صاحب کے دیئے ہوئے کام کو پورا کرنا چاہتا ہوں۔"

ہم تینوں گاڑی میں بیٹھ گئے تو تیمور صاحب نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ کچھ دیر بعد تیمور صاحب نے ایک ایسی جگہ گاڑی روک دی۔ جہاں سامنے بے شمار کشتیاں اور چھوٹے چھوٹے جہاز نظر آ رہے تھے۔

"یہاں سے ہم سمندر کی سیر کے لیے جائیں گے۔" تیمور صاحب نے کہا اور ہم سب نیچے اتر آئے۔

تیمور صاحب نے گاڑی لاک کی اور ہم سب ساحل کے قریب پہنچ گئے۔

"صاب کشتی مشتی چاہئے کیا؟" ایک شخص نے ہمارے قریب آ کر کہا۔

وہ بالکل سیاہ رنگ کا تھا اور اس کے بال گھنگھریالے تھے۔

"کشتی تو چاہئے لیکن کیا تمہاری کشتی میں اور لوگ بھی سوار ہوں گے؟" تیمور صاحب نے پوچھا۔

"اڑے صاحب امارا کشتی میں کوئی نہیں اے۔ ام آپ لوگ کو سمندر میں لے جائے گا۔ ادھر آپ لوگ کو مچھلی کا شکار کرائیں گا۔" اس کالے شخص نے کہا۔

"اچھا کیا پیسے لو گے؟" تیمور صاحب نے اس شخص سے پوچھا۔

"اڑے صاحب پانچ سو روپے لیں گا لیکن صحیح تفریح کرائیں گا۔" اس شخص نے بتایا۔

"چلو ٹھیک ہے۔" تیمور صاحب نے کہا تو وہ شخص ہمیں لے کر ایک طرف چل دیا۔

کچھ دیر بعد وہ ہمیں ایک لانچ کے قریب لے آیا۔

لانچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "اڑے صاحب یہ ہے نی ام لوگوں کا راکٹ۔ آپ آ جاؤ۔" اس شخص نے کہا اور ہمیں لانچ میں لے آیا۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

پھر اس نے لانچ اسٹارٹ کی۔ کچھ کشتیوں اور جہازوں کے قریب سے گزرنے کے بعد وہ لانچ کو کھلے سمندر میں لے آیا۔

"اڑے صاحب راکٹ کا رفتار ٹھیک ہے کہ زیادہ کروں؟" اس شخص نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اتنی ہی رفتار رکھو۔" تیمور صاحب نے اس سے کہا۔

کافی دیر کے سفر کے بعد لانچ والے نے رفتار بالکل کم کر دی۔

پھر اس نے لانچ کا انجن بند کر دیا اور بولا۔ "ادھر مچھلی کا شکار بہت ہے۔"

پھر اس نے ایک جال نکال لیا اور ہماری طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ "آپ لوگ شکار کرو نی۔"

ہم لوگوں نے جال پکڑ لیا اور اسے سمندر میں پھینک دیا۔ اچانک کئی پرندے ہماری لانچ کے اردگرد منڈلانے لگے۔ پہلے تو ہمیں یوں لگا جیسے وہ چیلیں یا گدھ ہیں لیکن جب ہم نے غور کیا تو پتہ چلا کہ وہ عجیب شکل صورت کے پرندے تھے۔ ان کے پنجے بہت زیادہ بڑے تھے اور تیز دھار خنجروں کی طرح لگ رہے تھے۔ ان میں سب سے عجیب بات جو تھی وہ یہ کہ ان کے چہروں پر انسانی ڈھانچوں کی کھوپڑیاں تھیں۔ اچانک ان پرندوں میں سے ایک پرندہ تیزی سے نیچے آیا۔ اس نے نہایت خوفناک آواز نکالی اور ہم پر حملہ کر دیا۔ تیمور صاحب' برلویغ اور میں نے لیٹ کر اپنی جان بچائی جبکہ لانچ والے نے اس پرندے کے سر پر ڈنڈا مارنا چاہا وہ ڈنڈا تو پرندے کو نہیں لگا لیکن پرندے نے اپنا پنجہ لانچ والے کے سر پر مار دیا۔ لانچ والا ایک زور دار چیخ مار کر گر پڑا۔ ڈنڈا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا اور اس کے سر سے خون بہنے لگا۔

"یہ پرندے نہیں ہیں...... شیطان کا حملہ ہے۔" برلویغ نے چیخ کر کہا۔

"پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔" تیمور صاحب نے برلویغ سے پوچھا۔

"آپ لوگ لانچ کی سیٹوں کے نیچے چلے جائیں۔ میں ان کا بندوبست کرتا ہوں۔" برلویغ نے کہا۔

"میں نے تو اپنے گرد حصار کھینچا ہوا ہے' سلطان کے گرد بھی حصار کھینچ دیتا ہوں۔" تیمور صاحب نے برلویغ نے کہا۔

"ہاں حصار کھینچ دیں' یہ بہتر رہے گا لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ پرندے اس کشتی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے اور ہم لوگ سمندر کے پانی کے رحم و کرم پر رہ جائیں گے۔ ساحل یہاں سے اتنی دور ہے کہ ہم تیر کر نہیں جا سکتے۔ ایسے میں یا تو ہمیں مچھلیاں کھا جائیں گی یا پھر سمندر کی لہریں ہمارے لیے موت کا سبب بن جائیں گی۔" برلویغ نے کہا۔

اس کی نظر اب بھی فضا میں اڑتے ہوئے پرندوں پر تھی۔ تیمور صاحب نے کچھ پڑھ کر مجھ پر پھونک دیا۔ چند لمحوں بعد ایک پرندہ تیزی سے نیچے آیا۔ اس نے ہم پر حملہ کرنا چاہا لیکن وہ ہمارے قریب سے ہوتا ہوا گزر گیا۔ کچھ دور جانے کے بعد وہ ایک بار پھر مڑ کر آیا۔ اس مرتبہ ایک اور پرندہ بھی نیچے آ گیا تھا۔ ان دونوں نے اپنے پنجے زور دار طریقے سے لانچ پر مارے اور آگے کی طرف اڑ گئے۔ جس جگہ انہوں نے پنجے مارے تھے' اس جگہ سے لانچ کی لکڑی ٹوٹ گئی تھی۔ برلویغ نے ہمیں ایک

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

طرف ہٹ جانے کا اشارہ کیا۔ ہم دونوں ہٹ گئے تو وہ لانچ کے عین درمیان میں آ گیا' پھر اچانک گر پڑا۔ میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا' وہ بالکل بے حس و حرکت پڑا تھا۔ پھر اچانک اوپر آسمان کی طرف پھڑپھڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ تیمور صاحب اور میں نے فوراً اوپر کی طرف دیکھا۔ وہاں فضا میں ایک پرندہ بری طرح پر اور پنجے مار رہا تھا۔ پھر اچانک ہی وہ بے حس و حرکت ہو کر سمندر میں گر گیا۔ اس کے بعد دوسرے پرندے کا بھی یہی حال ہوا۔ ایک ایک کر کے تمام پرندے اسی طرح نیچے سمندر میں آ گرے۔ پھر اچانک برلویغ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"تمہیں کیا ہو گیا تھا؟" میں نے حیرت سے اس سے پوچھا۔

وہ مسکرا کر بولا۔ "تم شاید ابھی تک کچھ نہیں سمجھے؟"

میں نے کہا۔ "ہاں۔ میں سمجھا نہیں۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ میری روح اور جسم دونوں علیحدہ ہیں' یہ جسم کسی کا ہے جبکہ روح میری ہے۔ میں نے اپنے جسم کو چھوڑ دیا تھا اور فضا میں جا کر ان پرندوں سے لڑ رہا تھا۔ تم نے دیکھا کہ ایک ایک کر کے تمام پرندے ختم ہو گئے۔ یہ سب میں نے ہی کیا تھا۔ پھر میں نے دوبارہ اپنے جسم کو استعمال کیا۔ اسی لیے جسم میں حرکت پیدا ہو گئی۔" برلویغ نے بتایا۔

میں کچھ دیر حیرت کے عالم میں رہا۔ پھر لانچ والے کی طرف دیکھ کر بولا۔ "اس کا کچھ کرنا چاہئے' اس کے سر سے تو کافی خون بہہ گیا ہے۔"

ہم تینوں لانچ والے کی طرف بڑھے۔ تیمور صاحب نے جیب سے اپنا رومال نکالا اور ہم اس سے بولے۔ "تم لوگ بھی اپنے رومال دے دو۔"

ہم نے اپنے رومال دے دیئے تو انہوں نے سارے رومال جوڑ کر ایک پٹی بنائی اور لانچ والے کے سر پر باندھ دی۔ اس کے بعد سمندر کا پانی ہاتھ میں لے کر انہوں نے لانچ والے کے منہ پر مارا۔ ایک دو مرتبہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو لانچ والے کو ہوش آ گیا۔

اس نے حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھ کہا۔ "اڑے ام لوگ بچ گیا ہے کیا؟"

"ہاں بھئی ہم لوگ بچ گئے ہیں...... اور ہم لوگوں نے ان پرندوں کو ختم کر دیا ہے۔"

"اڑے صاحب تم لوگوں نے بالکل صحیح کام کیا ہے نی۔" لانچ والے نے کہا۔

پھر وہ اِدھر اُدھر دیکھ کر بولا۔ "وہ پرندہ مرندہ کدھر ہے نی؟"

"وہ دیکھو' سمندر میں۔" تیمور صاحب نے سمندر میں تیرتے پرندوں کی طرف اشارہ کیا۔

ان پرندوں کو دیکھ کر مجھے بہت حیرت ہوئی کیونکہ اب ان کے جسموں کے ساتھ انسانی کھوپڑیاں اور پنجے نہیں تھے۔

"اڑے صاحب ابھی ام لوگ کو واپس جانا چاہئے ایسا نہیں ہووے کہ وہ پرندہ مرندہ پھر آوے۔" لانچ والے نے کہا اور لانچ کے اسٹیرنگ کی طرف بڑھ گیا۔

پھر اس نے لانچ اسٹارٹ کی اور نہایت تیز رفتاری سے چلانے لگا۔ کافی دیر بعد ہمیں دور ساحل پر موجود کشتیاں اور جہاز نظر آنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد لانچ والے نے لانچ کو ایک مناسب جگہ پر لگا دیا۔

یہاں سے ہم لوگ آسانی کے ساتھ زمین پر جاسکتے تھے۔

تیمور صاحب نے لانچ سے اترنے سے پہلے جیب سے بٹوہ نکالا اور اس میں سے پانچ سو روپے نکال کر لانچ والے کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے۔ "یہ لو بھئی اپنے پانچ سو روپے۔"

"اڑے نہیں صاحب اب اس کی ضرورت نہیں ہے نی۔ ابھی ام لوگ کا جان مان بچ گیانی۔ یہ ام لوگ کے لیے بہت ہے۔" لانچ والے نے کہا۔

"رکھ لو یار۔" تیمور صاحب نے اصرار کیا۔

"اڑے نہیں صاحب! آپ لوگ کو تو تفریح بھی نہیں ملا' الٹا مصیبت آگیا۔ پھر آپ لوگ ام لوگ کا جان بچایا ہے نی۔ ابھی ام لوگ آپ سے پیسہ نہیں لے سکتا ہے" لانچ والے نے کہا تو تیمور صاحب نے مجبوراً نوٹ واپس بٹوے میں رکھ لیے۔

کچھ دیر بعد ہم لوگ گاڑی میں بیٹھے تھے اور گاڑی ایک کھلی سڑک پر رواں دواں تھی۔

"اب تمہارے گرد بھی مستقل حصار کھینچ کر رکھنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے کسی وقت بھی کسی طرف سے حملہ ہو جائے۔" تیمور صاحب نے مجھ سے کہا۔

"اگر کوئی خطرہ ہے تو پھر آپ کھینچ دیں حصار۔" میں نے تیمور صاحب سے کہا۔

"ابھی میں نے سمندر میں تمہارے گرد حصار کھینچا تھا' اس کا اثر آٹھ گھنٹوں تک رہ سکتا ہے۔ اب گھر پہنچ کر میں تمہارے گرد ایسا حصار کھینچ دوں گا جو کم از کم ایک ماہ تک اپنا اثر رکھے گا لیکن ہر مہینے تم مجھے یا جو کوئی بھی عامل تمہارے پاس ہو' اس سے کہو کہ تمہارے گرد حصار کھینچ دے۔" تیمور صاحب نے مجھے بتایا۔

"جی بہتر ہے۔ یاد رکھوں گا۔" میں نے ان سے کہا۔

گھر پہنچ کر تیمور صاحب نے مجھے اپنے کمرے میں چلنے کے لیے کہا۔ میں ان کے ساتھ کمرے میں آگیا انہوں نے ایک چھوٹا سا صندوق کھولا اور اس میں سے ایک انسانی کھوپڑی نکالی۔ پھر اسے ہاتھ میں لے کر وہ کچھ پڑھنے لگے۔

اس کے بعد انہوں نے تین مرتبہ مجھ پر پھونکا اور بولے۔ "اب ایک ماہ کے لیے تمہارے گرد حصار کھینچ گیا ہے۔ اس دوران تم مختلف آفتوں اور حملوں سے محفوظ رہو گے۔"

"میں نے محسوس کیا ہے کہ حصار کے باوجود ہم مکمل طور پر دشمن سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔" میں نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"ہاں..... تم صحیح کہہ رہے ہو۔ یہ حصار مکمل حفاظت کا ضامن نہیں ہوتے لیکن کافی حد تک انسان کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

انہوں نے کھوپڑی واپس صندوق میں رکھی اور مجھ سے بولے۔ "آج رات برلویض کی موسیقی کے دوران بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ وہاں بھی یہ حصار تمہیں محفوظ رکھے گا۔"

"میں سمجھا نہیں کہ موسیقی کے دوران کیا ہو سکتا ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"پہلے برلویض جب اپنے جسم کے ساتھ زندہ تھا۔ اس وقت شیطان اس کا مددگار ہوتا تھا اور

برلویض کے موسیقی بجانے سے خوش ہوتا تھا لیکن اب معاملہ دوسرا ہے۔ برلویض اب شیطان کا دشمن ہو چکا ہے اس لیے رات میں جو بھی شیطانی مخلوق جمع ہو گی۔ وہ یقیناً برلویض سے خوش نہیں ہو گی۔ اس لیے اس بات کا امکان ہے کہ وہ ہمیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

پھر اپنے ہاتھ پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھ کر بولے۔ "تم رات کے کھانے تک آرام کرو۔ میں ملازمین سے کہہ دیتا ہوں کہ وہ کل تک کے لیے چھٹی کریں۔"

میں تیمور صاحب کے کمرے سے نکل کر اپنے کمرے میں آگیا۔ مجھے کافی ذہنی اور جسمانی تھکن محسوس ہو رہی تھی۔ میں اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ پھر نہ جانے کس وقت مجھے نیند آگئی۔ کسی کے دروازہ کھٹکھٹانے کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھا۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ میں نے دروازہ کھولا تو سامنے برلویض کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"اگر میں نہیں اٹھاتا تو شاید تم رات بھر سوتے رہتے۔" اس نے کہا۔

"شاید ایسا نہ ہوتا یا شاید ہو ہی جاتا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا..... تیمور صاحب اور میں کھانے کی میز پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں' منہ ہاتھ دھو کر آ جاؤ۔" برلویض نے کہا اور چلا گیا۔

میں نے دروازہ بند کر لیا اور غسل خانے میں آگیا۔ منہ ہاتھ دھو کر میں نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی اور مسکرا کر سوچنے لگا کہ میں کیا سے کیا بن گیا ہوں۔ شاکو نے جو میرا میک اپ کیا تھا' وہ اب بھی بغیر کسی خرابی کے موجود تھا۔ کچھ دیر بعد میں کھانے کی میز پر پہنچ گیا۔ وہاں کھانے کے زیادہ برتن نہیں تھے اور نہ ہی دیگر اہتمام تھا۔

ابھی میں اسی بات پر غور کر رہا تھا کہ تیمور صاحب مسکراتے ہوئے بولے۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم اس بات پر حیران ہو رہے ہو کہ آج میز کیوں خالی خالی سی ہے۔ بھئی اس کی وجہ یہ ہے ملازمین چھٹی پر جا چکے ہیں اور یہ سب کچھ میں نے خود سجایا ہے۔"

"آپ مجھے بتا دیتے..... میں اس کام میں آپ کی مدد کر دیتا۔" میں نے ایک پلیٹ اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

"بھئی یہ خیال تو مجھے پہلے نہیں آیا۔ چلو خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا' اب ان کو رکھنے میں تم میری مدد کر دینا۔" تیمور صاحب نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

جس پر برلویض مسکرا دیا اور میں بھی مسکرانے لگا۔

کھانے سے فارغ ہو کر تیمور صاحب ہمیں ایک بہت بڑے ہال میں لے آئے اور برلویض سے بولے۔ "کیا یہ جگہ موسیقی کی محفل کے لیے مناسب رہے گی؟"

"جی ہاں..... بہت مناسب جگہ۔" برلویض نے ہال کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

ایک جانب پیانو رکھا ہوا تھا۔ تیمور صاحب پیانو کی طرف بڑھے تو میں اور برلویض بھی ان کے پیچھے چل دیے۔

"دیکھو بھئی..... یہ رہا پیانو۔" تیمور صاحب نے پیانو کے سُر کو چھیڑ کر کہا۔

پھر انہوں نے قریب ہی موجود ایک الماری کھولی اور اس میں سے ایک وائلن نکال کر برلویش کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے۔ "اور یہ لو وائلن...... ان دونوں چیزوں کو چیک کر لو کہ تمہارے لحاظ سے ٹھیک ہیں یا نہیں۔ کیونکہ میں تو شوقیہ طور پر یہ چیزیں کبھی کبھی بجاتا ہوں اور موسیقی کے متعلق مجھے کوئی خاص معلومات نہیں ہیں۔"

برلویش نے وائلن کا کیس کھولا اور اس میں سے وائلن نکالنے کے بعد ایک اسٹول پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے وائلن کو تھوڑا سا بجایا اور کچھ سُر چھیڑ دیئے اور پھر کچھ ہی دیر میں ان سُروں کو اس نے خوبصورت دھن بنا دیا۔ میں اور تیمور صاحب آرام سے بیٹھ کر برلویش کی دھن کو سننے لگے۔ اس کی انگلیوں کو دیکھ کر اس کی مہارت کا اندازہ ہو رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے وہ دھن ختم کر دی۔ تیمور صاحب اور میں نے تالیاں بجا کر اسے داد دی۔

"بہت خوب...... بہت ہی اعلیٰ...... جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"تیمور صاحب! آپ بھی تو بجاتے ہیں' کچھ سنائیں۔" برلویش نے کہا اور اپنی جگہ سے ہٹنے لگا۔

"بھئی بیٹھو...... تم ہی سناؤ...... میں تو شوقیہ بجانے والا ہوں...... مجھ سے کہاں کوئی صحیح دھن بجے گی۔" تیمور صاحب نے برلویش سے کہا۔

"نہیں بھئی...... جو کچھ بھی آپ کو آتا ہے وہی سنائیں اور آپ یقیناً اس بات سے بھی واقف ہوں گے کہ موسیقی کی محفل میں جان اس وقت پڑتی ہے جب سب لوگ اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کریں۔" برلویش نے کہا تو تیمور صاحب برلویش کی جگہ پر بیٹھ گئے۔

"وہ والی موسیقی کب بجاؤ گے؟" میں نے برلویش سے پوچھا۔

"اس کے لیے مناسب وقت رات بارہ بجے کے بعد ہے اور اس وقت کسی کی مداخلت کا امکان بھی نہیں ہوتا...... ابھی تو کوئی ملنے والا بھی آ سکتا ہے...... کوئی فون آ سکتا ہے۔" برلویش نے جواب دیا۔

پھر وہ تیمور صاحب سے بولا۔ "جی جناب! سنایئے کچھ۔"

تیمور صاحب نے پیانو پر انگلیاں چلائیں۔ پھر آہستہ آہستہ انہوں نے بھی ایک خاص انگلش دھن بجانی شروع کر دی۔ یہ دھن میں بھی سن چکا تھا۔ اچانک ان سے ایک غلط سُر استعمال ہو گیا۔

انہوں نے مسکرا کر پیانو بجانا چھوڑ دیا اور برلویش کی طرف دیکھ کر بولے۔ "بس یہی تو خرابی ہے میرے بجانے میں۔ جب دھن اچھی خاصی بجنے لگتی ہے تو کوئی غلط سُر استعمال ہو جاتا ہے اور سارا مزہ کرکرا ہو جاتا ہے۔"

"لیکن میں یہی کہوں گا کہ آپ بھی بڑی مہارت سے پیانو بجاتے ہیں۔" برلویش نے تیمور صاحب کی تعریف کی۔

"اچھا آؤ...... اب تم کچھ سناؤ۔" تیمور صاحب نے کہا۔

اس سے پہلے کہ وہ جگہ خالی کرتے برلویش بولا۔ "تیمور صاحب...... آج بہت عرصے بعد موسیقی سننے کو ملی ہے۔ پلیز آپ بجائیں...... بہت مزا آ رہا ہے۔"

تیمور صاحب نے ایک بار پھر پیانو کے سُروں کو چھیڑ دیا۔ انہوں نے ایک اور انگلش دھن بجانی شروع کر دی۔ جس گانے کی وہ دھن بجا رہے تھے' وہ گانا میں سن چکا تھا۔ میں نے دیکھا کہ برلویش بہت محو ہو کر پیانو سن رہا تھا۔ مجھے بھی بہت لطف آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد تیمور صاحب نے دھن ختم کی تو برلویش اور میں نے تالیاں بجائیں لیکن برلویش کافی دیر تک تالیاں بجاتا رہا۔

پھر وہ بولا۔ "واہ تیمور صاحب آپ پیانو بہت خوب بجاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ موسیقی پر کافی محنت کرتے رہے ہیں۔"

"اس میں کوئی شک نہیں' میں نے بڑی محنت اور دلچسپی کے ساتھ موسیقی کو سیکھا ہے۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"پیانو کے علاوہ آپ کیا کیا بجا لیتے ہیں؟" برلویش نے پوچھا۔

"وائلن تو خیر میں نہیں بجا سکتا...... اسے میں نے بجانے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔ البتہ میں کچھ تھوڑا بہت گٹار بجا لیتا ہوں۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

"اچھا...... اب ایک اور پیاری سے دھن سنا دیں۔" برلویش نے تیمور صاحب سے فرمائش کی۔

تیمور صاحب کچھ دیر سوچتے رہے۔ پھر انہوں نے پیانو کے سُروں کو چھیڑ دیا۔ اس مرتبہ بھی انہوں نے گوگوش کے ایک خوبصورت گانے کی دھن چھیڑی تھی۔ یہ اتفاق تھا کہ اب تک انہوں نے جتنی دھنیں بجائی تھیں وہ میں نہایت پسندیدگی سے پہلے بہت سنتا رہا تھا۔ گوگوش میری پسندیدہ گلوکارہ تھی۔ اس لیے اس دھن کو بھی میں فوراً پہچان گیا۔ تیمور صاحب نے پورے گانے کی دھن بجانے کے بعد اپنے ہاتھ پیانو سے ہٹا لیے۔ ایک مرتبہ پھر برلویش اور میں نے تالیاں بجا کر تیمور صاحب کو خوب داد دی۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئے اور برلویش سے بولے۔ "اب تم سناؤ...... موسیقی کا مزہ تو تمہارے ہاتھوں سے ہے۔"

برلویش ایک بار پھر پیانو کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے کچھ بجانے سے پہلے میری طرف دیکھ کر پوچھا۔ "سلطان! تمہیں موسیقی سے کوئی لگاؤ نہیں ہے کیا؟"

"لگاؤ تو بہت ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اچھا تو تم کیا کچھ کر لیتے ہو؟" برلویش نے پوچھا۔

"میں بہت اچھا......" میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"کیا بہت اچھا؟" برلویش نے پوچھا۔

"بہت اچھا سن لیتا ہوں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

میری بات سن کر برلویش اور تیمور صاحب دونوں ہنس پڑے۔

پھر تیمور صاحب بولے "یہ تم نے خوب کہا کہ تم بہت اچھے سن لیتے ہو۔ اب ہنسنے ہنسانے کی بات چلی ہے تو میں تمہیں ایک لطیفہ سناتا ہوں۔"

وہ کچھ دیر توقف کے بعد بولے۔ "ایک پارٹی میں ایک پریشان حال شخص نے ایک مشہور امریکی

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

ماہر فلکیات سے پوچھا۔ کیا ایٹمی جنگ ہونے کی صورت میں ہماری دنیا بالکل تباہ ہو جائے گی۔ سیاروں علم کے ماہر نے پرسکون آواز میں جواب دیا۔ ہو بھی جائے تو کیا ہوا۔ ہماری دنیا بڑے سیاروں میں سے ہے نہیں۔"

تیمور صاحب کے لطیفے پر برلویش اور میں ہنس پڑے۔

پھر برلویش بولا۔ "چلئے اب میں بھی آپ کو ایک لطیفہ سناتا ہوں۔ ایک بے روزگار شخص ج اپنی مسلسل بے روزگاری سے پریشان ہو گیا تو وہ ایک جوتشی کے پاس پہنچا اور اپنا ہاتھ دکھایا جوتشی اس کا ہاتھ دیکھ کر کہا تمہاری قسمت کھلنے والی ہے۔ آج ہی تمہیں کہیں سے روپے ملیں گے۔ اتنا ہی اس شخص نے جوتشی کا گلا پکڑ لیا اور اس کی جیب میں سے نوٹوں کا بھرا ہوا بٹوہ نکال کر فرار ہو گیا۔

برلویش کے لطیفے پر میں اور تیمور صاحب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

پھر تیمور صاحب مجھ سے بولے۔ "بھئی سلطان اب تمہاری باری ہے' تم بھی کوئی لطیفہ سناؤ۔

"مجھے تو لطیفے یاد ہی نہیں رہتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"نہیں بھئی...... کوئی نہ کوئی لطیفہ تو تمہیں سنانا ہی پڑے گا۔" برلویش نے اصرار کیا۔

"اچھا...... تو میں سوچتا ہوں۔" میں نے کہا اور کوئی لطیفہ یاد کرنے لگا۔

پھر بڑی مشکلوں سے مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا۔

میں نے کہا۔ "ایک لطیفہ یاد آیا ہے وہی سنا دیتا ہوں آپ لوگوں کو۔ ایک بچہ دوڑتا ہوا باہر آیا اور اپنی ماں سے بولا۔ امی امی کل والا فقیر آیا ہے۔ ماں نے بچے سے پوچھا کیا کہہ رہا ہے وہ فق بچے نے کہا۔ وہ کہتا ہے کہ کل آپ نے روٹی اور سالن دیا۔ آج خدا کے نام پر تھوڑا سا چورن د دیں۔"

میرا لطیفہ سن کر برلویش اور تیمور صاحب دونوں ہنس پڑے۔

پھر تیمور صاحب بولے۔ "ابھی تو بارہ بجنے میں کافی دیر ہے' کیوں نہ چائے بنالی جائے؟"

"ہاں...... یہ مناسب رہے گا۔" میں نے کہا۔

"اچھا برلویش...... تم یہیں بیٹھ کر پیانو سے شغل کرو۔ ہم لوگ چائے بنانے جا رہے ہیں" تیمور صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔

میں بھی اٹھ گیا۔ پھر ہم دونوں کچن میں آگئے۔

"آپ مجھے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے حوالے سے کچھ بتائیں۔ میرا مطلب ہے کہ آپ نے کچھ کیا ہے اور اب کیا کر رہے ہیں؟" میں نے تیمور صاحب سے کہا۔

انہوں نے چینک چولہے پر رکھنے کے بعد کہا۔ "تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"دراصل مجھے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے بارے میں جاننے کا شوق ہو گیا ہے۔" میں نے بتایا۔

انہوں نے چینک میں چینی ڈالتے ہوئے کہا۔ "اچھا تو پھر میں تمہیں ضرور بتاؤں گا لیکن ا بات ذہن میں رکھنا کہ پراسرار علوم کے مقابلے میں ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم وغیرہ کی کوئی اہمیت نہیں

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے ا۔ میرے دو بیٹے ہیں' میری فیملی لاہور میں رہتی ہے۔ ایک

ٹیلی پیتھی کے حوالے سے بہت کچھ کرتا رہتا ہے جبکہ دوسرا بیٹا غائب ہے۔"

"غائب ہے...... کیا مطلب؟" میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"وہ اس وقت پیدا ہوا تھا جب میری بیوی نے ایسی گولیاں کھائی ہوئی تھیں جن کے کھانے سے انسان غائب ہو جاتا ہے۔ اب وہ غائب ہی ہے لیکن اس کی پرورش جاری ہے۔ دوسرا بیٹا سیاسی مسائل میں زیادہ الجھا رہتا ہے۔ میں نے تو اب تقریباً کارروائیاں چھوڑ دی ہیں۔ بس تھوڑا بہت کام کرتا رہتا ہوں۔ میرے اس بیٹے کا نام فارس ہے جو کہ کارروائیاں کرتا رہتا ہے۔ اب لوگ اسے مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔ کوئی اسے حارث کہتا ہے تو کوئی پارس لیکن دراصل اس کا نام فارس ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ اس کا دماغ فولادی ہے۔ اس لیے اس پر کسی زہر اور نشے کا اثر نہیں ہوتا۔ اب میں تمہیں مختصراً اپنی اور فارس کی ایک کارروائی کے بارے میں بتاتا ہوں۔ ہمارا مشن ہے کہ دنیا میں امن قائم کیا جائے اور جو کوئی بھی اس دنیا کی بربادی کے لیے کام کرے اور انسانوں کے لیے مصیبتیں پیدا کرے' اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔ کچھ عرصہ پہلے امریکہ نے ایسے انجکشن کی ایجاد کی تھی جو کہ آدمیوں کو لگا دیئے جائیں تو ان کی جنس تبدیل ہو جاتی تھی اور وہ ہیجڑے بن جاتے تھے۔ روس نے یہ انجکشن امریکہ سے نہایت خفیہ طریقے سے چرا لیا اور ان انجکشنوں کو اپنے دشمنوں کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا۔ فارس اور میں نے ان انجکشنوں کا فارمولا نہ صرف چرا لیا بلکہ ایسے لوگوں کے ذہنوں سے یہ فارمولا فراموش کرا دیا جنہیں یہ یاد تھا۔ اس کے بعد ایک کارروائی ایسے لوگوں کے خلاف بھی کرنی پڑی جو ایسی گولیاں اور فلائنگ کیپسول استعمال کر رہے تھے جن کو اگر منہ میں رکھ لیا جاتا تو انسان اڑنے لگتا۔ یہ کیپسول اور گولیاں دراصل ایک دوسری دنیا کے باشندوں نے ایجاد کیں تھیں جو کسی طرح ہماری دنیا کے کچھ جرائم پیشہ لوگوں کے ہاتھ آگئے اور انہوں نے اسے غلط کاموں میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ان لوگوں کے خلاف بھی ہم لوگوں نے سخت کارروائی کی اور ان سے وہ گولیاں اور کیپسول حاصل کرنے کے بعد ان کے ذہنوں سے بھی گولیوں اور کیپسول کی تمام باتیں صاف کر دیں"

کچھ دیر بعد چائے تیار ہو گئی۔ میں اور تیمور صاحب چائے تھرموس میں ڈالا کر برلویش کے پاس آگئے۔ وہ کوئی بہت ہی خوبصورت دھن بجا رہا تھا۔

"کیوں بھئی برلویش چائے پیو گے؟" تیمور صاحب نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"ہاں ضرور...... کم از کم شوقیہ طور پر تو میں ضرور پینا پسند کروں گا۔ کیونکہ مجھے کھانے پینے کی ضرور ہوتی نہیں ہے۔" برلویش نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

تیمور صاحب نے چائے ایک کپ میں انڈیلی اور برلویش کو دے دی۔ اس کے بعد مجھے بھی چائے دی اور خود بھی چائے سے لطف اندوز ہونے لگے۔ برلویش نے چائے ختم کرنے کے بعد ہمیں کچھ بہت ہی خوبصورت دھنیں سنائیں۔

پھر اس نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھا اور بولا۔ "بارہ بجنے والے ہیں۔ اب سے کچھ دیر بعد ہم اپنے پروگرام کا آغاز کریں گے۔"

تیمور صاحب اور میں نے بھی گھڑی پر ایک نگاہ ڈالی۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

پھر تیمور صاحب نے برلویش سے پوچھا۔ "کیا بارہ بجے کے بعد ہی بجاؤ گے...... اب تو وقت کم رہ گیا ہے...... ابھی سے شروع کر دو۔"

"نہیں...... رات بارہ بجے کا وقت پُراسرار علوم کے حوالے سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے مناسب ہوگا کہ میں بارہ بجے کے کچھ دیر بعد ہی شروع کروں۔ اس وقت تک آپ ایک کام کریں۔"

"کیا کام؟" تیمور صاحب نے پوچھا۔

"تمام روشنیاں بجھا دیں اور مکمل اندھیرا کر دیں۔" برلویش نے کہا۔

تیمور صاحب نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن پھر کچھ سوچ کر وہ بولے نہیں بلکہ انہوں نے اٹھ کر ساری روشنیاں بجھا دیں۔ اب ہر طرف مکمل اندھیرا ہو چکا تھا۔ تیمور صاحب نے لائٹر جلایا اور اس کی روشنی کی مدد سے اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد برلویش نے کچھ سُر چھیڑ دیے۔ ابتدا میں تو ان سُروں نے مجھ پر کوئی اثر نہیں کیا لیکن پھر رفتہ رفتہ مجھے بہت لطف آنے لگا۔ میں اٹھ کر رقص کرنا چاہتا تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ یہ موسیقی ہمیشہ بجتی رہے اور میں اس پر رقص کرتا رہوں۔ کچھ دیر بعد برلویش نے نہایت تیزی سے پیانو بجانا شروع کر دیا۔ میں حیران تھا کہ وہ اتنی تیزی سے کیسے بجا رہا ہے۔ موسیقی سن کر یہ محسوس ہوتا تھا کہ اتنی تیزی سے کوئی عام شخص نہیں بجا سکتا ہے۔ برلویش کی انگلیوں کی رفتار بڑھتی جا رہی تھی اور میں اس کی موسیقی میں ڈوبا جا رہا تھا۔ اچانک کمرے میں ہلکی ہلکی روشنی ہونا شروع ہو گئی۔ میں نے غور کیا کہ آخر یہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے؟ لیکن میں اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکا کہ روشنی کہاں سے آ رہی تھی۔ اچانک ایک نہایت خوفناک چیخ سنائی دی۔ ایک لمحے کو تو میرا دل لرز گیا اور میں خوفزدہ ہو گیا۔

پھر ان دونوں آوازوں کے ساتھ بلیوں کے رونے جیسی آوازیں بھی شامل ہو گئیں اور پھر خوفناک قہقہے سنائی دینے لگے۔ برلویش دیوانوں کی طرح پیانو بجا رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس میں بجلی بھر گئی ہے۔ آوازوں کا شور بڑھتا جا رہا تھا اور پھر کچھ ہی دیر بعد ہال میں جگہ جگہ دھواں پھیلنے لگا۔ میں اس دھوئیں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اچانک ہال میں روشنی ختم ہو گئی اور ہر طرف گہرا اندھیرا چھا گیا۔ چیخیں، قہقہے اور دوسری خوفناک آوازیں اور زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ اچانک مجھے اپنے قریب دو سرخ انگارے نظر آئے اور پھر کسی نے میری کلائی پکڑ لی۔

جس کسی نے بھی میری کلائی پکڑی تھی۔ اس نے اپنی گرفت سخت کرنا شروع کر دی۔ میں بری طرح گھبرا چکا تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے مجھے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ برلویش کی موسیقی اب بھی جاری تھی اور اس میں تیزی آ چکی تھی۔

"یہ کس نے میری کلائی پکڑی ہے؟" میں نے زوردار آواز میں پوچھا۔

اس سے پہلے کہ کوئی میرے سوال کا جواب دیتا ہال میں ایک بار پھر روشنی ہو گئی۔ روشنی ہونے کے ساتھ ہی چیخوں، قہقہوں اور دوسری خوفناک آوازوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ اِدھر اُدھر بہت سی خوفناک شکل کی مخلوق رقص کر رہی تھی اور سنائی دینے والی آوازیں اسی مخلوق کی تھیں اور ایک لڑکی نے میری کلائی پکڑی ہوئی تھی۔ اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے مجھے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

اپنی طرف کھینچ لیا۔ تیمور صاحب مختلف بلاؤں کو دیکھ رہے تھے جبکہ برلویش آنکھیں بند کیے پیانو بجانے میں مصروف تھا۔ موسیقی کی وجہ سے مجھ پر ایک سرور چھایا ہوا تھا۔ میرا دل بار بار چاہ رہا تھا کہ میں اٹھ کر رقص کروں۔ اس لڑکی نے مجھے اپنی طرف زور سے کھینچا تو میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے رقص کرنا شروع کر دیا اور مجھے بھی دائیں بائیں کر کے رقص کرنے پر مجبور کیا تو میں بھی رقص کرنے لگا۔

ہر طرف ہلکا ہلکا دھواں پھیلا ہوا تھا اور بدروحیں وغیرہ رقص کرنے میں مصروف تھیں۔ موسیقی نے مجھ پر ایسا نشہ طاری کر دیا تھا کہ میں مستقل رقص کرنا چاہتا تھا۔ پھر میری نظر تیمور صاحب پر پڑی۔ وہ بھی اپنی جگہ پر بیٹھے جھوم رہے تھے اور ان کی آنکھیں بند تھیں۔ میری آنکھیں بھی بند ہو گئیں۔ کچھ دیر بعد ایک آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔

"کیا تم میرا ساتھ دو گے؟" لڑکی نے مجھ سے پوچھا تھا۔

"تم کون ہو؟" میں نے اس لڑکی سے پوچھا۔

"میں تمہاری ہوں، تم سے محبت کرتی ہوں۔ کیا تم میرا ساتھ دو گے؟" اس نے میرے سوال کا جواب دینے کے بعد اپنا سوال دہرایا۔

اس کی بات سننے کے بعد مجھے یہ احساس ہونے لگا کہ جیسے واقعی وہ مجھ سے محبت کرتی ہے اور میں بھی اس سے شدید محبت کرتا ہوں۔

"ہاں...... میں تمہارا ساتھ دوں گا۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن تمہیں تو میرا ساتھ دینے سے روک دیا گیا ہے۔" اس لڑکی نے کہا۔

"کس نے روکا ہے؟" میں نے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

"تمہارے گرد کھینچے گئے حصار کی وجہ سے میں تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتی۔" اس نے بھی پیار بھرے لہجے میں بتایا۔

"اسے ختم کر دو۔" میں نے کہا۔

"میں نہیں کر سکتی۔" اس نے کہا۔

"کس طرح ختم کیا جا سکتا ہے اس حصار کو؟" میں نے پوچھا۔

"اس سے کہو، وہ ختم کر دے گا۔" اس لڑکی نے تیمور صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"آؤ...... اس سے کہتے ہیں۔" میں نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور تیمور صاحب کی طرف بڑھ گیا۔

پھر ان کے قریب پہنچ کر میں نے ان سے کہا۔ "میرے گرد کھینچا ہوا حصار ختم کر دیں۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔" تیمور صاحب نے مسکرا کر کہا اور کچھ پڑھ کر مجھ پر پھونک دیا۔

کچھ دیر بعد وہ بولے۔ "لو بھئی ختم ہو گیا حصار۔"

"آؤ میرے ساتھ۔" لڑکی نے میرا ہاتھ پکڑا اور اسی جگہ آ گئی جہاں کچھ دیر پہلے ہم دونوں رقص کر رہے تھے۔ ہم دونوں نے پھر رقص شروع کر دیا۔

اس نے کہا۔ "اب تم اور میں ساتھ رہیں گے۔ موسیقی کی محفل ختم ہونے کے بعد میں تمہیں

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"

برلویض اب بھی تیز رفتاری سے پیانو بجا رہا تھا۔ وہ پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد اس نے پیانو بجانے کی رفتار ہلکی کر دی اور بال آخر اس نے پیانو بجانا بند کر دیا۔ موسیقی بند ہوتے ہی ہر طرف اندھیرا ہو گیا' خوفناک مخلوق کی چیخوں' قہقہوں اور دوسری خوفناک آوازوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا اور پھر کچھ دیر بعد مجھے اپنے جسم میں عجیب سی تبدیلی ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ لڑکی نے میرے دونوں ہاتھ تھام رکھے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں فضا میں بلند ہو رہا ہوں۔ کچھ دیر بعد میں ہال کی چھت میں سے نکل گیا۔ لڑکی بھی میرے ساتھ تھی۔ اب ہم دونوں کھلی فضا میں تھے اور آسمان کی طرف جا رہے تھے۔ ہمارے ساتھ ساتھ خوفناک مخلوق بھی تھی۔

"اب تم ہمیشہ کے لیے میرے ہو چکے ہو۔" لڑکی نے کہا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" میں نے قدرے پریشانی سے لڑکی سے پوچھا۔

"تم اب اپنے جسم سے آزاد ہو چکے ہو۔" اس نے بتایا۔

"اس کا مطلب ہے کہ اب میں اپنے جسم کو استعمال نہیں کر سکتا۔" میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

"فضول باتیں مت کرو۔ اب تم میرے ساتھ پرسکون انداز میں رہو گے۔ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو گی' کوئی پریشانی نہ ہو گی۔" اس لڑکی نے کہا۔

"لیکن میں اپنے جسم کے ساتھ ہی رہنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا۔

مجھے اپنے اندر اس کے لیے بے اختیار محبت محسوس ہوئی۔

"اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو تمہیں اپنے جسم کے بغیر ہی رہنا ہو گا۔ اس لیے کہ اگر تم اپنے جسم کے ساتھ رہو گے تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ میں صرف ایک روح ہوں اور تم بھی میرے ساتھ روحانی طور پر ہی رہ سکتے ہو۔ اب تم فوری فیصلہ کرو کہ تم اپنے جسم کے ساتھ رہنا چاہتے ہو یا میرے ساتھ؟" اس لڑکی نے ناراضگی سے پوچھا۔

میں کچھ پریشان ہو گیا۔ میں اپنے جسم کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا لیکن اس لڑکی سے مجھے بے انتہا محبت محسوس ہو رہی تھی۔ میں اسے بھی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

پھر میں نے اپنے جسم کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا اور اس لڑکی سے بولا۔ "میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اس لیے کہ میں...... میں تم سے بے انتہا محبت کرتا ہوں اور تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔"

"مجھے معلوم تھا کہ تم میرے ساتھ رہنا پسند کرو گے۔" اس لڑکی نے پیار بھرے لہجے میں مسکرا کر کہا تو میں بھی مسکرا دیا۔

میں نے نیچے کی طرف دیکھا' بہت دور کچھ ستارے نظر آ رہے تھے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ نظر آنے والے ستارے زمین پر جلنے والے بلب اور اسٹریٹ لائٹس وغیرہ ہیں۔ ہم اب بھی اوپر کی جانب جا رہے تھے۔ ہماری رفتار بہت تیز تھی۔ کچھ دیر بعد ہم ایک ایسی جگہ آ گئے جہاں روشنی تھی۔ ہم جونہی

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

روشن علاقے میں داخل ہوئے مجھے عجیب سا لطف اور سرور کا احساس ہوا۔ آس پاس بہت سی خوفناک شکل والی مخلوق نظر آ رہی تھی۔

"یہ سب کون ہیں؟" میں نے لڑکی سے پوچھا۔

"یہ سب شیطان کے پجاری ہیں۔ پہلے یہ سب اپنے اپنے جسموں کے ساتھ زمین پر رہتے تھے لیکن پھر شیطان نے انہیں خودکشی پر مجبور کیا اور جب انہوں نے خودکشی کی تو ان کی روحوں کو قید کر لیا۔" لڑکی نے بتایا۔

"یہ سب تو نہایت بھیانک ہیں جبکہ تم بہت خوبصورت ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے؟" میں نے لڑکی سے پوچھا۔

"میں نے شیطان کی بہت خدمت کی ہے اس لیے اس نے مجھے یہ طاقت عطا کی ہے کہ میں اپنی کئی شکلیں بدل سکتی ہوں۔" لڑکی نے بتایا۔

کچھ دیر بعد ہم دونوں ایک محل نما عمارت کے سامنے پہنچ گئے۔ پھر ہم اس عمارت میں داخل ہو گئے۔ یہاں بھی بہت سی بدشکل مخلوق موجود تھی۔ لڑکی مجھے لے کر ایک بڑے ہال میں آ گئی۔ یہاں ایک بہت شاندار تخت موجود تھا۔ جس پر کچھ اعلیٰ قسم کی کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ آس پاس بدشکل مخلوق موجود تھی۔ ہال روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ مجھے اندازہ نہیں ہوا کہ وہ روشنی کہاں سے آ رہی تھی؟ لڑکی تخت پر آنے کے بعد ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس نے مجھے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا تو میں بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

لڑکی مجھ سے بولی۔ "میں یہاں کی مالکہ اور نگران ہوں۔ یہ محل میرا ہے اور تمام روحیں میری غلام ہیں۔"

"اب میں کس حیثیت سے تمہارے ساتھ رہوں گا؟" میں نے پوچھا۔

"تم میری محبت ہو' میں نے جب تمہیں زمین پر دیکھا تھا تو میں تمہاری دیوانی ہو گئی تھی۔ مجھے یوں لگا جیسے مجھے تم جیسے ہی کسی ساتھی کی ضرورت تھی جسے میں شدت سے پیار کر سکوں۔ تمہیں یہاں مالک بن کر رہنا ہو گا۔ جو میری حیثیت ہے وہی تمہاری حیثیت ہو گی۔ سب تمہارا حکم مانیں گے۔" لڑکی نے بتایا۔

"لیکن کیا شیطان کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں اسے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ کیونکہ یہاں کا مکمل اختیار مجھے حاصل ہے اور میں اس کے خلاف کوئی کام تو نہیں کر رہی ہوں۔" لڑکی نے جواب دیا۔

میں نے آس پاس کے ماحول کا جائزہ لینے کے بعد اس سے کہا۔ "میں نے اب تک تمہارا نام تو پوچھا نہیں ہے۔"

"میرا نام شیتا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"میرا نام سلطان ہے۔" میں نے اسے بتایا۔

وہ ایک خوبصورت قہقہہ لگا کر بولی۔ "بس اب تم میرے دل اور اس محل کے بھی سلطان ہو۔"

اردو فینز کے لیئے pk7e@hotmail.com

پھر وہ کچھ توقف کے بعد بولی۔ "میں ابھی کچھ دیر میں واپس آ جاؤں گی تب تک تم ایک نظارے سے لطف اندوز ہو۔"

اس نے کچھ تالیاں بجائیں تو تقریباً دس بارہ خوبصورت لڑکیاں وہاں آ گئیں۔ وہ چلتی ہوئی وہاں نہیں آئی تھیں بلکہ ہوا میں اڑتی ہوئی آئی تھیں اور یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی۔ کیونکہ وہ روحیں تھیں انسان نہیں۔ ان سب نے کچھ گانا شروع کر دیا اور پھر وہ ہوا میں ہی رقص بھی کرنے لگیں۔ ان کا رقص اس قدر متاثر کن تھا کہ میں ان کے رقص میں محو ہو گیا۔

"تم یہ دیکھو۔ میں ابھی کچھ دیر بعد واپس آ جاؤں گی۔" شیتا نے کہا۔

تو میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور وہ مسکراتی ہوئی کرسی سے اٹھ گئی اور پھر ہوا میں اڑتی ہوئی ہال سے باہر چلی گئی۔ میں دوبارہ رقص دیکھنے لگا۔

کچھ دیر بعد شیتا اڑتی ہوئی واپس آ گئی اور کرسی پر بیٹھنے کے بعد بولی۔ "کیسا لگا تمہیں رقص؟"

"بہت خوب۔۔۔۔ بہت خوب۔" میں نے جواب دیا۔

شیتا نے دوبارہ تالیاں بجائیں تو وہ لڑکیاں رک گئیں۔ پھر وہ تعظیماً جھکیں اور اڑتی ہوئی ہال سے باہر چلی گئیں۔

"آؤ میرے ساتھ۔۔۔۔ میں تمہیں ایک اور کرشمہ دکھاتی ہوں۔" شیتا نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

میں بھی کھڑا ہو گیا۔ اس نے میرا ہاتھ تھاما اور اڑنے لگی۔ میں بھی ساتھ ساتھ اڑ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "جب تمہیں کہیں اِدھر اُدھر جانا ہو تم صرف ارادہ کر لینا تم اڑنے لگو گے۔"

"کیا میں اڑ کر واپس زمین پر بھی جا سکتا ہوں۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔ تم صرف ایک خاص حد تک جا سکتے ہو' اس سے آگے نہیں۔" شیتا نے بتایا۔

ہم دونوں ہال سے باہر آنے کے بعد سیدھے ہاتھ کی طرف جا رہے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ مجھے ایک اور ہال کے سامنے لے آئی۔ جونہی ہم اندر داخل ہوئے مجھ پر ایک ایسا سرور چھانے لگا جو میرے لیے بالکل اجنبی تھا اور آج تک دنیا میں میں نے کبھی اتنا سرور حاصل نہیں کیا تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں ہمیشہ اس سرور کی کیفیت میں رہوں۔ اس ہال میں بھی ایک تخت بچھا ہوا تھا اور اس پر اعلیٰ قسم کی کرسیاں موجود تھیں۔ ہم دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"کیسا محسوس ہو رہا ہے؟" شیتا نے مجھ سے پوچھا۔

"بہت اچھا۔" میں نے جواب دیا۔

پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا ہمیشہ میں یہاں نہیں رہ سکتا۔"

"نہیں زیادہ دیر اس کیفیت میں رہنا مناسب نہیں ہے۔" شیتا نے جواب دیا۔

"کیوں۔۔۔۔ کیا ہو جائے گا؟" میں نے اس سے پوچھا۔

دراصل میں اس ہال اور کیفیت سے باہر نہیں جانا چاہتا تھا اور اپنے اوپر طاری سرور سے ہمیشہ کے لیے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔

"اگر ہم ایک خاص وقت سے زیادہ یہاں رہیں گے تو ہمیں تکلیف ہونا شروع ہو جائے گی اور پھر تکلیف اس قدر بڑھ جائے گی کہ ہم اسے برداشت نہیں کر سکیں گے۔" شیتا نے بتایا۔

کچھ دیر بعد وہ بولی۔ "چلو۔۔۔۔ اب ہمیں واپس چلنا چاہیے۔ ورنہ تکلیف کا عمل شروع ہو جائے گا۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی' میں بھی کھڑا ہو گیا اور پھر ہم دونوں اڑتے ہوئے ہال سے باہر آئے۔ کچھ دیر بعد ہم دونوں واپس پہلے والے ہال میں آ کر کرسیوں میں بیٹھ گئے۔

"کیا تم شیطان کے لیے کچھ کام کرو گے؟" شیتا نے مجھ سے پوچھا۔

اس کی بات سن کر میں سوچ میں پڑ گیا۔

پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "مجھے کیا کام کرنا ہو گا؟"

"زمین پر اس کے لیے کچھ کام کرنے ہوں گے۔" شیتا نے بتایا۔

میں نے اس سے پوچھا۔ "مجھے کیا کام کرنے ہوں گے۔"

شیتا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔ "ہو سکتا ہے تمہیں وہاں شیطان کا پیغام پہنچانے کا کام دے دیا جائے۔ تم کو یہ طاقت دی جا سکتی ہے کہ تم لوگوں کے دل و دماغ میں پہنچ کر انہیں مختلف کاموں پر اکساؤ۔"

میں سوچنے لگا کہ شیتا کو کیا جواب دوں۔ میں اس کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو گیا تھا اور اس کی کوئی بات ٹال نہیں سکتا تھا۔

پھر میں نے اس سے کہا۔ "میں شیطان کے لیے کام کرنے پر راضی ہوں' صرف اور صرف تمہاری محبت کی خاطر۔"

شیتا مسکرا کر بولی۔ "مجھے معلوم تھا کہ تم میری محبت کو رد نہیں کرو گے۔ اس لیے کہ تم مجھ سے سچی محبت کرتے ہو۔"

"مجھے کب سے کام کرنا ہے؟" میں نے شیتا سے پوچھا۔

"پہلے میں تمہیں شیطان کے سامنے پیش کروں گی۔ اس کے بعد وہ تم پر اپنا دست شفقت رکھے گا۔ پھر وہ ہمیں بتائے گا کہ تمہیں زمین پر جا کر کیا کام کرنا ہے۔" شیتا نے بتایا۔ "تم کب مجھے شیطان کے سامنے پیش کرو گی۔" میں نے پوچھا۔

"بہت جلد زمین کے حساب سے کل چاند کی چودھویں تاریخ ہے اور یہ ہمارے لیے بہت اہم ہوتی ہے۔ اس رات بہت سے اہم فیصلے ہوتے ہیں۔ زمین پر موجود شیطان کے پجاری اور ہمدرد خاص محفلوں کا اہتمام کرتے ہیں اور بہت سے انسانوں کو شیطان کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ کل رات میں اور تم زمین پر جائیں گے۔ اس مرتبہ وہاں ہمارے دوستوں نے نہ صرف شیطان کے لیے کئی انسانوں کی قربانی کا بندوبست کیا ہے۔ بلکہ میرے لیے بھی دو انسان رکھے ہیں۔"

"انسانوں کی بھینٹ سے تم پر کیا فرق پڑے گا؟" میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"میری طاقت میں اضافہ ہو جائے گا اور میں مزید بہت کچھ کر سکوں گی۔" شیتا نے جواب دیا۔

اردو فینز کے لیئے pk7e@hotmail.com

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"تو پھر ٹھیک ہے' کل کی رات تک ہم خوب مزے کریں گے۔"

"اب میں تمہیں ایک پُرلطف تماشہ دکھاتی ہوں۔" شیتا نے کہا۔

پھر اڑتی ہوئی ہال سے باہر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں عجیب و غریب چیز تھی۔ میں سمجھ نہیں سکا کہ وہ کیا چیز ہے؟ وہ میرے ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔ تب میں نے غور سے اس چیز کو دیکھا جو اس کے ہاتھ میں تھی۔ وہ کوئی ساز لگ رہا تھا کیونکہ اس میں تار لگے ہوئے تھے۔ پھر شیتا نے ان تاروں پر ہاتھ مارا تو خوبصورت سُر ہر طرف بکھر گئے۔ اس نے ساز بجانا شروع کر دیا جیسے جیسے وہ دھن بجاتی جا رہی تھی۔ مجھ پر سرور کی کیفیت طاری ہوتی جا رہی تھی۔ عجیب لطف محسوس ہو رہا تھا اور ایک بار پھر میرے دل میں خواہش ہو رہی تھی کہ یہ ساز ہمیشہ بجتا رہے اور میں لطف اندوز ہوتا رہوں۔ پھر شیتا اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی میں بھی کھڑا ہو گیا۔ اس نے ہوا میں کچھ اوپر بلند ہونے کے بعد رقص کرنا شروع کر دیا۔ میں بھی اس کے قریب آ گیا اور رقص کرنے لگا۔ وہ ساز بجانے کی رفتار تیز کرتی جا رہی تھی اور مجھے محسوس ہونے والے سرور میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ہم دونوں کے رقص کی رفتار بھی تیز ہو گئی تھی۔ ہم لوگ تقریباً ایک گھنٹے تک رقص کرتے رہے۔ پھر شیتا نے ساز بجانا بند کر دیا اور نیچے جا کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ میں بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "تم نے ساز بجانا کیوں بند کر دیا؟"

"میرا خیال ہے کہ اتنا ہی کافی ہے۔" شیتا نے مسکرا کر جواب دیا۔

اس کا لہجہ محبت سے لبریز تھا۔

"کیا تم میری خاطر کچھ دیر اور ساز نہیں بجا سکتیں؟" میں نے بھی پیار بھرے لہجے میں اس سے پوچھا۔

"میں چاہتی ہوں کہ تمہیں سیر کراؤں۔ اسی دوران تم بہت سی اور باتوں سے لطف اندوز ہوتے رہو گے اور تمہیں معلومات بھی ہوتی رہیں گی۔" شیتا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

اس نے کچھ نہیں کہا اور اڑتی ہوئی ہال سے باہر چلی گئی۔

پھر کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھوں میں ساز نہیں تھا' وہ کرسی پر بیٹھی نہیں بلکہ ہوا میں ہی ٹھہر کر بولی۔ "آؤ میرے ساتھ۔"

میں اڑ کر اس کے قریب آ گیا۔ اسؔ نے میرا ہاتھ تھاما اور پھر ہم دونوں اڑتے ہوئے ہال سے باہر آ گئے۔ کچھ دیر بعد شیتا مجھے لے کر محل اور روشنی سے دور آ گئی۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔

شیتا ایک جگہ رک گئی اور مجھ سے بولی۔ "اب ہمیں ایک ستارے پر جانا ہے۔"

"کیا ستارہ زہرہ پر جانا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں..... وہاں صرف شیطان جا سکتا ہے۔ ہم جیسے معمولی حیثیت والے وہاں نہیں جا سکتے۔ البتہ میری شدید خواہش ہے کہ میں ستارہ زہرہ پر جاؤں لیکن اس کے لیے مجھے شیطان کی بہت خدمت

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

کرنا ہو گی۔" شیتا نے بتایا۔

کچھ توقف کے بعد [illegible] ی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "وہ تین ستاروں کے ذرا فاصلے پر جو چوتھا ستارہ ہے' ہمیں وہاں جانا ہے۔"

میں نے اس کے بتائے ہوئے ستارے کی طرف دیکھا اور بولا۔ "وہ تو بہت دور ہے۔ کیا ہمیں وہاں پہنچنے میں بہت وقت لگے گا؟"

شیتا مسکرا کر بولی۔ "زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ تم دیکھتے جاؤ۔"

اور پھر اس نے ستارے کی سمت پرواز شروع کر دی' دیکھتے ہی دیکھتے ہماری رفتار انتہائی تیز ہو گئی۔ اس قدر تیز کہ کچھ ہی دیر میں' میں اپنے آپ کو ستارے کے قریب محسوس کرنے لگا اور پھر ہم ستارے کے انتہائی قریب پہنچ گئے۔ ستارے کی زمین اور اس پر موجود روشنیاں اور کچھ عمارتیں نظر آنے لگیں۔ پھر شیتا ایک محل نما عمارت میں مجھے لے آئی۔ اندر انتہائی خوفناک منظر تھا ایک بہت بڑی بلا بیٹھی تھی جو اوپر سے مجھے کوئی چٹان لگ رہی تھی لیکن اس کے نزدیک پہنچ کر پتہ چلا کہ وہ بلا ہے۔ وہ دھیرے دھیرے خوفناک آوازیں نکال رہی تھی۔ اس کی رنگت بالکل سیاہ تھی۔ وہ انسان سے مشابہ تھی اس کی چار ٹانگیں اور تین ہاتھ تھے جبکہ اس کا چہرہ بن مانس سے ملتا جلتا تھا۔ لیکن اس کی زبان باہر کو لٹک رہی تھی۔ ہمیں دیکھ کر اس نے تیز خوفناک آوازیں نکالنا شروع کر دیں۔ میں کچھ گھبرا گیا۔

"گھبراؤ نہیں یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گی۔" شیتا نے مجھے تسلی دی۔

وہ اس کے سامنے تعظیماً جھکی اور بولی۔ "سلطان مجھے پسند آ گیا ہے اس لیے میں اسے زمین سے لے آئی ہوں۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔" شیتا کی بات سن کر وہ بلا ایک طرف ہو گئی۔

اس کے ہٹنے کی وجہ سے مجھے ایک دروازہ نظر آیا۔ شیتا مجھے لے کر اس میں داخل ہو گئی۔ اندر کچھ خوفناک قسم کی بلائیں رقص کر رہی تھی۔ یہ عام انسان کے برابر تھیں اور انسانوں کی طرح ان کی دو ٹانگیں اور دو ہاتھ تھے۔ البتہ ان کے چہرے بہت بھیانک تھے۔ سامنے ایک اونچے چبوترے پر ایک نہایت بارعب شخص بیٹھا تھا۔ وہ مکمل طور پر انسان تھا' اس نے بہت خوبصورت لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ شیتا مجھے لے کر اس کے قریب پہنچ گئی۔

پھر وہ اس کے سامنے تعظیماً جھکی اور بولی۔ "میں یہاں اپنے دوست کو تمہاری سلطنت دکھانے لائی ہوں۔"

اس شخص نے مجھ سے مصافحہ کیا اور ہمیں اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

ہم دونوں بیٹھ گئے تو وہ شیتا سے بولا۔ "یہ صرف تمہارا دوست ہے یا شیطان کا بھی دوست ہے؟"

"یہ شیطان کا دوست بننے کے لیے تیار ہے۔" شیتا نے اسے بتایا۔

پھر وہ شخص مجھ سے مخاطب ہوا۔ "مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ تم شیطان کے دوست بننے کے لیے تیار ہو۔ یہاں تم بہت مزے میں رہو گے۔ یہاں تمہیں فائدے ہی فائدے ملیں گے اور اگر تم نے بہتر کام کیا تو پھر تمہیں بھی کسی ستارے وغیرہ پر حکمرانی دے دی جائے گی۔ جس طرح مجھے دی گئی

ہے اور امید ہے کہ عنقریب شیتا کو بھی کسی ستارے پر حکمرانی دے دی جائے گی۔"

میں کچھ نہیں بولا اور سامنے رقص کرتی مخلوق کو دیکھنے لگا لیکن ساتھ ہی سوچنے لگا کہ کیا مجھے شیطان کے لیے کام کرنا چاہیے۔ پھر میرے دل میں شیتا کی محبت کا خیال آیا۔ میں اس سے شدید محبت کرنے لگا تھا اور اس کی خاطر سب کچھ کرنے کو تیار تھا۔

"اب میں تمہاری کچھ مہمان نوازی کرتا ہوں۔" اس شخص نے مسکرا کر مجھ سے کہا اور پھر ایک تالی بجائی۔ سامنے رقص کرنے والی بدروحیں ایک نغمہ گانے لگیں وہ جس زبان میں گا رہی تھی۔ وہ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی لیکن ان کے گانے کی وجہ سے مجھے سرور آنے لگا۔ یہ سرور بالکل ہی الگ تھا۔ بدروحیں گانا گاتی رہیں اور میں سرور میں ڈوبا رہا۔ بہت دیر کے بعد بدروحوں نے گانا بند کر دیا۔

پھر وہی شخص بولا۔ "کیوں بھئی مزہ آیا؟"

"بہت زیادہ۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ تو کچھ نہیں ہے تم ہمارے ساتھ رہو گے تو سرور کی ان کیفیات سے لطف اندوز ہو گے جن میں تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا چاہو گے۔" وہ شخص بولا۔

پھر وہ شیتا سے بولا۔ "اب تم سلطان کو اور جگہوں کی سیر بھی کرا سکتی ہو۔"

شیتا اٹھ کھڑی ہوئی، میں بھی کھڑا ہو گیا تو اس نے میرا ہاتھ تھاما اور ہم دونوں اڑتے ہوئے باہر آ گئے۔ باہر وہ بن مانس نما بلا موجود تھی۔ ہمیں دیکھ کر وہ ایک طرف ہٹ گئی۔ ہم دونوں اس کے قریب سے اڑتے ہوئے عمارت سے باہر آ گئے۔ شیتا اور میں محو پرواز تھے۔ ہماری رفتار بہت کم تھی۔

میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا یہاں پر مہمان نوازی کا یہی طریقہ ہے کہ مہمان کو سرور دیا جاتا ہے؟"

"ہاں یہاں پر کھانے پینے کا تو کوئی رواج نہیں ہے اور نہ ہی ضرورت ہے۔ اس لیے یہاں مہمانوں کی تواضع سرور سے کی جاتی ہے۔" شیتا نے جواب دیا۔

"تو تم لوگ مستقل طور پر سرور میں کیوں نہیں رہتے؟" میں نے پوچھا۔

شیتا ہلکے سے ہنسی اور بولی۔ "اگر ہم لوگ مستقل طور پر سرور میں رہیں گے تو کام کون کرے گا؟ یہاں ہمیں بہت سے کام کرنے پڑتے ہیں۔ یہ تمام کام شیطان کے حکم کے مطابق کیے جاتے ہیں۔ انہی کاموں کی وجہ سے شیطان ہم سے خوش ہوتا ہے اور ہم پر مہربانیاں کرتا ہے اور اپنے قریب آنے کا موقع دیتا ہے جو شیطان کے جتنا قریب ہوتا ہے اسے اتنے ہی فائدے ملتے ہیں۔"

"تو کیا جس شخص سے ہم ابھی مل کر آ رہے ہیں، وہ شیطان کے بہت قریب ہے؟ میرا مطلب ہے تمہارے مقابلے میں۔ کیونکہ اسے باقاعدہ ایک ستارے کی حکمرانی دی گئی ہے جبکہ تم فضا میں رہتی ہو۔" میں نے شیتا سے پوچھا۔

"ہاں وہ شخص مجھ سے زیادہ شیطان کے قریب ہے کیونکہ اس نے شیطان کے لیے بہت کام کیا ہے۔ اس کا نام رابرٹ ہے اور وہ اس وقت بھی شیطان کے لیے بہت کام کرتا رہا ہے۔ جب وہ زمین پر اپنے انسانی جسم کے ساتھ رہتا تھا اور ہاں ایک بات اور، تم نے کہا کہ میں فضا میں رہتی ہوں تو میں

تمہیں بتاؤں کہ میرا محل فضا میں قائم نہیں ہے بلکہ وہ کسی ستارے کے ٹوٹے ہوئے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر بنا ہوا ہے۔" شیتا نے بتایا۔

پھر اس نے ایک قریبی ستارے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اس ستارے پر ایک ایسی مخلوق آباد ہے جو اکثر اڑن طشتریوں میں زمین پر بھی جاتی رہتی ہے۔ زمین والے اب تک کسی بھی اڑن طشتری کو نہیں پکڑ سکے ہیں لیکن وہاں بے شمار لوگوں نے اڑن طشتریاں دیکھی ہیں جو پلک جھپکنے میں غائب ہو جاتی ہیں۔"

"کیا ہم وہاں نہیں جا سکتے۔" میں نے شیتا سے پوچھا۔

"نہیں...... وہ اپنے ستارے پر کسی کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔" شیتا نے جواب دیا۔

"ایک جگہ میں نے پڑھا تھا کہ ایک زمانے میں کسی ستارے کی مخلوق مصر کے لوگوں سے مل لے جاتی تھی۔ کیا یہ وہی مخلوق تو نہیں ہے؟" میں نے شیتا سے پوچھا۔

"اس بارے میں تو میں نے بھی سنا ہے کہ مصر کے لوگ کسی آسمانی ستارے سے آنے والی مخلوق کے ساتھ تجارت کیا کرتے تھے لیکن میں یہ نہیں جانتی کہ یہ وہی مخلوق ہے یا وہ کوئی اور مخلوق تھی۔ کیونکہ یہاں تو کئی ستاروں پر مختلف قسم کی مخلوق موجود ہے۔" شیتا نے بتایا۔

ہم دونوں پرواز کرتے ہوئے ایک اور عمارت میں آ گئے۔ یہاں صحن میں کچھ عجب قسم کی خوفناک بلائیں بیٹھیں تھیں۔ میں اور شیتا ایک طرف ہوا میں ٹھہر گئے۔

پھر شیتا بولی۔ "اب تم دیکھو گے طاقت کا مظاہرہ۔"

اس نے تالی بجائی تو سامنے موجود بلاؤں میں سے دو غراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں اور پھر یوں ایک دوسرے کے سامنے آ گئیں جیسے آپس میں لڑنا چاہتی ہوں اور چند لمحوں میں ہی وہ دونوں لڑ پڑیں۔ ان کے جسم آپس میں ٹکرانے سے بجلی پیدا ہو رہی تھی۔ وہ دونوں بڑھ بڑھ کر ایک دوسرے پر حملے کر رہی تھیں اور پھر ان دونوں نے آپس میں ٹکرانے کے بعد ایک دوسرے کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا۔

"کیا یہ یونہی لڑتی رہیں گی؟" میں نے شیتا سے پوچھا۔

"ان دونوں میں سے جو کوئی بھی ہارے گا اسے شیطان بہت بری سزا دے گا۔" شیتا نے بتایا۔

"لیکن یہ سب کیا ہے؟ میرا مطلبؐ ہے کہ ہارنے کے بعد سزا کیوں دی جاتی ہے؟" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"یہ روحیں پہلے زمین پر اپنے جسموں کے ساتھ رہتی تھیں یعنی انسان تھیں۔ پھر انہوں نے شیطان کے خلاف کام کرنا شروع کر دیا اور پھر ایک روز یہ شیطان کے قابو میں آ گئیں۔ اب تم دیکھ رہے ہو کہ ان سے کیا کام لیا جا رہا ہے۔ ان کا روز ہی مقابلہ کرایا جاتا ہے جو روح ہار جاتی ہے اسے سخت ترین سزا دی جاتی ہے۔ اسی لیے تم دیکھ رہے ہو کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو شکست دینے کے لیے کتنا زور لگا رہی ہیں۔ ان دونوں کی کوشش ہے کہ وہ دوسرے کو شکست دے دے اس لیے کہ ان پر شکست کے بعد ملنے والی سزا کا خوف سوار ہے۔" شیتا نے بتایا۔

کچھ دیر بعد ایک روح نے دوسری روح کو شکست دے دی۔ شکست کھانے والی روح تیزی

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

سے اوپر کی طرف چلی گئی جبکہ جیتنے والی روح اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔

"یہ اتنی خوفناک کیوں ہیں؟" میں نے شیتا سے پوچھا۔

"یہ تم نے اچھا سوال کیا ہے۔ جب انہیں قید کیا گیا تو یہ اپنی انسانی شکلوں میں تھیں۔ پھر شیطان نے ان پر شدید قسم کے ظلم کیے انہیں سخت ترین سزائیں دیں اور یہ آہستہ آہستہ خوفناک ہو گئیں۔" شیتا نے جواب دیا۔

"کیا اب یہاں اور بھی رکنا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں بس اب ہم واپس چلتے ہیں۔" شیتا نے کہا اور میرا ہاتھ تھام کر اڑنے لگی۔

کچھ دیر بعد ہم دونوں شیتا کے محل میں واپس آ گئے اور کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"اب تم یہیں رہو...... مجھے کچھ کام کرنے ہیں۔" شیتا نے کہا۔

"میں یہاں کیا کروں گا؟" میں نے پوچھا۔

"تم یہاں ایک سرور سے لطف اندوز ہو گے' ساتھ ہی تمہیں نیند بھی آ جائے گی۔" شیتا نے کہا۔

پھر اس نے کچھ پڑھا اور مجھ پر پھونک دیا۔ میرے آس پاس دھواں سا پھیلنے لگا اور پھر میری ہر طرف دھواں ہی دھواں ہو گیا۔ اب مجھے دھوئیں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا اور پھر مجھے سرور محسوس ہونے لگا۔ میرے دل میں ایک بار پھر خواہش پیدا ہوئی کہ یہ سرور مجھے ہمیشہ محسوس ہوتا رہے۔ ساتھ ہی مجھے نیند آنے لگی اور پھر میں ہر چیز سے بے خبر ہو گیا لیکن سرور کی کیفیت اب بھی مجھ پر طاری تھی اور میں اس سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ میں سرور کی کیفیت میں سویا رہا۔ پھر شیتا نے مجھے نیند اور سرور کی کیفیت سے نکالا۔

"مزہ آیا؟" شیتا نے پوچھا۔

"ہاں...... بہت!" میں نے جواب دیا۔

"اب تم یہ کہو گے کہ کیا تم ہمیشہ اس سرور میں نہیں رہ سکتے؟" شیتا نے مسکرا کر کہا۔

میں سمجھ گیا کہ وہ مجھ سے مذاق کر رہی ہے کیونکہ پہلے بھی میں کئی مرتبہ سرور میں ہمیشہ رہنے کی بات کر چکا تھا۔

میں نے مسکرا کر کہا۔ "نہیں اب میں ایسا نہیں کہوں گا لیکن میری شدید خواہش ہے کہ میں اس کیفیت میں ہمیشہ رہوں۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ جس پر شیتا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"میں کتنی دیر سویا رہا ہوں؟" میں نے شیتا سے پوچھا۔

"تم بہت دیر سوئے ہو' اب سے کچھ دیر بعد ہمیں زمین پر جانا ہے۔ چودھویں کی رات شروع ہونے والی ہے۔" شیتا نے بتایا۔

"اس کا مطلب ہے کہ اب تم مجھے شیطان کے سامنے پیش کرو گی اور اس کے بعد ہم زمین پر جائیں گے؟" میں نے شیتا سے پوچھا۔

"ہاں آج تو بہت کچھ ہونے والا ہے۔ بہت لوگوں کو شیطان کی بھینٹ چڑھایا جائے گا اور میرے

لیے بھی دوستوں نے قربانیوں کا بندوبست کیا ہوا ہے۔" شیتا نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

پھر کچھ توقف کے بعد وہ بولی۔ "اب تم میرے ساتھ چلو' تاکہ میں تمہیں شیطان کے سامنے پیش کروں۔ اس کے بعد ہم زمین پر چلیں گے۔"

شیتا نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے بھی اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اس نے میرا ہاتھ تھاما اور ہم دونوں اڑنے لگے۔

کچھ دیر کے بعد شیتا مجھے اپنے محل سے دور لے آئی اور بولی۔ "اب ہمیں ایک اور ستارے پر جانا ہے۔ شیطان ہمیں وہیں ملے گا۔"

پھر اس نے برق رفتاری سے پرواز شروع کر دی۔ ہم دونوں ایک اور ستارے کی زمین پر آ گئے۔ یہاں صرف ایک عمارت تھی جو بہت ہیبت ناک تھی۔ ہم دونوں عمارت کے اندر داخل ہو گئے۔ راہداری سے گزر کر ہم ایک ہال میں آ گئے۔ یہاں مجھے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ ہال میں ایک تخت بچھا ہوا تھا۔ جس پر ایک شاندار کرسی موجود تھی۔ شیتا اور میں تخت کے سامنے رک گئے۔

پھر شیتا نے زور سے کچھ کہا مجھے سمجھ نہیں آیا۔ میں حیران تھا کہ شیتا کس سے باتیں کر رہی ہے۔ اچانک ہال میں ایک طرف سے آگ داخل ہوئی۔ پھر اس آگ نے نہایت خوفناک شکل اختیار کر لی۔ اس خوفناک آگ نے کچھ خوفناک قہقہے لگائے۔

پھر شیتا نے مجھ سے کہا۔ "شیطان تم سے بہت خوش ہے۔ میں نے تمہارے متعلق اسے بتایا ہے کہ تم اس کے لیے کام کرنا چاہتے ہو۔"

پھر اس نے شیطان کی طرف دیکھ کر کچھ کہا اور سجدہ کرنے کے بعد مجھ سے بولی۔ "چلو اب ہمیں زمین پر جانا ہے۔"

شیتا نے میرا ہاتھ تھاما اور ہم دونوں پرواز کرتے ہوئے باہر آ گئے اور ہم نے برق رفتاری سے سفر شروع کر دیا۔

کچھ دیر بعد مجھے نیچے کچھ ستارے ٹمٹماتے ہوئے نظر آئے یہ یقیناً زمین پر موجود بلب اور سٹریٹ لائٹس تھیں۔ کیونکہ جاتے ہوئے میں انہیں دیکھ چکا تھا۔

"ہم زمین پر پہنچنے والے ہیں۔" شیتا نے کہا۔

"زمین پر ہم کس ملک میں اتریں گے۔" میں نے پوچھا۔

"ہم بنگلہ دیش اتریں گے۔ تمہیں یقیناً یہ علم ہو گا کہ یہاں کا جادو بہت مشہور ہے۔ یہاں شیطان کے بہت پجاری اور چاہنے والے ہیں۔ شیطان نے انہیں طاقت دے رکھی ہے۔" شیتا نے جواب دیا۔

ہم کچھ دیر بعد زمین کے بالکل قریب آ گئے اور پھر ایک مکان میں داخل ہو گئے۔ یہاں چار آدمی موجود تھے جو سب کے سب نہایت خوفناک شکل کے تھے۔ انہوں نے لمبے لمبے چغے پہن رکھے تھے اور ان کی داڑھیاں بڑھی ہوئی تھیں' آنکھیں سرخ تھیں اور سر کے بال بھی لمبے لمبے تھے۔ انہیں دیکھ کر مجھے شاکال یاد آ گیا۔ قریب ہی ایک چبوترا بنا ہوا تھا۔ اس چبوترے کے آس پاس خون پڑا ہوا تھا

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

لیکن خون تازہ نہیں تھا۔ قریب ہی کچھ تلواریں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ اسی چبوترے پر اور ان تلواروں کی مدد سے لوگوں کو قتل کر کے شیطان کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔

ان چاروں آدمیوں میں سے ایک نے شیتا سے کہا۔ "آپ کی تشریف آوری کا بہت شکریہ آپ نے یہاں آ کر ہمیں عزت بخشی ہے۔ ہم نے شیطان کے لیے چار اور آپ کے لیے دو قربانیوں کا بندوبست کیا ہوا ہے۔"

"مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی۔" شیتا نے خوفناک انداز میں کہا۔

پھر ایک آدمی نے باقی تین آدمیوں سے کہا۔ "تم لوگ جا کر انہیں لے آؤ۔"

میں سمجھ گیا کہ قربانی کے لیے کسی کو لایا جائے گا۔ تینوں آدمی ایک کمرے میں چلے گئے۔ کچھ دیر بعد ایک بوڑھے آدمی کو لے آئے جو بے ہوش تھا اور رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ انہوں نے اس بوڑھے کو چبوترے پر لٹا دیا۔

"اب تم دیکھنا کہ یہ لوگ کس طرح اسے قتل کریں گے۔" شیتا نے خوش ہوتے ہوئے مجھ سے کہا۔

ایک آدمی نے ہاتھ میں تلوار اٹھائی اور دوسرا شیتا سے بولا۔ "آپ اس بوڑھے کے سر پر ہاتھ رکھ دیں تاکہ آپ کی بھینٹ چڑھایا جا سکے۔"

شیتا آگے بڑھی اور اس نے بوڑھے کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ پھر وہ شخص کچھ پڑھنے لگا۔ جس نے ہاتھوں میں تلوار پکڑ رکھی تھی۔ کچھ دیر بعد اس نے تلوار بوڑھے کی گردن پر رکھ دی۔ پھر اس شخص نے بوڑھے کے چہرے پر ایک پھونک ماری تو بوڑھے نے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحے تو اس نے صورتِ حال کو سمجھنے میں لگائے۔

پھر چیخ کر بولا۔ "مجھے چھوڑ دو۔"

سب آدمیوں نے قہقہے لگانے شروع کر دیئے۔

پھر ان میں سے ایک بولا۔ "اتنی مشکلوں سے تو تم قابو میں آئے ہو اور تم کہہ رہے ہو کہ تمہیں چھوڑ دیں۔"

"دیکھو...... میرے گھر میں ایک بیٹی ہے جو بیمار ہے۔ میرے علاوہ اس کا اس دنیا میں کوئی اور نہیں ہے۔ میں ہی محنت مزدوری کر کے اس کا پیٹ پالتا ہوں۔ اگر تم لوگ مجھے مار دو گے تو اس کا کیا بنے گا؟" بوڑھے نے تقریباً روتے ہوئے کہا۔

"تم نے اب تک اسے گھر میں کیوں بٹھا رکھا ہے؟ اس کی شادی کیوں نہیں کر دی تم نے؟" ایک شخص نے پوچھا۔

"اسے اس کے شوہر نے طلاق دے دی تھی۔" بوڑھے نے بتایا۔

"کیوں طلاق دے دی تھی؟" ایک شخص نے خوفناک انداز میں ہنستے ہوئے بوڑھے سے پوچھا۔

"اس لیے کہ اس کا شوہر اسے شیطانی کام کرنے کے لیے کہتا تھا۔ جسے اس نے نہیں مانا اور پھر اس نے میری بیٹی کو طلاق دے دی۔" بوڑھے نے بتایا تو ایک شخص غصے سے دھاڑا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تمہارے بعد تمہاری بیٹی کو بھی قتل کرنا پڑے گا۔ اس نے شیطان آقا کے کام کرنے سے انکار کیا۔ یہ ہم کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے۔"

پھر اس نے تلوار والے شخص سے کہا۔ "زیادہ دیر مت کرو۔ اس بدبخت شخص کو جلد از جلد قتل کر دو۔ اس کی بیٹی نے شیطان آقا کے لیے کام کرنے سے انکار کیا ہے۔"

تلوار والے شخص نے تلوار فضا میں بلند کی اور بوڑھے کی گردن پر مارنی چاہی لیکن اس کا ہاتھ فضا میں ہی رک گیا۔ وہ بوڑھے کی گردن پر تلوار مارنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا لیکن اس کا ہاتھ نہیں بڑھ رہا تھا۔

اس نے چیخ کر کہا۔ "کون ہے جس نے میرا ہاتھ روک دیا ہے؟"

"یہ میرا علم ہے جس نے تمہارا ہاتھ روک دیا ہے۔" اچانک مکان میں ایک بوڑھا شخص داخل ہوا اس کی سفید داڑھی تھی اور اس کا چہرہ بہت خوبصورت تھا۔ اس کے پیچھے چھ اور آدمی بھی مکان میں داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے بوڑھے کو چبوترے پر سے اٹھایا اور باقی اندر کمرے میں چلے گئے۔

گھر میں داخل ہونے والے بوڑھے نے شیتا کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا تو وہ چیخنے چلانے لگی۔ پھر کچھ دیر بعد بوڑھے شخص نے ایک ڈبیہ اپنی جیب سے نکالی اور شیتا دھواں بن کر اس میں چلی گئی۔

پھر بوڑھے نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ "تم خوش قسمت ہو جو پوری طرح شیطان کے جال میں نہیں پھنسے ورنہ آہستہ آہستہ وہ تم سے بہت سے برے کام لیتا۔"

"آپ کون ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں جاشان کا ساتھی ہوں۔ شیتا جب تمہیں اپنے ساتھ لے گئی تو اس کی اطلاع جاشان کو دے دی گئی۔ جاشان نے دنیا میں پھیلے ہوئے اپنے تمام دوستوں سے مشورہ مانگا کہ تمہیں کس طرح آزاد کرایا جائے۔ تب یہ فیصلہ ہوا کہ چودھویں کی رات کا انتظار کیا جائے۔ اس رات زمین پر بسنے والے پُراسرار علوم کے ماہروں کو آسمان پر جانے میں آسانی ہوتی ہے اور وہاں پر مقابلہ کرنا قدرے آسان ہوتا ہے۔ ہمارے کچھ ساتھی اوپر گئے ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ چودھویں کی رات کو زمین پر کئی جگہ شیطان کو انسانوں کی قربانی دی جاتی ہے۔ اس لیے دنیا بھر میں موجود ہمارے تمام ساتھیوں نے یہ بھی فیصلہ کیا تھا کہ جب کوئی شیطان کا کارندہ زمین پر اترے گا تو اسے قید کر لیا جائے گا۔ یہ بہت نازک مرحلہ تھا کیونکہ شیطان کے کارندے کو قید کرنے میں یہ خطرہ ہوتا ہے کبھی کبھی ان کی طاقت زیادہ ہوتی ہے اور وہ ہمارے لیے نقصان کا باعث بن جاتے ہیں اور ہمارے کئی ساتھیوں کی جانیں ضائع ہونے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ اب جب میں نے تم دونوں کو زمین پر آتے ہوئے دیکھا تو میں نے شیتا کو قید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ صرف اس لیے کہ تم اس کے ساتھ تھے۔ شیطان کے مزید کئی ساتھیوں سے فضا میں ہمارے ساتھیوں کی جنگ جاری ہے۔ اب دیکھو کہ کس کا نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ ہماری طرف سے بھی بدروحیں اور بلائیں جنگ لڑ رہی ہیں۔" بوڑھے آدمی نے مجھے بتایا۔

اتنی دیر میں اس کا ساتھی بوڑھے کو کھول چکا تھا۔

نووارد بوڑھے نے اپنے ساتھی سے کہا۔ "اسے جانے دو۔"

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

بوڑھا وہاں سے حیران و پریشان چلا گیا تو نئے آنے والے بوڑھے نے کمرے کی طرف دیکھ کر زور سے کہا۔ "کیا تم لوگ انہیں قتل کر رہے ہو؟"

کمرے میں سے آواز آئی۔ "ہم انہیں اچھی طرح باندھ رہے ہیں۔"

پھر کچھ دیر بعد بوڑھے کے ساتھی باہر آ گئے۔ ان کے ساتھ پانچ اور آدمی بھی تھے۔ وہ سب کے سب نشے میں لگ رہے تھے۔

بوڑھے کے ساتھیوں میں سے ایک نے بوڑھے کو بتایا۔ "ہم انہیں بڑی مشکل سے ہوش میں لائے ہیں۔ یہ ابھی پوری طرح ہوش میں نہیں آئے ہیں۔"

"ان کے منہ پر اور پانی ڈالو۔" بوڑھے نے ایک آدمی سے کہا۔

وہ اندر کمرے میں چلا گیا اور پھر کچھ دیر بعد واپس آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک گلاس تھا۔ جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ اس نے پانی بے ہوش آدمیوں کے منہ پر پھینکنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر بعد سارے آدمی ہوش میں آ گئے۔

بوڑھے نے ان سے کہا۔ "جاؤ تم لوگ خوش قسمت ہو جو بچ گئے ورنہ آج تمہیں قتل کر دیا جاتا۔"

بوڑھے کی یہ بات سن کر وہ پانچوں آدمی خوفزدہ ہو گئے۔

ان میں سے ایک بولا۔ "لیکن یہ لوگ تو مجھے اس لیے لائے تھے تاکہ میری کچھ مالی مدد کر سکیں۔"

بوڑھا مسکرا کر بولا۔ "بس وہ تمہارا کام تمام کرنے ہی والے تھے کہ ہم لوگ آ گئے۔"

ایک اور شخص بولا۔ "مجھے بھی یہ لوگ یہی کہہ کر یہاں لائے تھے کہ یہ میری مدد کریں گے۔"

بوڑھا بولا۔ "اب جاؤ اور آئندہ کسی کے بہکاوے میں نہ آنا۔"

بوڑھے کی بات سن کر وہ آدمی چلے گئے۔

پھر وہ بوڑھا شخص مجھ سے بولا۔ "جاشان نے مجھے تمہاری نشانیاں بتا دی تھیں اس لیے میں تمہیں پہچان گیا۔ خیر اب تم ہمارے ایک ساتھی کے ساتھ کراچی چلے جاؤ۔ وہاں ہوشا نے تمہارا جسم محفوظ کر رکھا ہے۔"

بوڑھے نے کچھ پڑھا تو ایک شخص اڑتا ہوا وہاں آ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ بھی روح ہے۔

بوڑھے نے اس سے کہا۔ "سلطان کو کراچی پہنچا دو۔"

"جی بہت بہتر۔" آنے والے شخص نے کہا اور میری طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے میرا ہاتھ تھام لیا اور پھر ہم دونوں نے اڑنا شروع کر دیا۔ ہماری رفتار بہت تیز تھی۔ ہم دروازوں اور دیواروں سے گزرتے ہوئے تیمور صاحب کے کمرے میں پہنچ گئے۔ وہاں برلویش اور دیگر لوگوں کے علاوہ ہوشا بھی موجود تھا۔

اس نے میری اور میرے ساتھی کی طرف دیکھ کر حیرت سے کہا۔ "کیا اتنی جلدی سلطان کو آزاد

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"میں شیتا کے ساتھ زمین پر آیا تھا وہاں شیتا کو آپ کے ساتھی نے قید کر لیا اور مجھے اس کے ساتھ بھیج دیا۔" میں نے ہوشا کو جواب دیا۔

برلویش میری طرف دیکھ رہا تھا اور صاف محسوس ہو رہا تھا کہ وہ مجھے دیکھ رہا تھا جبکہ تیمور صاحب فضا میں اِدھر اُدھر دیکھ کر اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ میں کہاں ہوں۔ شاید انہیں میری آواز سنائی دے رہی تھی۔

ہوشا نے ان کی طرف دیکھ کر مجھ سے کہا۔ "تمہارا جسم ہسپتال میں محفوظ ہے لیکن تم ہسپتال میں ہی اپنے جسم میں داخل مت ہو جانا۔ ورنہ خواہ مخواہ لوگ ہمارے پیچھے پڑ سکتے ہیں۔"

پھر وہ تیمور سے بولا۔ "اب ہمیں سلطان کے جسم کے پاس جانا چاہئے۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ اس سے بڑھ کر خوشی کیا ہو سکتی ہے۔" تیمور صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔

برلویش اور ہوشا بھی اٹھ کھڑے ہوئے پھر وہ سب کار میں سوار ہو گئے۔

"کہاں جانا ہے؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔

"تمہارا جسم قریبی ہسپتال میں محفوظ کروا دیا گیا ہے تاکہ وہ گل سڑ نہ جائے۔" ہوشا نے جواب دیا۔

تیمور صاحب نے گاڑی اسٹارٹ کی تو گیٹ پر موجود چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔ گاڑی روانہ ہوئی تو میں اور میرا وہ ساتھی جو بنگلہ دیش سے میرے ساتھ آیا۔ گاڑی کے ساتھ ساتھ اڑنے لگے۔ کچھ دیر بعد گاڑی ہسپتال کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ تیمور صاحب نے گاڑی ایک طرف پارک کی اور سب لوگ گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ پھر وہ کاؤنٹر پر بیٹھے ایک شخص کے پاس پہنچ گئے۔

تیمور صاحب اس سے بولے۔ "ہم لوگ ڈیڈ باڈی لینے آئے ہیں۔ جن مہمانوں کا انتظار تھا وہ آ گئے ہیں۔ اب ہم انہیں لاش کا منہ دکھا کر لاش کو دفن کرنا چاہتے ہیں۔"

"جی بہت بہتر۔" کاؤنٹر پر بیٹھے شخص نے کہا۔

پھر اس نے قریب ہی کھڑے ایک شخص قاسم کو آواز دی۔

"جی جناب فرمایئے؟" قاسم نے اس شخص کے قریب آ کر کہا۔

"ان لوگوں کی ڈیڈ باڈی انہیں دے دو۔" کاؤنٹر پر بیٹھے شخص نے چابیوں کا گچھا قاسم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

قاسم نے چابیاں لیں اور ایک طرف چل دیا۔ باقی سب لوگ بھی اس کے پیچھے چل دیئے۔ کچھ دیر بعد وہ سب مردہ خانے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ قاسم نے دروازے پر لگے تالے میں چابی گھمائی۔ اس سے پہلے کہ دروازہ کھلتا' میں دیوار میں سے مردہ خانے میں داخل ہو گیا۔ وہاں بہت سی لاشیں موجود تھیں اور ان پر چادریں موجود تھی۔ ابھی میں ان چادروں میں لپٹے مردوں کی طرف دیکھ رہا تھا کہ مردہ خانے کا دروازہ کھل گیا اور سب لوگ اندر آ گئے۔ پھر وہ سب ایک لاش کے قریب رک گئے۔ قاسم نے لاش کے چہرے پر سے چادر ہٹائی تو مجھے اپنے جسم کا چہرہ نظر آیا۔ میرا دل چاہا کہ میں اپنے جسم میں داخل

ہو جاؤں لیکن ہوشا مجھے ہدایت کر چکا تھا کہ میں ہسپتال میں اپنے جسم میں نہ جاؤں۔ اس لیے میں صرف اپنے جسم کو دیکھتا رہا۔ قاسم نے قریب پڑے ایک اسٹریچر پر میرے جسم کو تیمور صاحب کی مدد سے ڈالا اور ان دونوں نے اسٹریچر اٹھا لیا۔

☆..........☆..........☆

کچھ دیر بعد میرا جسم ہسپتال کی ایمبولینس میں رکھا ہوا تھا اور برلویش قریب بیٹھا تھا جبکہ گاڑی میں تیمور صاحب اور ہوشا موجود تھے۔ میں اپنے جسم کے قریب بیٹھا ہوا تھا اور بنگلہ دیش سے آنے والا میرا ساتھی بھی قریب ہی موجود تھا ایمبولینس اور گاڑی گھر پہنچ گئی تو اسٹریچر کو تیمور صاحب کے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔

پھر ہوشا نے مجھ سے کہا۔ "اب تم اپنے جسم میں جا سکتے ہو۔"

میں نے اپنے جسم میں داخل ہونے میں کوئی تاخیر نہیں کی اور پھر میں اپنے جسم کے ساتھ اٹھ بیٹھا۔

"تمہیں ایک بار پھر سے جسم میں دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے"۔ تیمور صاحب نے خوش ہو کہا۔

"اور مجھے بھی بے حد خوشی ہو رہی ہے لیکن فی الحال میں اپنے کمرے میں جانا چاہوں گا۔" میں نے کہا۔

"وہ کیوں؟" تیمور صاحب نے حیرت سے کہا۔

"کیونکہ میں ہسپتال کی چادر میں زیادہ دیر رہنا پسند نہیں کروں گا۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

سب لوگ ہنس پڑے۔ پھر میں چادر کو اچھی طرح اپنے جسم کے گرد لپیٹ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔ یہاں آ کر میں نے غسل کیا اور کپڑے بدل کر تیمور صاحب کے کمرے میں آ گیا۔

"سب سے پہلے تو میں گرم گرم چائے پینا پسند کروں گا۔" میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اور جب تک چائے آتی ہے میں وہ سب کچھ سننا پسند کروں گا جو تم اپنی روحانی زندگی میں دیکھ چکے ہو۔" تیمور صاحب نے مسکرا کر کہا۔

تیمور صاحب نے ایک ملازم کو چائے لانے کو کہہ کر میرے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ "ہاں بھئی...... ذرا تفصیل سے بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا واقعات پیش آئے؟"

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"جس رات برلویض' آپ اور میں موسیقی کی محفل سجائے بیٹھے تھے۔ ہم لوگوں پر برلویض کی بجائی ہوئی دھنوں کا بہت گہرا اثر ہوا تھا اور ہم لوگ سحر میں آ گئے تھے۔ آپ نے شیتا کے کہنے پر میرے گرد کھینچا ہوا حصار ختم کر دیا تھا۔ شیتا کا کہنا تھا کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ میں بھی نہ جانے کیوں اس سے شدید محبت کرنے لگا تھا۔ اتنی زیادہ محبت کہ اس کی خاطر میں سب کچھ کرنے کو تیار تھا حتیٰ کہ میں نے آسانی پر اس کے ساتھ شیطان کے لیے کام کرنے کی بھی ہامی بھر لی تھی اور اب میں سوچتا ہوں کہ آخر مجھے کیا ہو گیا تھا۔"

"تم دراصل اس کے سحر میں گرفتار تھے اور یہ سحر بنگلہ دیش میں ہمارے ساتھی نے ختم کیا۔" برلویض نے کہا۔

"اچھا تم یہ بتاؤ کہ آخر یہ کیا ہوا؟" تیمور صاحب نے تجسس سے پوچھا۔

میں نے انہیں تفصیل بتا دی۔

وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے جبکہ برلویض بولا۔ "شیتا تمہیں کئی ایسے مقامات پر بھی لے گئی جہاں مجھے جانے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ واقعی تمہاری محبت میں گرفتار ہو گئی تھی۔ اب چونکہ تم وہاں پر بہت کچھ دیکھ چکے ہو اور بہت سی باتیں جان چکے ہو تو یہ تمام معلومات ہمارے لیے مستقبل میں یقیناً بہت فائدہ مند ثابت ہوں گی۔"

"ہاں واقعی...... یہ تم نے صحیح کہا برلویض۔" تیمور صاحب نے برلویض کی تائید کی۔

"اچھا وہ بنگلہ دیش سے آنے والا میرا ساتھی کہاں ہے؟" میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔ کیونکہ نہ تو اب اس کا کوئی تذکرہ ہو رہا تھا اور نہ ہی وہ ہماری بات چیت میں شامل تھا۔

"جب تم اپنے کمرے میں گئے تو میں نے اسے واپس بنگلہ دیش بھیج دیا تھا۔" ہوشا نے بتایا۔

"اب آئندہ کے لیے تمہارے پاس کیا لائحہ عمل ہے؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔

"اب ہمارے سامنے ایک بہت بڑا دشمن آ گیا ہے۔ ایک ایسا دشمن جو نہ صرف بہت طاقتور ہے بلکہ اس کے پاس دماغی صلاحیتیں بھی بہت ہیں۔ اب تک وہ اپنے کئی دشمنوں کو موت کے منہ میں پہنچا چکا ہے۔"

"اس کی دماغی صلاحیتوں کے سلسلے میں تو تیمور صاحب ہماری بہت مدد کر سکیں گے۔ کیونکہ یہ ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے ماہر ہیں۔" میں نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔

میری بات سن کر تیمور صاحب ہنس دیئے اور بولے۔ "شاید اس سلسلے میں میں تم لوگوں کی کوئی مدد نہ کر سکوں۔ کیونکہ جس شخص کا تذکرہ ہوشا نے کیا ہے وہ پُراسرار علوم کا بہت بڑا ماہر ہے لہٰذا اس کی دماغی صلاحیتیں بھی بہت زیادہ ہیں۔ ہوشا نے مجھے اس کے متعلق بتایا ہے۔ میرا خیال ہے کہ سسام کو تو میں نے تھوڑی دیر کے لیے اپنے قابو میں کر لیا تھا لیکن اس شخص کو جس کا نام سانتو ہے' میں تھوڑی دیر کے لیے بھی قابو نہیں کر سکوں گا۔ میں ایک بار پھر یہی کہوں گا کہ ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی کی بجائے پُراسرار علوم سیکھ لیے ہوتے تو آج میں بہت کچھ کر سکتا۔" تیمور صاحب نے افسوس کا اظہار کرتے

پھر کچھ توقف کے بعد وہ بولے۔ "ویسے تم لوگوں کو جہاں بھی میری ضرورت پڑے گی' میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ کیونکہ شیطان کے خلاف کام کرنے کا حکم میرے استاد جاشان صاحب کی طرف سے مجھے ملا ہے اور ان کا حکم میں ٹال نہیں سکتا۔ بلکہ ان کے کام کے لیے تو میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں کل میری اپنے بیٹے فارس سے بھی بات ہوئی تھی۔ میں نے اسے بھی مشورہ دیا ہے کہ وہ اب پُراسرار علوم سیکھنے کی طرف توجہ دے اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ جلد ہی میری بات پر عمل کرے گا۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ تیمور صاحب پہلے میں ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم سیکھنے کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن اب مجھے بھی احساس ہو گیا ہے کہ پُراسرار علوم کے مقابلے میں ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کو کوئی حیثیت نہیں۔"

تیمور صاحب ہنس کر بولے۔ "چلو اچھا ہوا کہ تم بھی پُراسرار علوم کی اہمیت کو سمجھ گئے ورنہ پہلے تو تم مجھ سے کہہ رہے تھے کہ تم ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم سیکھنا چاہتے ہو۔ ویسے ایک بات تمہیں بتاؤں کہ میں نے ہوشا سے بات کر لی ہے۔ اب میں ان کے پاس جایا کروں گا اور ان سے باقاعدہ پُراسرار علوم سیکھوں گا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اب مجھے پُراسرار علوم کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہو گیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مستقبل میں شیطان سے خطرناک مقابلے ہونے کا امکان ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ میں کچھ پُراسرار علوم سیکھ لوں۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر میں آپ کے ساتھ ہوشا کے پاس جایا کروں گا۔ جب تک میں پاکستان میں ہوں' ہوشا سے پُراسرار علم سیکھتا رہوں گا اور جب واپس جاؤں گا تو شاکو یا کسی اور سے سیکھنا شروع کر دوں گا۔" میں نے تیمور صاحب سے کہا۔

"یہ تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔" تیمور صاحب نے خوش ہو کر کہا۔

"سانتو کے ساتھ کہاں مقابلہ ہونا ہے؟"

"اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں سمندری سفر کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد جنگل میں جانا ہو گا وہیں اس کا ٹھکانا ہے۔" ہوشا نے بتایا۔

"کب جانا ہو گا ہمیں۔"

"پہلے تو میں سوچ رہا تھا کہ پہلے تمہیں شیطان کی قید سے آزاد کروایا جائے۔ پھر اس کے بعد سانتو کے خلاف کارروائی کی جائے گی لیکن اب چونکہ تم خود ہی آ گئے ہو اس لیے اب ہم جلد از جلد کارروائی کریں گے۔" پھر کچھ توقف کے بعد وہ بولا۔ "میرا خیال ہے کہ کل ہی تیاری کریں گے اور پرسوں روانہ ہو جائیں۔"

"مجھے بھوک محسوس ہو رہی ہے' میں کچھ کھانا چاہتا ہوں۔" میں نے تیمور صاحب کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں......" انہوں نے ملازم کو آواز دی۔ ملازم دروازے کے باہر ہی کھڑا تھا۔ اس لیے ان کی آواز پر فوراً اندر آ گیا۔ تیمور صاحب اس سے بولے۔ "ٹیبل پر کھانا لگا دو۔"

"جی بہت بہتر۔" ملازم نے کہا اور چلا گیا۔

اس نے کھانا لگا دیا میں ٹیبل پر آ گیا۔ کھانے کے دوران میں سوچتا رہا کہ جو کچھ میرے ساتھ

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

گزر چکا تھا' وہ ناقابل یقین تھا۔ اگر کسی عام شخص کو میں اپنی روداد سناتا تو وہ یقیناً میرا مذاق اڑاتا کہ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے لیکن جو حالات میرے ساتھ گزرے تھے' وہ حقیقت تھی۔

کھانے کے بعد میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ ایک سگریٹ پینے کے بعد میں اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ کچھ ہی دیر بعد میں نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

صبح ملازم نے مجھے جگایا۔ ناشتے کی میز پر تیمور صاحب' برلویش اور ہوشا میرے منتظر تھے۔ ناشتے کے بعد میں اور برلویش گاڑی میں تفریح کے لیے نکل پڑے۔ تیمور صاحب اپنے کچھ کاموں میں مصروف تھے اس لیے وہ ہمارے ساتھ نہیں آئے۔

"اس رات جب شیتا مجھے اپنے ساتھ لے گئی تو تم لوگوں نے کیا کیا؟" میں نے برلویش سے پوچھا۔

وہ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور سامنے سڑک پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

"میں موسیقی کے سحر میں اس قدر جکڑا گیا تھا کہ مجھے ہوش ہی نہیں رہا میرے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔ میں آنکھیں بند کیے پیانو بجا رہا تھا۔ بہت دیر بعد جب میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہاں بدروحیں وغیرہ چیخ چلا رہی تھی جبکہ ہر طرف اندھیرا تھا۔ میں نے تیمور صاحب سے کمرے میں روشنی کرنے کے لیے کہا۔ انہوں نے ٹیوب لائٹ جلا دی روشنی ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ تمام بلائیں اور بدروحیں وغیرہ جا چکی تھیں اور تمہارا جسم زمین پر پڑا تھا۔ میں نے تیمور صاحب سے تمہارے متعلق پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے تو انہوں نے بتایا کہ وہ موسیقی میں محو ہو گئے تھے اور ان کے جسم میں عجیب و غریب جذبات جنم لے رہے تھے۔ اس لیے جب تم نے ان سے کہا کہ تمہارا حصار ختم کر دیا جائے تو انہوں نے حصار بخوشی ختم کر دیا۔ حصار ختم ہوتے ہی شیتا نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور تمہاری روح کو اپنے ساتھ لے گئی۔ پھر ہم نے تمہارے جسم کو ہسپتال میں رکھوا دیا تاکہ تمہاری روح کی واپسی تک وہ محفوظ رہ سکے۔" برلویش نے تفصیل بتائی۔

میں نے برلویش سے پوچھا۔ "تمہیں کلفٹن کا راستہ کیسے پتہ چلا؟"

"میں نے تیمور صاحب سے پوچھا تھا۔" برلویش نے جواب دیا۔

کچھ دیر بعد ہم لوگ کلفٹن پہنچ گئے۔ گاڑی پارک کر کے ہم ساحل پر آ گئے سامنے ٹھاٹھیں مارتا سمندر بہت ہی بھلا لگ رہا تھا۔ ساحل پر بہت سے بچے' عورتیں' مرد اور بوڑھے مختلف چیزوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ برلویش اور میں نے جوتے اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیے۔ پھر اپنی پتلونوں کے پائنچے اوپر کرنے کے بعد گیلی ریت پر چلنے لگے۔ ہم لوگ ایسی جگہ چل رہے تھے جہاں پانی کی موجیں بار بار آ کر ہمارے پیروں کو چھوتی ہوئی گزر رہی تھیں۔

"ایک بات پوچھوں تم سے۔" میں نے برلویش سے پوچھا۔

"ہاں ہاں پوچھو۔" برلویش نے بھنویں سکیڑ کر کہا۔

"ایک روح کی حیثیت سے تم کیا کچھ کر سکتے ہو؟"

"سب سے پہلی بات تو [illegible] ضرورت لوگوں کی نظروں سے غائب ہو سکتا ہوں۔

یعنی اپنے جسم کو چھوڑ کر غائب ہونے کی صلاحیت کی وجہ سے میں بہت فائدے حاصل کر سکتا ہوں۔ اسی طرح روحانی طور پر میں فوری طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا ہوں۔ اگر کسی وقت ضرورت پڑے تو میں اپنے موجودہ جسم کو چھوڑ کر کسی اور جسم کو استعمال کر سکتا ہوں۔" برلویش نے بتایا۔

کچھ دیر بعد ہم لوگ ریسٹورنٹ کے قریب پہنچ گئے۔ یہ ریسٹورنٹ بہت اچھی جگہ پر بنا ہوا تھا اور یہاں سے سمندر کا نظارہ بھی کیا جا سکتا تھا۔

"کیا تم مزید چلنا پسند کرو گے؟" میں نے برلویش سے پوچھا۔

"کیوں..... کیا تم تھک گئے ہو؟" برلویش نے مسکرا کر پوچھا۔

"تھکا تو نہیں ہوں۔ دراصل میں چائے پینا چاہتا ہوں۔" میں نے برلویش کو بتایا۔

"اچھا..... یہ بات ہے۔ آؤ ریسٹورنٹ میں چلتے ہیں۔" برلویش نے کہا اور ہم دونوں ریسٹورنٹ کی طرف چل دیئے۔

ریسٹورنٹ میں داخل ہونے سے پہلے ہم دونوں نے اپنے پاؤں دھوئے اس کے بعد جوتے پہن کر ہم ریسٹورنٹ میں داخل ہو گئے اور ایک ٹیبل پر آ گئے۔

میں نے قریب سے گزرتے ہوئے بیرے کو روکا اور اسے چائے لانے کو کہا۔ کچھ دیر بعد بیرا چائے لے آیا۔ میں چائے پینے میں مصروف ہو گیا جبکہ برلویش سمندر کا نظارہ کرنے لگا۔

کچھ دیر بیٹھنے کے بعد برلویش نے کہا۔ "اب ہمیں واپس چلنا چاہیے۔ کل ہمیں شیطان کے خلاف کارروائی کے لیے روانہ ہونا ہے نہ جانے سفر کے دوران کیسے حالات پیش آئیں۔ لہٰذا آج ہمیں آرام کرنا چاہیے تاکہ کل تھکن محسوس نہ ہو۔"

میں نے بیرے کو رقم ادا کی اور ہم دونوں ریسٹورنٹ سے باہر آ گئے کچھ دیر بعد ہم لوگ گاڑی میں گھر کے لیے روانہ ہو گئے۔ ہم لوگ گھر پہنچے تو پتہ چلا کہ تیمور صاحب گھر پر موجود نہیں ہیں۔ البتہ ہوشا اپنے کمرے میں موجود تھا۔ برلویش اپنے کمرے میں چلا گیا جبکہ میں ہوشا کے پاس آ گیا۔ وہ ایک انسانی کھوپڑی لیے بیٹھا تھا۔

"آؤ آؤ تو تم لوگ خوب سیر و تفریح کر کے آ رہے ہو۔" ہوشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔

وہ کھوپڑی کی آنکھوں کے سوراخوں میں انگلیاں ڈال رہا تھا۔

"کل ہمیں سانتو سے مقابلے کے لیے روانہ ہونا ہے اس لیے آج سے تیاریاں کر رہا ہوں۔"

"کیا ہم سانتو کو مکمل شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"اس وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ سانتو ایک طاقتور اور عیار شخص ہے وہ صرف طاقت پر یقین نہیں رکھتا بلکہ عیاری' مکاری اور چالاکی کا بھی بھرپور استعمال کرتا ہے۔"

سانتو سے مقابلہ تو بعد کی بات ہے ہمیں اس سے پہلے ہی بے حد مشکلات پیش آ سکتی ہیں۔" میں نے قدرے پریشانی سے پوچھا۔ "کیسی مشکلات پیش آ سکتی ہیں؟"

"پہلے تو ہمیں سمندری سفر کرنا ہو گا جو کہ قانونی نہیں ہو گا اور ہمیں سرکاری اہلکاروں اور

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

دوسرے لوگوں کی نظروں سے بچ کر اس جنگل میں پہنچنا ہو گا جہاں سانتو رہتا ہے۔ پھر اس جنگل میں بھی بہت مسائل پیش آ سکتے ہیں۔" ہوشا نے تفصیلاً بتاتے ہوئے کہا۔

"تو کیا ضروری ہے کہ ہم پہلے سانتو سے لڑائی کریں؟ ہم کسی اور سے بھی تو لڑ کر اسے شکست دے سکتے ہیں۔ کسی ایسے شخص کو جس سے مقابلے میں ہمیں زیادہ دشواری پیش نہ آئیں۔" میں نے خیال ظاہر کیا۔

ہوشا میری بات سن کر مسکرایا اور بولا "سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم یہ نہیں سوچتے کہ آسان کام پہلے کر لیا جائے اور مشکل کام بعد میں کیے جائیں اور دوسری بات یہ ہے کہ سانتو سے لڑائی کر کے اسے شکست دینا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ سانتو ایک بہت بڑی طاقت ہے' اس کے ختم ہونے سے دنیا بھر میں پھیلے شیطان کے کارندوں پر نفسیاتی اثر ہو گا کہ جب سانتو مارا جا سکتا ہے تو ہم بھی مارے جائیں گے۔ اس کے علاوہ سانتو کے پاس ایک ایسی کتاب ہے جو اگر میرے ہاتھ آ جائے تو شیطان کے خلاف کارروائیاں کرنے میں ہمیں بہت مدد مل سکتی ہیں۔"

"کیا ضروری ہے کہ ہم سانتو کو شکست دے دیں؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں..... ضروری نہیں ہے کہ ہم سانتو کو شکست دے دیں۔ ہو سکتا ہے ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑے۔" ہوشا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

پھر وہ میری طرف دیکھ کر بولا۔ "کیا تم گھبرا رہے ہو؟ اگر ایسی کوئی بات ہے تو ہم تمہیں اس کارروائی میں شامل نہیں کریں گے۔"

"میں بزدل آدمی نہیں ہوں۔ لہٰذا کسی بھی قسم کے حالات سے نہیں گھبراتا۔ میں نہ صرف تمہارے ساتھ جاؤں گا بلکہ آئندہ ہر کارروائی میں شریک رہوں گا اور میرا تو خیال ہے کہ دنیا کا ہر انسان ہمارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم ایک اچھے مشن پر کام کر رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"مجھے تمہاری بات سن کر بہت خوشی ہوئی۔ تم واقعی ایک باہمت شخص ہو۔" ہوشا نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

پھر اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کھوپڑی کو فضا میں بلند کر دیا اور آنکھیں بند کر کے کچھ بڑبڑانے لگا۔

کچھ دیر بعد وہ آنکھیں کھول کر بولا۔ "کل رات دنیا کے مختلف علاقوں میں شیطان کے لیے بیس آدمیوں اور چھ عورتوں کی قربانی دی گئی ہے۔"

"کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ ہم ایسے انسانوں کو بچا لیا کریں جنہیں شیطان کی بھینٹ چڑھایا جانا ہو؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔

"دنیا میں پھیلے ہمارے ساتھی بھرپور کوشش کرتے ہیں شیطان کی بھینٹ چڑھائے جانے والے انسانوں کو بچا لیا جائے۔ کئی لوگ بچا لیے جاتے ہیں' اس کے باوجود بہت سے لوگ موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔"

"کیا تم نے ابھی ابھی ان لوگوں کی تعداد معلوم کی ہے جنہیں شیطان کی بھینٹ چڑھایا گیا ہے؟"

میں نے پوچھا۔

"ہاں لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟" ہوشا نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ اگر تم ابھی یہ تعداد معلوم کر سکتے ہو تو کیا انہیں بھینٹ چڑھانے سے پہلے ان کے متعلق نہیں جان سکتے تاکہ انہیں بچایا جا سکے؟" میں نے کہا۔

"ان لوگوں کی قربانی سے پہلے ان کے متعلق معلوم کیا جانا بہت مشکل ہے اس لیے کہ جس جگہ لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے۔ وہاں اس وقت شیطان کے کارندے ایسے حصار قائم کر دیتے ہیں کہ ہمیں پتہ نہیں چلتا۔" ہوشا نے بتایا۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ جب شیطان کے کارندے اپنا کام پورا کر کے وہاں سے چلے جاتے ہیں تو حصار ختم ہو جاتا ہے۔"

"نہیں فوری طور پر حصار ختم نہیں ہوتا بلکہ بہت دیر لگ جاتی ہے۔ اب دیکھو میں پہلے بھی کئی بار معلوم کرنے کی کوشش کر چکا تھا لیکن ناکام رہا۔ اب تمہارے سامنے مجھے معلوم ہوا ہے کتنے لوگ قتل ہوئے تھے۔ بنگلہ دیش میں ہمارے ساتھیوں نے بڑی مشکل سے تمہارا پتہ لگایا تھا۔" ہوشا نے بتایا اور آرام سے چارپائی پر لیٹ گیا۔

"اچھا میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں' کچھ آرام کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر اپنے کمرے میں آ کر بستر پر لیٹ گیا۔

☆..........☆..........☆

کھانے پر تیمور صاحب نے بتایا۔ "آج پھر میری جاشان صاحب سے بات ہوئی تھی۔ ان کا کہنا ہے کہ میں کل کی کارروائی کے لیے اپنے بیٹے فارس کو بھی ساتھ لے جاؤں۔ دراصل فارس کے پاس ایسے کیپسول اور گولیاں ہیں جنہیں کھانے سے وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ ہمارے اور بھی کام آ سکتا ہے۔"

"تو فارس کہاں ہے؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"وہ کل صبح پہنچ جائیں گے۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

پھر ہوشا کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولے۔ "کیا تم مجھے جلد از جلد پُراسرار علم نہیں سکھا سکتے۔"

ہوشا نے ان کی بات نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔ "آخر آپ کیوں جلد از جلد پُراسرار علوم سیکھنا چاہتے ہیں؟"

تیمور صاحب مسکرا کر بولے۔ "بھئی میں تو ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم سے تنگ آ چکا ہوں۔ بھلا یہ بھی کوئی صلاحیت ہے۔ میں اپنے آپ کو ایک معمولی سی روح سے بھی نہیں بچا سکتا۔ دوسروں کے دماغوں میں گھس کر ان کے خیالات پڑھنا بھی کوئی کام ہے یا دوسروں کو تھوڑی دیر کے لیے ہپناٹائز کرنا بھی کوئی فنکاری ہے اور پھر یہ سب کچھ صرف انسانوں کے ساتھ ہی کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی اور مخلوق آ جائے تو مجھے اپنی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ جب سے یہ پُراسرار بلاؤں وغیرہ سے واسطہ پڑا ہے۔ مجھے اس

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

بات پر افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے خواہ مخواہ اپنی ساری زندگی ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم وغیرہ میں ضائع کی۔"

"آپ فکر نہ کریں تیمور صاحب۔" میں پوری کوشش کروں گا کہ آپ کو جلد از جلد بہت کچھ سکھا دوں۔" ہوشا نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

کھانے سے فارغ ہو کر سب اپنے اپنے کمروں مین چلے گئے میں بھی اپنے کمرے میں آگیا۔ ایک سگریٹ پینے کے بعد میں سو گیا۔ شام کی چائے پر سب لوگ ٹیبل پر موجود تھے۔

ہوشا نے کہا۔ "چائے کے بعد ہمیں صبح کی روانگی کے لیے تیاریاں شروع کر دینی چاہیں اور رات تک تمام تیاریاں مکمل کر لینی چاہیں۔ تاکہ رات کو آرام سے سو سکیں اور صبح تازہ دم اٹھیں۔"

"تم نے بالکل صحیح کہا۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے فارس کا فون آیا تھا۔ اس کی طبیعت کافی خراب ہے اس لیے وہ کل ہمارے ساتھ نہیں جا سکے گا۔"

چائے کے بعد سب نے تیاری شروع کر دی۔

تیمور صاحب نے ایک ریوالور میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ تم رکھ لو اور اسے برے وقت میں استعمال کر لینا۔"

پھر انہوں نے کئی گولیاں بھی مجھے دیں۔ میں نے ریوالور اور گولیاں اپنے بیگ میں رکھ لیں۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ "کیا تم کبھی جنگل میں شکار وغیرہ کے لیے گئے ہو؟"

"دو تین مرتبہ اپنے دوستوں کے ساتھ گیا تھا لیکن میں نے شکار میں زیادہ حصہ نہیں لیا۔" میں نے جواب دیا۔

"ہوشا کا کہنا ہے کہ ہم لوگ جس جنگل میں جا رہے ہیں وہاں سانتو کے ساتھ ساتھ ہمیں مختلف جنگلی جانوروں سے بھی مقابلہ کرنا پڑے گا۔ میں نے اسی لیے تمہیں ریوالور دیا ہے۔" تیمور نے بتایا۔

"کیا باقی لوگوں کے پاس ہتھیار نہیں ہیں؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"ہم سب کے پاس اسلحہ موجود ہے۔" کچھ دور موجود ہوشا نے میری بات کا جواب دیا۔

تیاری کرنے کے بعد ہم سب کچھ تھکن محسوس کر رہے تھے اس لیے آرام کی غرض سے صوفوں وغیرہ پر بیٹھ گئے۔ رات کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سب نے لان میں کچھ دیر چہل قدمی کی اور پھر اپنے اپنے کمروں میں سونے کے لیے چلے گئے۔ صبح ناشتے کے بعد سب لوگوں نے اپنا اپنا سامان گاڑی میں رکھا اور ہم سب روانہ ہو گئے۔ کافی دیر کے سفر کے بعد ہم لوگ ساحل پر ایک ایسی جگہ آ گئے۔ جہاں آس پاس کوئی نہیں تھا۔ سامنے کچھ دور سمندر میں ایک بڑی لانچ کھڑی تھی۔ ہم سب گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ تیمور صاحب نے ملازم سے گاڑی واپس لے جانے کو کہا اور ہم سب سمندر کی طرف بڑھنے لگے۔ لانچ کچھ دور کھڑی تھی اور ساحل پر اس کا آنا خطرناک ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ریت میں اس کے پھنس جانے کا خطرہ تھا۔ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر ہم لوگ لانچ تک پہنچے۔ لانچ میں موجود دو آدمیوں نے [illegible] استقبال کیا۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"آیئے تیمور صاحب اس طرف آ جایئے۔" ایک شخص نے تیمور صاحب سے کہا لہٰذا ہم لوگ اس کے ساتھ چل دیئے۔ جب کہ دوسرا آدمی ایک کیبن کی طرف چلا گیا۔ ہم سب ایک کیبن میں آ کر بیٹھ گئے۔ تیمور صاحب نے اس شخص سے ہم سب کا تعارف کرایا۔ اس شخص کا نام راجیش تھا۔ وہ کافی خوش مزاج آدمی لگتا تھا۔

اس نے ہوشا سے کہا۔ "کیا آپ کے پاس نقشہ ہے اس جنگل تک پہنچنے کا؟"

"نقشہ تو نہیں ہے البتہ میں آپ کو بتاتا جاؤں گا کہ ہمیں کس طرف جانا ہے۔" ہوشا نے جواب دیا۔

"لیکن نقشے کے بغیر تو ہمارے بھٹک جانے کا خطرہ ہے۔" راجیش نے کہا۔

ہوشا راجیش کی بات پر مسکرا کر بولا۔ "راجیش صاحب اس لانچ میں کوئی عام آدمی نہیں بیٹھے ہیں' آپ بے فکر رہیں۔"

"اگر آپ بغیر نقشے کے وہاں پہنچ سکتے ہیں تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن معاہدے کے مطابق ہم آپ کو جنگل سے بہت دور چھوڑیں گے اور آپ لوگوں کو جنگل تک پہنچنے کے لیے چھوٹی کشتیاں استعمال کرنا پڑیں گی۔" راجیش نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں' ہم لوگ معاہدے کے مطابق ہی کام کریں گے۔" ہوشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو ٹھیک ہے' میں رمیش کو کہتا ہوں کہ وہ لانچ کو اسٹارٹ کرے اور آپ میرے ساتھ آئیں تاکہ رمیش کو راستہ بتاتے جائیں۔" راجیش اور ہوشا کیبن سے باہر چلے گئے۔

کچھ دیر بعد راجیش واپس آ گیا اور تیمور صاحب سے بولا۔ "لانچ روانہ ہونے والی ہے۔ رمیش انجن کی فائنل چیکنگ کر رہا ہے اور ہوشا صاحب اس کے کیبن میں بیٹھے ہیں۔"

چند لمحوں بعد لانچ کے اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی اور پھر لانچ اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئی۔

"کتنی دیر کا سفر ہو سکتا ہے؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"اس بارے میں تو ٹھیک طور پر راجیش صاحب ہی بتا سکتے ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا تو راجیش بولا۔

"ہوشا صاحب سے میری بات ہوئی تھی۔ اندازہ ہوتا ہے کہ ہم رات کو کسی وقت پہنچیں گے۔ بشرطیکہ ہم صحیح رفتار کے ساتھ مسلسل چلتے رہیں۔"

"رات کے وقت ہمیں جنگل میں نہیں جانا چاہیے۔" برلویض نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "جنگلی جانوروں کا خطرہ ہے اور پھر سانتو بھی رات میں ہم پر باآسانی حملہ کر سکتا ہے۔"

تمہارا خیال ٹھیک ہے لیکن ایک بات ضرور کہوں گا کہ اگر سانتو رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا سکتا ہے تو ہم بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔" تیمور صاحب نے برلویض سے کہا۔

برلویض کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "آپ کی بات درست ہے اس سلسلے میں ہم ہوشا سے مشورہ کر لیں گے۔ پھر سب کا جو مشترکہ فیصلہ ہو گا اسی پر عمل کیا جائے گا۔"

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

لانچ تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔ میں کیبن سے ہی باہر کا نظارہ کر رہا تھا۔ میرا دل چاہا کہ میں باہر جا کر دیکھوں۔

میں نے برلویش اور تیمور صاحب سے کہا۔ "میں باہر عرشے پر جا رہا ہوں۔ ذرا سمندر کے نظارے اور ہوا سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔"

"بھئی ہم تمہیں اکیلے اکیلے لطف نہیں اٹھانے دیں گے۔" تیمور صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے برلویش بھی اٹھ گیا اور ہم سب باہر آ کر عرشے پر کھڑے ہو گئے۔

دور دور تک پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ ہم لوگ بہت دیر تک سمندر کا نظارہ کرتے رہے۔

اچانک کالے کالے بادل آتے نظر آئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف چھا گئے ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی۔ ہم لوگ واپس کیبن میں آ گئے۔ کچھ دیر بعد راجیش کیبن میں آیا تو اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔

وہ بولا۔ "شدید قسم کے طوفان کا خطرہ ہے اور ساتھ ہی شارک مچھلیاں بھی ہماری لانچ کے آس پاس آ چکی ہیں۔"

"پھر کیا ہو گا؟" تیمور صاحب نے قدرے پریشانی سے پوچھا۔

ابھی راجیش نے کچھ کہنے کے منہ کھولا ہی تھا کہ لانچ کو ایک زور دار جھٹکا لگا۔

"یہ کیسا جھٹکا ہے؟" میں نے راجیش سے پوچھا۔

"یقیناً شارک نے لانچ کو ٹکر ماری ہے۔" راجیش پریشانی سے بولا۔

اچانک ایک اور زور دار جھٹکا لگا اور لانچ الٹ گئی۔ ہم سب اِدھر اُدھر ہو گئے۔ اس وقت ہم پانی میں تھے۔ ہمارے اوپر لانچ تھی۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور پانی تیزی کے ساتھ کیبن میں داخل ہو رہا تھا۔

☆.........☆.........☆

گرنے کی وجہ سے میرے ایک کندھے اور سیدھی ٹانگ میں شدید چوٹ آئی تھی لیکن اس وقت مجھے ان چوٹوں کی پرواہ نہ تھی' اس وقت تو مجھے جان بچانے کی زیادہ فکر تھی۔ پانی کیبن میں تیزی سے بھر رہا تھا اور مجھے یقین تھا کہ کچھ ہی دیر بعد ہم سب پانی میں پوری طرح ڈوب جائیں گے۔ میں نے چیخ کر کہا۔ "راجیش! تم کہاں ہو...... اب ہم کیا کریں؟"

راجیش نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ راجیش کو کچھ ہو چکا ہے۔ اسے چوٹ لگ چکی ہے اور وہ بے ہوش ہو چکا ہے یا پھر شدید چوٹ لگنے کے باعث وہ مر چکا ہے۔

پانی میرے کندھوں تک پہنچ چکا تھا اور یقیناً کچھ دیر بعد میرے سر سے اوپر ہو جاتا۔ مجھے اپنی موت یقینی نظر آ رہی تھی کہ اچانک لانچ سیدھی ہو گئی۔ بہت سا پانی تیزی کے ساتھ کیبن سے باہر نکل گیا جبکہ کچھ تھوڑا بہت پانی رہ گیا جو خطرناک نہیں تھا اور گھٹنوں سے نیچے تھا۔ میں نے آس پاس کا جائزہ لیا۔ تیمور صاحب اور راجیش شاید بے ہوش تھے۔ راجیش کا چہرہ پانی سے باہر تھا جبکہ تیمور صاحب کا چہرہ پانی کے اندر تھا۔ میں تیزی سے ان کے پاس پہنچ گیا اور کندھوں سے پکڑ کر انہیں پانی سے نکالا اور

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

انہیں کیبن کی دیوار کے سہارے بٹھا دیا۔ وہ بے ہوش تھے' برلویش نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اس کی تلاش میں نظریں دوڑائیں۔ وہ آس پاس کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں کیبن سے باہر آ گیا۔ میں نے سمندر میں دیکھا وہاں بھی برلویش نہیں تھا۔ پھر میں تیزی سے انجن والے کیبن کی طرف بڑھا۔ میں ہوشا اور رمیش کے متعلق جاننا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ اب تک کیبن سے باہر نہیں آئے تھے۔ کیبن میں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ رمیش کے سر سے خون نکل رہا تھا جبکہ ہوشا اس کے قریب ہی پڑا کراہ رہا تھا۔ میں نے جلدی سے اپنی قمیض اتاری اور رمیش کے سر پر باندھ دی۔ پھر میں ہوشا کی طرف بڑھا۔

"تمہیں زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔

وہ دھیرے سے مسکرا کر بولا "میں تو ٹھیک ہوں' باقی لوگوں کا کیا حال ہے؟"

"راجیش اور تیمور صاحب بے ہوش ہو چکے ہیں جبکہ برلویش کا کچھ پتہ نہیں ہے۔" میں نے ہوشا کو بتایا۔

ہوشا کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا۔

"کیا آس پاس شارک موجود ہے؟" میں نے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ کوئی شارک موجود نہیں ہے۔"

"اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ لانچ خودبخود سیدھی ہوئی ہے" ہوشا نے کہا۔

"ہاں......" مگر میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ مجھے خیال آیا کہ یقیناً برلویش نے کشتی سیدھی کی ہے میں نے ہوشا سے کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ برلویش نے روحانی طور پر مچھلیوں کو مار بھگایا ہے یا پھر ختم کر دیا ہے اور کشتی سیدھی کر دی ہے۔ لیکن اس وقت برلویش کہاں ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"اس کی فکر نہ کرو وہ یہیں کہیں ہوگا۔ تم تیمور صاحب اور راجیش کی خبر لو۔" ہوشا نے کہا۔

میں دوبارہ تیمور صاحب اور راجیش کے پاس آ گیا۔ تیمور صاحب بے ہوش تھے جبکہ راجیش کو ہوش آ چکا تھا اور وہ بیٹھا ہوا تھا۔ "تم ٹھیک ہو؟" راجیش نے مجھے دیکھ کر حیرت اور خوشی سے پوچھا۔

"ہاں...... میں ٹھیک ہوں' تم کیسے ہو؟ دوسرے کیبن میں رمیش بے ہوش ہے جبکہ ہمارا ساتھی ہوشا ٹھیک ہے۔"

"میں اب ٹھیک ہوں' بس ذرا ٹانگ پر زیادہ چوٹ آ گئی ہے لیکن...... وہ تمہارا ساتھی کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"وہ...... اس کا کوئی پتہ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ رمیش کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولا۔ "تم نے اسے آس پاس ڈھونڈا؟"

"ہاں...... میں نے اسے تلاش کیا لیکن وہ کہیں نہیں ہے۔" میں نے بتایا اور تیمور صاحب کی طرف بڑھ گیا۔ پھر میں نے ان کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے لیکن انہیں ہوش نہیں آیا۔

"کہیں تمہارے ساتھی کو کچھ ہو تو نہیں گیا ہے؟" راجیش نے خدشہ ظاہر کیا۔

"اس بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے راجیش کی بات کا جواب دیا اور پھر تیمور صاحب کے منہ پر چھینٹے مارنے لگا۔ پھر میں نے راجیش سے پوچھا۔ "کیا شارک وغیرہ سے بچنے کا

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

بندوبست تم لوگوں کے پاس نہیں ہوتا؟"

"ہوتا تو ہے لیکن اچانک تیز بارش ہونے اور پھر زیادہ تعداد میں مچھلیوں کے حملے کی وجہ سے ہم فوری طور پر کچھ نہیں کر سکے۔ ہمیں کچھ کرنے کا ذرا سا بھی موقع نہیں ملا اگر ہمیں موقع مل جاتا تو یقیناً اتنا بڑا حادثہ نہ ہوتا۔" راجیش نے کہا۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔ "میں تمہارے اس ساتھی کی وجہ سے پریشان ہوں جس کا ابھی تک کچھ پتہ نہیں ہے لیکن...... لیکن تم اس کے بارے میں زیادہ فکرمند نہیں لگتے۔"

"میں اس کے بارے میں بہت فکرمند ہوں۔ میں اسے تلاش کر چکا ہوں لیکن وہ کہیں نہیں ہے۔ اس کی فکر اپنی جگہ لیکن مجھے تمہاری اور باقی لوگوں کی بھی تو فکر ہے۔" وہ کچھ نہیں بولا اور کھڑے ہونے کی کوشش کرنے لگا' لیکن کراہ کر واپس بیٹھ گیا۔ "کیا تمہیں زیادہ درد ہو رہا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں...... ٹانگ میں شدید چوٹ آئی ہے۔" اس کے چہرے پر تکلیف کے تاثرات نمایاں تھے۔

"میں ذرا رمیش اور ہوشا کو دیکھ کر آتا ہوں۔" میں نے کہا اور کیبن سے باہر آگیا۔ دوسرے کمرے میں پہنچا تو ہوشا' رمیش کے قریب بیٹھا ہوا اس کے سر پر میری قمیض باندھ رہا تھا۔

"کیا زیادہ خون آ رہا ہے؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔ "ہاں...... خون زیادہ آنے لگا تھا۔ اسی لیے میں نے تمہاری قمیض مزید مضبوطی کے ساتھ باندھ دی ہے۔ اب خون بند ہو گیا ہے۔ ہوشا نے بتایا۔

"تمہارا کیا حال ہے؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔

"میں اب تقریباً بالکل ٹھیک ہوں۔" پھر کچھ توقف کے بعد اس نے کہا۔

"برلویض کا جسم اس وقت لانچ کے نیچے موجود ہے۔"

"اور اس کی روح کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ یہیں سمندر میں موجود ہے اور شارک مچھلیوں کا خاتمہ کر رہا ہے...... اس وقت وہ کافی گہرائی میں ہے۔" ہوشا نے بتایا۔ "کیا اس کے جسم کو سمندر کے پانی سے نقصان تو نہیں پہنچے گا......"

"پھر میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا اور پریشانی سے سوچنے لگا کہ برلویض کے جسم کو کوئی مچھلی یا سمندری مخلوق نقصان پہنچا سکتی ہے۔ ہوشا نے میری طرف حیرت سے دیکھا اور بولا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ اگر برلویض کا جسم پانی میں رہے گا تو اسے کوئی مچھلی وغیرہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" ہوشا نے کہا پھر اس نے پوچھا۔ "کیا تم تیرنا جانتے ہو؟"

"تیرنا تو جانتا ہوں لیکن پانی میں میں صرف تیر ہی سکتا ہوں اس وقت میں کچھ کر' نہیں سکتا...... اگر تم سوچ رہے ہو کہ میں پانی میں جا کر برلویض کے جسم کو لے آؤں تو میرے لیے ممکن نہیں ہے"

ہوشا کھڑا ہو گیا اس نے ایک قدم آگے بڑھایا تو درد کی شدت سے کراہ اٹھا لیکن وہ رکا نہیں' اس نے دوسرا قدم آگے بڑھایا پھر تیسرا اور یوں کیبن کے دروازے تک پہنچ گیا۔ پھر وہ پلٹ کر مجھ سے بولا۔ "تم سب کا خیال رکھنا...... میں برلویض کے جسم کو سمندر سے نکال کر لاتا ہوں۔"

"میں نے رمیش کو بغور دیکھا۔ اب اس کے سر سے خون نہیں آ رہا تھا۔ میں اس کی طرف سے مطمئن ہو کر کیبن سے باہر آگیا۔ ہوشا پانی میں اتر رہا تھا۔ میں ریلنگ کے ساتھ آ کر کھڑا ہو گیا۔ ہوشا پانی کے اندر چلا گیا۔ میں کچھ دیر اس کا انتظار کرتا رہا جب وہ پانی پر نہیں ابھرا تو میں راجیش اور تیمور صاحب کے پاس آگیا۔

"شکر ہے...... آپ کو ہوش آگیا۔" میں نے تیمور صاحب کو ہوش میں دیکھ کر کہا۔ "کیا رمیش کو ہوش آگیا؟" راجیش نے مجھ سے پوچھا۔

"نہیں...... اسے اب تک ہوش نہیں آیا۔" میں نے بتایا۔ وہ پریشان ہو گیا پھر بولا۔ "کیا اسے کسی قسم کا خطرہ تو نہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ اسے کچھ دیر میں ہوش آ جائے گا۔" میں نے راجیش کو تسلی دی۔ میری بات سن کر شاید اسے تسلی نہیں ہوئی۔ وہ کھڑا ہو گیا' اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار تھے۔ وہ بولا۔

"تم انہیں دیکھو...... میں رمیش کو دیکھتا ہوں۔" پھر وہ دھیرے دھیرے کیبن سے باہر چلا گیا۔

"کیا اب آپ اپنے آپ کو بہتر محسوس کر رہے ہیں؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"ہاں...... اب میں ٹھیک ہوں...... باقی لوگوں کے بارے میں تو راجیش نے مجھے بتا دیا ہے لیکن برلویض کے بارے میں وہ کہہ رہا تھا کہ اس کا کچھ پتہ نہیں ہے...... کیا اس کا کچھ پتہ چلا؟" تیمور صاحب نے پوچھا۔

"جی ہاں...... اس کا جسم لانچ کے نیچے ہے جبکہ اس کی روح شارک مچھلیوں کو ختم کرنے میں مصروف ہے۔"

"یہ سب تمہیں ہوشا نے بتایا ہوگا؟" تیمور صاحب نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔"

"اور اب ہوشا کا کیا حال ہے؟" تیمور صاحب نے پوچھا۔ "وہ اب کافی بہتر ہے اور اس وقت سمندر سے برلویض کا جسم نکالنے گیا ہوا ہے۔"

تیمور صاحب کچھ سوچتے ہوئے بولے۔ "یہ تو بڑا اچھا ہوا کہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا اور سب بچ گئے ورنہ جس طرح کا حادثہ پیش آیا ہے۔ اس میں تو ہم سب کے خاتمے کا بھی کافی امکان تھا...... اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آج ہم لوگ صرف برلویض کی وجہ سے بچے ہیں...... لانچ کے الٹنے کے فوراً بعد ہی اس نے اپنی کارروائی شروع کر دی ہوگی۔"

"جی ہاں...... یقیناً ایسا ہی ہوا ہوگا" میں نے تیمور صاحب کی تائید کی۔

"کیا باہر لانچ میں بھی پانی بھرا ہوا ہے؟" تیمور صاحب نے پوچھا۔ "جی نہیں...... باہر زیادہ پانی

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ وہ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولے۔ "یہاں تو پانی بہت ہے...... باہر جانا چاہیئے۔"

"لیکن باہر ہلکی بارش اب بھی ہو رہی ہے۔" میں نے تیمور صاحب کو بتایا اور کیبن سے دیکھنے لگا۔ تیمور صاحب بھی باہر دیکھنے لگے۔ یہاں سے بارش کا صحیح اندازہ نہیں ہو رہا تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ باہر اور اندر میں کوئی فرق نہیں ہے۔" تیمور صاحب نے کہا اور ک ی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے۔ باہر کچھ آوازیں سنائی دیں۔ میں نے کیبن سے باہر کا جائز لیکن وہاں کچھ نظر نہیں آیا۔ میں نے تیمور صاحب کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "یہ آوازیں کیسی ہیں؟"

تیمور صاحب کچھ سوچتے رہے پھر بولے۔ "باہر جا کر دیکھنا پڑے گا...... کہیں کوئی شارک اوہو...... ہو سکتا ہے ہوشا برلویش کو لے آیا ہو۔"

"ہاں...... آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔" میں نے کہا اور کیبن کے دروازے کی طرف بڑھ تیمور صاحب بھی میرے پیچھے آنے لگے۔ میں نے کیبن سے باہر آ کر دیکھا۔ ہوشا لانچ میں آنے کے برلویش کے جسم کو اوپر کھینچ رہا تھا۔ میں دوڑ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ ہوشا اور میں نے برلویش جسم کو لانچ پر کھینچ لیا۔ میں برلویش کے جسم کو غور سے دیکھنے لگا کہ کہیں اسے نقصان تو نہیں پہنچ اور مجھے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ برلویش کا جسم ہر طرح سے محفوظ تھا۔ اتنی دیر میں تیمور صاحب ہمارے قریب پہنچ چکے تھے۔ "جسم بالکل ٹھیک ہے۔" میں نے انہیں بتایا۔ انہوں نے بھی برلویش جسم کا بغور جائزہ لیا پھر بولے۔

"راجیش اب تک باہر نہیں آیا' آؤ اسے بھی دیکھتے ہیں اور رمیش کا حال بھی معلوم کر ہیں۔"

"ہوشا' میں اور تیمور صاحب راجیش کے کیبن کی طرف بڑھ گئے۔ جب ہم اندر داخل ہو تو رمیش راجیش کی گود میں سر رکھے لیٹا تھا۔ یہ بات ہمارے لیے باعث اطمینان تھی کہ رمیش کو ہوش چکا تھا لیکن کافی خون بہہ جانے کی وجہ سے اس کے چہرے پر نقاہت نظر آ رہی تھی۔ میں نے را سے کہا۔

"کیا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے اس کی کمزوری ختم ہو جائے؟"

"سب کچھ الٹ پلٹ ہو چکا ہے...... میں کچن میں جا کر دیکھتا ہوں' شاید کوئی چیز مل جائے راجیش نے کہا اور رمیش کو کیبن کی دیوار کے سہارے بٹھانے کے بعد باہر چلا گیا۔

"کیا تمہارے ساتھی کا کچھ پتہ چلا؟" رمیش نے تیمور سے پوچھا۔

"ہاں...... اسے ہم نے سمندر سے نکال لیا ہے...... وہ ٹھیک ہو جائے گا۔" تیمور صاحب گول مول جواب دیا۔

"لانچ کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا ہے؟" رمیش نے پوچھا۔

"ابھی ہم لوگوں نے پوری طرح لانچ کا جائزہ نہیں لیا ہے۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

منہ کھولا ہی تھا کہ راجیش کیبن میں داخل ہوا۔ اس کے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

میں جوس کا ایک ڈبہ تھا وہ رمیش کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "یہ لو جوس پی لو۔ کھانے پینے کی چیزیں کافی حد تک محفوظ ہیں اور لانچ بھی بالکل ٹھیک ہے" رمیش نے جوس کا ڈبہ لے کر منہ سے لگا لیا۔ اچانک برلویش کیبن میں داخل ہوا۔ "سب لوگ خیریت سے ہیں ناں؟"

"میں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔" برلویش کچھ توقف کے بعد بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اب ہمیں لانچ سے پانی باہر نکال دینا چاہیئے اور آگے سفر کے بارے میں سوچنا چاہیئے۔"

ہوشا' میں اور تیمور صاحب کھڑے ہوگئے ہم سب نے کیبن سے پانی نکالا۔ ہم کیبن کے دروازے کی طرف بڑھے تو راجیش بھی ہمارے ساتھ چلنے لگا۔ میں نے اس سے کہا۔ "تم یہیں رمیش کے پاس رہو...... اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" راجیش نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا کہ برلویش بولا۔ "ہاں...... تم رمیش کے پاس رہو...... ہم لوگ پانی نکال لیں گے۔"

راجیش' رمیش کے قریب چلا گیا اور ہم سب باہر آ گئے۔ سب سے پہلے ہم نے اس کیبن کا پانی نکالا' جس میں ہم لوگ پہلے بیٹھے تھے۔ اس کے بعد ہم نے کچن اور باقی کیبنوں کا پانی نکالا۔ ہم لوگ واپس راجیش اور رمیش کے پاس آ گئے۔ راجیش اسٹیئرنگ ہاتھ میں پکڑے کھڑا تھا۔ "کیا لانچ کا انجن وغیرہ درست ہے؟"

ہوشا نے راجیش سے پوچھا۔ "میں یہی چیک کر رہا ہوں' کچھ خرابی ہو گئی ہے۔" راجیش نے پریشان لہجے میں کہا۔

"کیا یہ خرابی دور ہو جائے گی؟" تیمور صاحب نے راجیش سے پوچھا۔

"یہ تو مکمل چیکنگ کے بعد ہی پتہ چلے گا۔" راجیش نے کہا اور قریب ہی موجود ایک چھوٹے سے بکس میں سے پیچ کس' پلاس اور دوسرے اوزار نکالنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے لانچ کا انجن کھول دیا۔ وہ بہت دیر تک کام کرتا رہا۔ پھر اس نے انجن کو اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی لیکن انجن اسٹارٹ نہیں ہوا۔ وہ ایک بار پھر انجن پر کام کرنے لگا۔ انجن کے اسٹارٹ نہ ہونے کی وجہ سے میں کچھ پریشان ہو گیا اور شاید باقی لوگ بھی پریشان تھے لیکن ہم لوگ اپنی پریشانی ایک دوسرے پر ظاہر نہیں ہونے دے رہے تھے۔ کچھ دیر بعد راجیش نے ایک بار پھر انجن اسٹارٹ کرنا چاہا لیکن انجن اسٹارٹ نہیں ہوا۔ "کیا خرابی ہو گئی ہے؟" میں نے راجیش سے پوچھا۔

"انجن کا پرزہ ٹوٹ گیا ہے۔" راجیش نے بتایا۔ "اب کیا انجن اسٹارٹ ہو سکتا ہے؟" ہوشا نے راجیش سے پوچھا۔

"میں کوشش تو کر رہا ہوں۔"

"اگر انجن اسٹارٹ نہیں ہوا تو ہمیں بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔" میں نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"ہاں...... پریشانی تو بہت ہو جائے گی" تیمور صاحب نے میری بات کی تائید کی۔ راجیش نے ایک بار پھر انجن اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی لیکن انجن اسٹارٹ نہیں ہوا۔ وہ ماتھے پر ہاتھ پھیر کر کچھ سوچنے لگا۔ اس طرح سوچتے دیکھ کر مجھے تشویش ہوئی میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا ٹھیک نہیں ہو رہا ہے

انجن؟"

"ایک ایسا پرزہ ٹوٹ گیا ہے جس کے ٹوٹنے کے امکانات نہیں ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسا اسپئیر پرزہ ہم لوگ اپنے ساتھ لانچ میں نہیں رکھتے...... لانچ کے الٹ جانے کی وجہ سے وہ پرزہ ٹوٹا ہے ورنہ عام حالات میں اس کے ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے اسے ٹھیک کرنے کی بہت کوشش کی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔" راجیش نے بتایا۔

"پھر اب کیا ہوگا؟" میں نے قدرے پریشانی کے ساتھ پوچھا۔

"میں یہی سوچ رہا ہوں کہ اب کیا کیا جائے؟" راجیش نے پریشان لہجے میں کہا۔

میں نے کیبن سے باہر نظر ڈالی اور بولا۔ "اگر ہم نے انجن اسٹارٹ کرنے کا کوئی حل نہیں نکالا تو ہم سمندر میں ہی موت کے منہ میں جا سکتے ہیں۔"

"ایک مسئلہ یہ ہے کہ ہم لوگ غیر قانونی طور پر سفر کر رہے ہیں۔ اس لیے کسی جہاز وغیرہ کو مدد کے لیے بلانا بھی ہمارے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔" راجیش نے کہا۔

"یہ بہت اچھا ہوا کہ بارش رک گئی ہے اور بادل چھٹ گئے ہیں۔ ورنہ اگر طوفان آ جاتا تو ہمارے لیے مصیبتیں اکٹھی ہو جاتیں۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"لیکن کسی وقت بھی دوبارہ بارش ہو جانے کا امکان تو موجود ہے۔" میں نے کہا۔

تیمور صاحب نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہاں...... ہے تو لیکن اب ہمیں ان سب مسائل سے نمٹنے کے لیے کوئی طریقہ کار سوچنا چاہیے۔" ہوشا نے آنکھیں بند کر لیں اور پھر کچھ دیر بعد وہ آنکھیں کھول کر بولا۔ "ہمارے آس پاس تو کوئی جہاز وغیرہ بھی موجود نہیں ہے۔ البتہ بہت دور ایک جہاز موجود ہے جو اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔"

"کیا کسی جہاز سے مدد لینے کے بارے میں سوچ رہے ہو؟" تیمور صاحب نے ہوشا سے پوچھا۔

"ہاں...... ہمارے پاس ایک ہی راستہ ہے...... اگر ہم نے کسی جہاز سے مدد نہیں لی تو ہمارے لیے بہت مصیبتیں پیدا ہو جائیں گی۔" ہوشا نے کہا۔

"لیکن جہاز تک پہنچنا بھی تو ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔" تیمور صاحب نے پریشان کن لہجے میں کہا۔

"جہاز تک......" تیمور صاحب نے اتنا کہا اور پھر ہوشا' برلویش اور میری طرف دیکھ کر بولے۔ "تم لوگ ذرا باہر آؤ۔" ہم سب تیمور صاحب کے ساتھ باہر آ گئے اور باہر آنے کے بعد ہوشا سے بولے۔ "میں نے راجیش اور رمیش کو صرف اتنا ہی بتایا ہے کہ جنگل میں ہماری دشمنی ہے۔ اس لیے ہمیں وہاں تک پہنچا دیں...... اب ہم لوگوں کو پراسرار علوم وغیرہ کے بارے میں ان کے سامنے بات نہیں کرنی ہے۔ ورنہ یہ لوگ آگے جانے سے انکار کر دیں گے۔ میں دراصل اندر یہ کہنے والا تھا کہ جہاز تک تو ہمیں برلویش روحانی طور پر پہنچا سکتا ہے ...... میرا مطلب ہے کہ برلویش روحانی طور پر لانچ کو دھکیل سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہوشا اگر تم چاہو تو بلاؤں کو بھی بلا سکتے ہو۔"

"ہاں...... میں بلاؤں کو بلا سکتا ہوں لیکن راجیش اور رمیش کا مسئلہ ہے...... یہ دونوں ان بلاؤں

کو دیکھ بھی سکیں گے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے یہ دونوں کمزور دل کے ہوں اور بلاؤں کو دیکھ کر انہیں کچھ ہو جائے۔" ہوشا نے کہا۔ "لانچ کے آگے دھکیلنے کے لیے بلاؤں کو بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اکیلا ہی کشتی کو آگے دھکیل دوں گا لیکن اگر ہم کسی اور جہاز تک پہنچ بھی جائیں تو ہمیں وہاں کیا کرنا ہوگا؟" برلویش نے کہا۔

"وہاں پر موجود تمام لوگوں کو اپنی گرفت میں لینا ہوگا۔ اس کے بعد وہاں پہ موجود کوئی لانچ جہاز پر سے اتارنی ہوگی۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"کیا ایسا نہ کریں کہ ہم لوگ واپس چلے جائیں اور لانچ ٹھیک کرنے کے بعد آئیں؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔ "ہم واپس تو جا سکتے ہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ راجیش اور رمیش پھر ہمارے ساتھ نہ آنا چاہیں۔ کیونکہ وہ دونوں کافی پریشان لگ رہے ہیں۔" تیمور صاحب نے جواب دیا۔

"کیا اور کوئی لانچ والا ہمارے ساتھ نہیں آئے گا؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"سب لانچ والے قانونی طور پر سفر کرنے کے لیے بخوشی راضی ہو جاتے ہیں لیکن غیر قانونی طور پر سفر کرنے کے لیے کوئی بڑی ہی مشکل سے راضی ہوتا ہے۔ راجیش اور رمیش کو میں نے بہت بڑا لالچ دیا تھا' تب کہیں جا کر یہ لوگ ہمارے ساتھ آنے پر راضی ہوئے تھے۔"

"تو انہیں مزید لالچ دیا جا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن وہ دونوں اس بات پر سخت پریشان ہیں کہ حادثے کے بعد وہ کسی جہاز وغیرہ سے مدد بھی نہیں لے سکتے ہیں...... ایسے میں ان کے دل میں یہ خیال ضرور پختہ ہو گیا ہوگا کہ غیر قانونی طور پر سفر کرنے میں اگر حادثہ ہو جائے تو وہ کسی سے مدد نہیں لے سکتے۔ اگر مدد لیتے ہیں تو قانون کے شکنجے میں آ جائیں گے۔ بس اس لیے میں سوچ رہا ہوں کہ ہو سکتا ہے وہ دونوں دوبارہ ہمارے ساتھ نہ آنا چاہیں؟" تیمور صاحب نے کہا۔

"اس بارے میں ان سے پوچھ لیتے ہیں۔" میں نے تیمور صاحب سے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ ابھی تو حامی بھر لیں کہ وہ دوبارہ ہمارے ساتھ آئیں گے لیکن وہاں جا کر ان کا ارادہ بدل جائے یا ابھی ان کا ارادہ یہی ہو کہ وہ دوبارہ نہیں آئیں گے لیکن صرف ہماری تسلی کے لیے وہ دوبارہ آنے کی حامی بھر لیں اور ساحل پر پہنچ کر اس بات سے پھر جائیں۔"

تیمور صاحب توقف کے بعد بولے "دراصل میں کسی بھی طرح جنگل میں جا کر سانتو کے خلاف کارروائی کر دینا چاہتا ہوں۔ اگر ہم واپس جائیں گے تو ہمارا وقت ضائع ہوگا اور پھر......" تیمور صاحب نے اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ لانچ اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی۔ ہم سب نے ایک دوسرے کی طرف حیرت اور خاموشی سے دیکھا ہوشا بولا۔ "انجن اسٹارٹ ہو چکا ہے اس لیے اب ہمیں نہ تو کسی جہاز کی طرف جانے کی ضرورت ہے اور نہ ہی واپس جانے کی" ہم سب انجن والے کیبن کی طرف بڑھ گئے۔ کیبن میں پہنچ کر تیمور صاحب نے راجیش سے کہا۔ "بھئی تم نے انجن اسٹارٹ کر لیا...... یہ کیسے ہوا؟"

"آپ لوگوں کے باہر جانے کے بعد میں نے انجن پر مزید کام کیا اور پھر کچھ سوچ بچار کے بعد

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

ٹوٹے ہوئے پرزے میں لوہے کی اک راڈ پھنسا دی اور لوہے کے تاروں سے اسے باندھ دیا' اس کے علاوہ اور بہت کچھ کیا۔ پھر انجن اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی تو انجن اسٹارٹ ہوگیا۔" راجیش نے بتایا۔

"کیا اب انجن ٹھیک طور پر کام کرتا رہے گا؟" میں نے راجیش سے پوچھا۔

"ہاں...... اب یہ کام کرتا رہے گا۔" راجیش نے اطمینان سے جواب دیا۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔" تیمور صاحب نے خوش ہو کر کہا پھر وہ ہوشا سے مخاطب ہوئے۔ "ہوشا تم یہیں رہو' ہم لوگ جا کر لانچ کی حالت درست کرتے ہیں اور بھوک بھی لگی ہے۔ اس لیے کچھ کھانے کا بندوبست بھی کرتے ہیں۔ پھر تیمور صاحب برلویش اور میں کیبن سے باہر آگئے' لانچ چل پڑی تھی۔ سب سے پہلے ہم لوگ ایک کیبن میں آگئے اور اسے درست کرنے لگے۔ پھر ہم نے سارے کیبن درست کیے اور اس کے بعد کچن میں آگئے۔ کچن میں کھانے پینے کی مختلف اشیاء اور ڈبے اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے۔ ہم نے ان میں سے کام کی چیزیں ایک طرف رکھ دیں اور جو خراب ہو چکی تھیں' انہیں پھینک دیا۔ اس کے بعد ہم نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں اٹھائیں اور انجن والے کیبن میں آگئے۔ رمیش آنکھیں بند کیے ایک طرف لیٹا تھا جبکہ راجیش اسٹیئرنگ سنبھالے ہوئے تھا اور ہوشا اس کے قریب ہی بیٹھا تھا۔ "لو بھئی...... یہ کھا لو۔" تیمور صاحب نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں ہوشا اور راجیش کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں نے رمیش کی طرف جوس کا ایک ڈبہ بڑھا دیا اور سب کھانے پینے میں مصروف ہوگئے۔

کچھ دیر بعد میں' برلویش اور تیمور صاحب اس کیبن میں آگئے جہاں ہم لانچ الٹنے سے پہلے بیٹھے تھے۔ یہاں آ کر میں نے اپنا بیگ کھولا اور اس میں سے کچھ کپڑے نکالے۔ سارے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔ پھر برلویش اور تیمور صاحب نے بھی اپنے اپنے بیگ میں سے کپڑے نکالے' ان کے کپڑے بھی بھیگے ہوئے تھے۔

"جو کپڑے ہم پہننا چاہتے ہیں' وہ ہمیں باہر ہوا میں لٹکا دینے چاہئیں۔ تاکہ وہ سوکھ جائیں بلکہ ایسے ہی تمام کپڑے لٹکا دیئے جائیں تو بہتر ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہی کرنا پڑے گا ورنہ جو کپڑے ہم نے پہنے ہوئے ہیں' وہ تمہارے جسم پر کل تک بھی نہیں سوکھیں گے۔" تیمور صاحب نے مسکرا کر کہا۔

پھر ہم نے کپڑے باہر ہوا میں لٹکا دیئے اور ریلنگ کے ساتھ کھڑے ہو کر سمندر کو دیکھنے لگے۔ اب کوئی بادل آسمان پر نہیں تھا اور سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ تیمور صاحب نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا جو بالکل بھیگ چکا تھا۔ انہوں نے بڑی حسرت سے اس کی طرف دیکھا پھر پیکٹ کو کھول کر اس میں موجود سگریٹوں کو دیکھنے لگے۔ کچھ دیر سگریٹوں کو دیکھنے کے بعد انہوں نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ سگریٹ کا پیکٹ بھی باہر ہوا میں رکھ دیں شاید سگریٹ بھی سوکھ جائیں۔"

"میرا تو خیال ہے آپ پیکٹ کو پھاڑ کر دیکھیں اگر سگریٹیں اس قابل ہیں کہ وہ خشک ہو سکیں تو ہو جائیں گی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

تیمور صاحب نے سگریٹ کا پیکٹ نہایت احتیاط سے پھاڑا لیکن جونہی پیکٹ کھولا سگریٹ بھی کھل گئیں اور تیمور صاحب انہیں دیکھ کر ہنسنے لگے۔ میں اور برلویش بھی ہنس دیئے تیمور صاحب کیبن سے باہر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد واپس آئے تو سگریٹ کا پیکٹ ان کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ میں نے ہنستے ہوئے ان سے پوچھا۔ "کیا آپ سگریٹ سکھانے کے لیے رکھ آئے ہیں؟" میری بات پر برلویش اور تیمور صاحب ہنس دیئے۔ "میں نے سگریٹ کا پیکٹ سمندر میں پھینک دیا ہے تاکہ تمباکو سے مچھلیاں لطف اندوز ہو سکیں۔" اس کی بات پر میں اور برلویش ہنس دیئے۔

کچھ دیر بعد میں نے کہا۔ "اگر شارک مچھلیوں کا حملہ رات میں ہوتا تو ہمارا بچنا مشکل تھا۔"

"واقعی...... تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو...... ویسے اب بھی خطرہ ہے کہ رات میں شارک لانچ پر حملہ نہ کر دیں۔" تیمور صاحب نے کہا۔ "اس سلسلے میں تو برلویش کو ہوشیار رہنا پڑے گا۔" میں نے برلویش کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں تو تیار ہوں لیکن میں شارک وغیرہ کا اس وقت خاتمہ کر سکتا ہوں' جب میں انہیں دیکھ لوں۔ اس لیے ہمیں ہوشا کو بتا دینا چاہئے کہ وہ اس بات کا علم رکھے کہ کوئی شارک وغیرہ تو آس پاس نہیں آ رہی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے علم کے ذریعے معلومات رکھ سکتا ہے۔

"ٹھیک ہے...... تم لوگ بیٹھو...... میں ہوشا سے کہہ کر آتا ہوں۔" تیمور صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر وہ کیبن سے باہر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد واپس آگئے۔ "میں نے ہوشا کو سمجھا دیا ہے۔ وہ آس پاس کی معلومات رکھے گا۔" ہم نے کپڑے بدلے اور اپنے بیگ تیار کر لیے چونکہ صوفے اور بستر وغیرہ گیلے ہو چکے تھے۔ اس لیے ہم سب کیبن کے فرش پر ہی لیٹ کر آرام کرنے لگے' کافی دیر آرام کرنے کے بعد ہم کیبن سے باہر آگئے۔ شام ہو رہی تھی۔ سورج دن بھر کا سفر طے کرنے کے بعد ہماری نظروں سے اوجھل ہونے والا تھا۔ ہم سب ریلنگ کے ساتھ کھڑے سمندر کا نظارہ کر رہے تھے سورج آہستہ آہستہ سمندر میں ڈوب گیا۔ اندھیرا تیزی سے ہر طرف اپنے ڈیرے ڈال رہا تھا۔ میں نے انجن والے کیبن کی طرف دیکھا۔ کیبن میں بھی ہلکا اندھیرا تھا۔ میں نے برلویش سے کہا۔ "لانچ میں روشنی کرنا تو یقیناً ہمارے لیے خطرناک ہوگا۔"

"برلویش نے کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو لیکن ہوشا کا کہنا تھا کہ ہم رات تک جنگل پہنچ جائیں گے۔"

"یعنی ہمیں زیادہ دیر تک اندھیرے میں سفر نہیں کرنا پڑے گا لیکن......" میں نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو تم؟" برلویش نے پوچھا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم جتنی بھی دیر اندھیرے میں سفر کریں ہمیں بہت احتیاط کرنی ہوگی۔ کیونکہ دن کی روشنی کے مقابلے میں رات کے اندھیرے میں سفر زیادہ خطرناک ہے" میں نے کہا۔

"اس سلسلے میں تقریباً ساری ذمہ داری راجیش پر عائد ہوتی ہے اسے لانچ کو نہایت احتیاط سے چلانا ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ یہ ذمہ داری بخوبی پوری کرے گا۔"

کچھ دیر بعد لانچ کی رفتار بالکل دھیمی ہو گئی۔ میں نے قدرے پریشانی سے تیمور صاحب کی طرف دیکھا۔ "یہ لانچ کیوں آہستہ چلنے لگی ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ جنگل قریب آ رہا ہے' اسی لیے رفتار ہلکی کر دی گئی ہے۔" تیمور صاحب نے خیال ظاہر کیا۔ قدرے توقف کے بعد وہ بولے۔ "آؤ چل کر راجیش سے معلوم کرتے ہیں۔"

ہم سب انجن والے کیبن میں پہنچ گئے ابھی مکمل طور پر اندھیرا نہیں چھایا تھا۔ اس لیے ہمیں راجیش' ہوشا اور رمیش نظر آ رہے تھے۔ "کیا جنگل قریب آ چکا ہے؟" تیمور صاحب نے ہوشا اور راجیش سے پوچھا۔

"ہاں..... اب ہمیں کشتیوں میں بیٹھ کر جنگل میں جانا ہوگا۔ راجیش اور رمیش یہیں لانچ میں ہمارا انتظار کریں گے۔" ہوشا نے بتایا۔

"اگر ہمیں آنے میں دیر ہو گئی تو کیا راجیش اور رمیش ہمارا انتظار کرتے رہیں گے؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔

میں نے راجیش کو بتا دیا ہے کہ ہمیں آنے میں دیر بھی ہو سکتی ہے..... ایک دن' دو دن' تین دن یا پھر اس سے بھی زیادہ دن لگ سکتے ہیں لیکن ان لوگوں کو یہیں ہمارا انتظار کرنا ہے۔" ہوشا نے بتایا۔ "لانچ پر کھانے پینے کی جتنی اشیاء ہیں' وہ تم لوگوں کے کتنے دن تک کام آ سکتی ہیں؟" میں نے راجیش سے پوچھا۔

"وہ تو خیر تین چار دن چل جائیں گی لیکن تم ہمارے کھانے پینے کی فکر نہ کرو' ہم لوگ مچھلیوں اور جھینگوں کا شکار کر کے بھی اپنا گزارا کر سکتے ہیں۔" راجیش نے بتایا۔

لانچ بالکل رک چکی تھی۔ راجیش نے لانچ کا انجن بند کیا اور بولا۔

"آپ لوگ میرے ساتھ آئیں..... میں آپ لوگوں کو کشتیاں دے دیتا ہوں۔" پھر ہم سب اس کے ساتھ لانچ کے نچلے حصے میں آ گئے۔ یہاں اس نے ایک کیبن کا تالہ کھولا۔ اس میں کافی پانی بھرا ہوا تھا اور چار کشتیاں موجود تھیں۔ ہم نے دو کشتیاں نکال لیں اور انہیں سمندر میں اتار دیا۔ پھر ہم نے اپنا سامان اٹھایا اور کشتیوں میں اتر گئے۔ میں اور برلویش ایک کشتی میں تھے جبکہ تیمور صاحب اور ہوشا دوسری کشتی میں تھے۔ ان کی کشتی ہم سے آگے تھی۔ کشتیاں کافی دیر تک یونہی آگے پیچھے چلتی رہیں۔ پھر جنگل قریب آ گیا۔ کچھ دیر بعد ہوشا اور تیمور صاحب والی کشتی ساحل پر رک گئی اور پھر ہماری کشتی بھی ان کے پاس پہنچ گئی۔ ہم چاروں کشتیوں سے نیچے اتر آئے۔ سامنے کافی دور اونچے اونچے درخت اندھیرے میں خوفناک بلائیں محسوس ہو رہے تھے۔ "اب تم بتاؤ کہ ہمیں کس طرف جانا ہے؟" تیمور صاحب نے ہوشا سے کہا۔ ہوشا کچھ دیر خاموش کھڑا بڑبڑاتا رہا۔ پھر بولا۔ "تم لوگ میرے پیچھے آؤ۔"

ہم سب اس کے پیچھے چل دیئے۔ کچھ دیر بعد ہم درختوں کے قریب پہنچ چکے تھے۔

"کیا اس وقت جنگل میں جانا ہمارے لیے خطرناک نہیں ہوگا؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"خطرناک تو ہوگا لیکن ہمارے لیے دن اور رات میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ بس دن میں

ہمیں ہر چیز صاف نظر آئے گی جبکہ رات میں ہمیں تھوڑی سی دشواری ہوگی..... ویسے ایک بات تمہیں بتا دوں کہ ہم لوگ اپنے کاموں اور مشن کے حوالے سے یہ نہیں سوچتے کہ دن ہے یا رات ہے۔ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ بس آگے بڑھتے جاؤ۔ اگر ہم خطروں سے ڈرنے لگیں تو کبھی کچھ نہ کر سکیں گے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم موت سے نہیں ڈرتے اور تمہارے لیے بھی میرا مشورہ یہی ہے کہ تم بھی اپنے دل سے خوف اور اندیشوں کو نکال دو۔ جب تم ہوشا یا کسی اور سے باقاعدہ تربیت حاصل کرنا شروع کرو گے تو تمہیں سب سے پہلے یہی بتایا جائے گا کہ اپنے دل میں کبھی خوف اور اندیشوں کو مت آنے دینا۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"جی بہتر ہے۔" میں نے شرمندگی کے ساتھ کہا۔ دراصل تیمور صاحب کی باتیں سن کر مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ایک بزدل آدمی ہوں۔ اسی لیے مجھے شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ اچانک کہیں سے کسی گیدڑ کی آواز آئی اور پھر کئی گیدڑ ایک ساتھ رونے لگے۔ ہم لوگ کچھ آگے بڑھے تو حشرات الارض کی آوازیں بھی آنے لگیں۔

"جنگل میں شیر بھی موجود ہیں۔" ہوشا نے ایک جگہ رک کر کہا۔

"کیا ہم کسی درخت پر مچان لگا لیں؟" تیمور صاحب نے ہوشا سے پوچھا۔

"ہاں..... یہ ضروری ہے..... شیر ابھی قریب تو نہیں ہیں لیکن وہ کسی وقت بھی آ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ جنگل ہر قسم کے جنگلی جانوروں سے بھرا پڑا ہے۔" ہوشا نے بتایا۔

"کیا سانتو سے ہمارا مقابلہ یہیں ہوگا؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔

"اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا..... سانتو بہت چالاک اور طاقتور دشمن ہے۔ اس لیے کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ وہ ہم سے مقابلہ کرے گا یا ہمیں کسی چال سے پھانسنے کی کوشش کرے گا۔"

پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔ "اب ہمیں مچان باندھ لینی چاہیے تاکہ ہم محفوظ ہو جائیں۔ اس کے بعد میں اپنی بلاؤں کو بلا لوں گا اور سانتو کو مقابلے کی دعوت دوں گا۔"

کچھ ہی دیر بعد ہم نے ایک مناسب جگہ مچان باندھ دی اور ہم سب مچان پر چڑھ گئے۔ اچانک ہمیں کچھ انسانوں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ کسی ایسی زبان میں باتیں کر رہے تھے جو میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔ ہم نے کافی اوپر مچان باندھی تھی۔ باتیں کرنے والے دو آدمی تھے جو اندھیرے میں مچان کے نیچے سے گزر گئے۔ ان کی آوازیں سن کر ہم سب خاموش ہو گئے تھے۔ انہوں نے بھی شاید مچان کو نہیں دیکھا تھا۔ کچھ دیر تو ان کی آوازیں آتی رہیں۔ پھر ان کی آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ "یہ کون لوگ تھے؟" یہاں پر کچھ جنگلی قبائل آباد ہیں یہ لوگ انہی میں سے کسی قبیلے کے تھے۔ ہوشا نے بتایا۔

"اب میں عمل پڑھنا شروع کر رہا ہوں تاکہ سانتو کو مقابلے کے لیے بلایا جائے۔" ہوشا نے بتایا اور کچھ بڑبڑانے لگا۔ کچھ دیر عمل پڑھنے کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ پھر وہ بولا۔ "سانتو مقابلے پر آنے کے لیے تیار نہیں ہے۔"

"پھر ہمیں کیا کرنا ہوگا؟" تیمور صاحب نے ہوشا سے پوچھا۔

"میں اور کوشش کرتا ہوں کہ وہ آ جائے۔ میری ساتھی بلائیں تو پہنچ چکی ہیں اور جنگل میں

مختلف جگہوں پر مقابلے کے لیے تیار کھڑی ہیں۔" ہوشا نے کہا اور پھر بڑبڑانے لگا۔ کافی دیر بعد وہ بولا۔

"سانتو کوئی چال چلنا چاہتا ہے اسی لیے سامنے نہیں آ رہا ہے۔ ہمیں خود اس کے پاس جا ہوگا۔"

"تمہیں معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے؟" میں نے ہوشا سے پوچھا۔

"ہاں...... میں نے اندازہ کر لیا ہے...... وہ ایک چھوٹے پہاڑ کی غار میں موجود ہے اور غار کے گرد اس نے سخت ترین حصار کھینچ رکھے ہیں اور مختلف بلائیں اس کی حفاظت کر رہی ہیں۔"

"تو پھر ہمیں اس کی طرف چلنا چاہئے۔" تیمور صاحب نے کہا۔ "ہاں چلو...... ہمیں اس کا انتظار نہیں کرنا چاہئے۔" ہوشا نے کہا۔

سب مچان سے نیچے اتر آئے اور اپنا سامان کندھوں پر ڈالنے کے بعد ایک جانب چلنے لگے۔ ہوشا سب سے آگے تھا۔ اس کے پیچھے تیمور صاحب تھے۔ ان کے بعد میں اور پھر برلویش تھا۔ ہم سب نہایت احتیاط کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ اچانک کسی شیر کی خوفناک دھاڑ سنائی دی' شیر کی آواز دور سے آئی تھی۔ بہت دیر چلنے کے بعد ہم ایک چھوٹے سے پہاڑ کے قریب پہنچ گئے۔ ہوشا بولا۔

"یہی وہ پہاڑ ہے جہاں سانتو موجود ہے۔"

"لیکن وہ بلائیں کہاں ہیں جو اس کی حفاظت کر رہی ہیں؟" تیمور صاحب نے ہوشا سے پوچھا۔

"وہ یہیں کہیں ہیں لیکن چونکہ سانتو بہت چالاک......" ابھی ہوشا نے اتنا ہی کہا تھا کہ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا اور کراہنے لگا۔ "کیا ہوا تمہیں؟" تیمور صاحب نے قدرے پریشانی کے ساتھ پوچھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ جیسے میرا دماغ کام کرنا چھوڑ رہا ہے۔ شاید سانتو۔" ہوشا اپنی بات مکمل نہیں کر سکا اور اپنا سر تھامے ہوئے زمین پر گر گیا۔ تیمور صاحب فوراً اس پر جھکتے ہوئے بولے۔ "تمہیں کیا ہوا ہے ہوشا؟"

ہوشا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیمور صاحب نے کچھ دیر اس کا جسم ٹٹولا اور بولے۔ "یہ تو بے ہوش ہو چکا ہے۔" اچانک شیر کی خوفناک دھاڑ پھر سنائی دی۔ میں نے فوراً ریوالور نکال لیا۔ ہوشا نے جب یہ کہا تھا کہ اس کی ساتھی بلائیں ہماری حفاظت کر رہی ہیں تو میں مطمئن تھا لیکن اس کے بے ہوش ہو جانے کے بعد اب مجھے یقین نہیں تھا کہ بلائیں ہماری حفاظت کر رہی ہوں گی۔

مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ ہوشا کو سانتو نے کسی طرح بے ہوش کر دیا ہے۔ اگر واقعی ایسا تھا تو اس بات کا بھی امکان تھا کہ ہوشا کی ساتھی بلاؤں کو بھی سانتو نے ختم کر دیا ہو یا قید کر لیا ہو۔ یہ تمام باتیں سوچ کر میں نے ریوالور بیگ میں سے نکال لیا تھا۔ شیر کی دھاڑ ایک بار پھر سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور شیر بھی دھاڑا اور پھر چار پانچ شیر ایک ساتھ دھاڑنے لگے۔ "اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟" میں نے برلویش کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مجھے ایک بار پھر اپنا جسم چھوڑنا پڑے گا تاکہ شیروں کا مقابلہ کر سکوں۔" برلویش نے کہا۔

"تو پھر تم۔" ابھی میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ اچانک کئی شیر ہمیں اندھیرے میں نظر آ گئے۔ وہ

ہماری طرف آ رہے تھے۔ اب سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ میں نے ریوالور کا رخ ان کی طرف کر کے گولی چلا دی۔ زبردست دھماکہ ہوا اور گولی ایک شیر کے سر میں لگی جو دھاڑنے کے بعد نیچے گر گیا جبکہ باقی شیر گولی کی آواز سے ڈر گئے اور کچھ دور جانے کے بعد رک گئے۔ میں نے دیکھا برلویش اپنا جسم چھوڑ چکا تھا اور سامنے شیروں کی حرکتوں سے لگتا تھا کہ برلویش ان سے لڑ رہا ہے۔ اچانک ہمارے عقب سے چیخنے چلانے کی آوازیں آنے لگیں۔ یہ انسانی آوازیں تھیں۔ مجھے شک ہوا کہ جنگلی لوگ آ رہے ہیں اور پھر کچھ ہی دیر بعد میرا شک یقین میں بدل گیا۔ کئی جنگلی انسان شور مچاتے ہوئے ہمارے قریب آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں بڑے بڑے نیزے اور ڈنڈے تھے۔ وہ یقیناً گولی کی آواز سن کر یہاں آ گئے تھے۔ ان میں سے کچھ نے خوفناک چیخیں ماریں اور شیروں کی طرف بڑھے۔ کئی شیر تو زمین پر ڈھیر ہو چکے تھے جبکہ باقی جنگلی انسانوں کی چیخوں اور مار سے بھاگ گئے۔ برلویش کا جسم اب بھی زمین پر بے حس و حرکت پڑا تھا۔ ہوشا کو بھی ہوش نہ آیا تھا۔ اچانک کچھ جنگلیوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے دو نے ہوشا کو اٹھا لیا او دو نے برلویش کے جسم کو اپنے کندھوں پر ڈال لیا۔ اس کے بعد وہ چاروں تیزی سے وہاں سے غائب ہو گئے۔

باقی جنگلیوں نے میرے اور تیمور صاحب کے گرد گھیرا ڈال دیا اور چیخنے چلانے لگے۔

انہوں نے میرے ہاتھ سے ریوالور چھین لیا۔ میں نے جنگلیوں کے بارے میں پہلے بھی سن اور پڑھ رکھا تھا کہ یہ لوگ آدم خور ہوتے ہیں۔ مجھے یہ بات سوچ کر ہی خوف محسوس ہونے لگا۔ کچھ دیر بعد جنگلیوں نے ہمارے اردگرد باقاعدہ رقص کرنا شروع کر دیا اور شاید وہ کچھ گا بھی رہے تھے۔ پھر دو طاقتور جنگلی ہمارے قریب آ گئے اور انہوں نے ہماری کلائیاں پکڑ لیں۔ پھر وہ ہمیں کھینچ کر لے جانے لگے۔ باقی سارے جنگلی ہمارے پیچھے شور مچاتے آ رہے تھے۔

کچھ دیر بعد جنگلی ہمیں لے کر ایک چھوٹے سے پہاڑ کے قریب آ گئے۔ اس پہاڑ میں ایک غار نظر آ رہا تھا۔ جن جنگلیوں نے ہمیں پکڑا ہوا تھا وہ ہمیں چھوڑ کر غار کے اندر چلے گئے۔ میں سوچنے لگا کہ آخر غار میں کیا ہے؟ کچھ دیر بعد وہی دونوں جنگلی باہر آ گئے اور ہمیں پکڑ کر اندر لے جانے لگے۔ باقی دوسرے جنگلی اندر داخل نہیں ہوئے تھے بلکہ باہر ہی رک کر شور مچا رہے تھے۔

جب ہم غار میں داخل ہوئے تو کچھ دور تک تو ہم اندھیرے میں ہی چلتے رہے پھر ہلکی ہلکی روشنی نظر آنے لگی۔ تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہم سیدھے ہاتھ کی طرف مڑ گئے۔ وہاں روشنی کچھ تیز تھی۔ کئی مشعلیں جل رہی تھیں۔ جو کہ جنگلیوں نے ہاتھوں میں پکڑ رکھی تھیں' سامنے مٹی کا ایک بڑا چبوترا بنا ہوا تھا۔ اس پر ایک خوبصورت جنگلی عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا اور سر پر تاج بھی پہن رکھا تھا۔ غار کی دیواروں پر شیروں اور دیگر جنگلی جانوروں کی کھالیں لٹکی ہوئی تھیں۔

"تم لوگ کون ہو اور جنگل میں کیا کرنے آئے ہو؟" چبوترے پر بیٹھی جنگلی عورت نے پوچھا۔

اس کی زبان سے اردو جملہ سن کر میں حیران رہ گیا۔ مجھے اس سے یہ توقع تھی کہ وہ پہلے مجھے اور تیمور صاحب کو غور سے دیکھے گی۔ پھر اپنی جنگلی زبان میں ہمارے قتل کا حکم دے دے گی تاکہ سارے جنگلی

ہمیں کھا سکیں۔

تیمور صاحب اور میں نے عورت کی بات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ تیمور صاحب بولے۔ "پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور ہمیں کیوں پکڑا ہے؟" عورت نے ان کی بات سن کر ایک قہقہہ لگایا اور بولی۔

"بہت خوب...... یہ تم نے اچھا سوال کیا اور میں نے جو تم سے سوال کیا تھا۔ اس کا تم نے جواب نہیں دیا۔

"میں تمہیں جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔" تیمور صاحب نے سخت لہجے میں کہا۔

"ہم اپنے کام سے جنگل میں آئے ہیں۔ ہمارا مقصد تمہیں یا تمہارے ساتھیوں کو نقصان پہنچانا نہیں ہے اور نہ ہی ہم تم لوگوں سے دشمنی کرنا چاہتے ہیں۔"

عورت نے ایک اور بھرپور قہقہہ لگایا اور بولی۔ "اچھا تو تم ہم سے دشمنی نہیں کرنا چاہتے...... اور یہ جو تم مجھے ہپناٹائز کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ اسے کیا میں دوستی کہوں؟"

"اس کا مطلب ہے کہ تم بھی ہپناٹزم جانتی ہو؟" تیمور صاحب نے پوچھا۔

"ہاں...... اور تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ تم ہپناٹزم میں مجھ سے کمزور ہو۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم ہپناٹائز کے حوالے سے مجھ سے طاقتور ہو لیکن میں تمہیں ہپناٹزم کر کے اپنے لیے بھاگنے کا کوئی موقع پیدا کرنا چاہتا تھا۔" تیمور صاحب نے جواب دیا۔ "لیکن ہم سے بچ کر بھاگنا آسان نہیں ہے۔" عورت نے کہا۔

"اب تم کیا چاہتی ہو؟" تیمور صاحب نے عورت سے پوچھا۔

"پہلے تو یہ چاہتی ہوں کہ تم سچ سچ بتاؤ جنگل میں کیا کرنے آئے تھے؟" عورت نے کہا۔

"ہم لوگ اپنے دشمن کی تلاش میں یہاں آئے تھے۔" میں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"کون ہے وہ دشمن؟" عورت نے میرے پورے جسم کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ہمارے کچھ لوگوں کو قتل کر کے یہاں بھاگ آیا ہے...... ہمیں اطلاع ملی تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسی جنگل میں چھپا ہوا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

عورت کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔ "میں اور میرے یہ ساتھی تم لوگوں کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔ بشرطیکہ تم لوگ سچ بول رہے ہو لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم لوگ سچے ہو گے۔

"اگر ہم لوگ تمہیں یہ یقین دلا دیں کہ ہم تمہیں یا تمہارے ساتھیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے اور اپنے دشمن کو مارنے کے بعد یہاں سے چلے جائیں گے تو کیا تم ہم کو چھوڑ دو گی؟" تیمور صاحب نے اس عورت سے پوچھا۔

عورت نے ایک قہقہہ لگایا اور بولی۔ "یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گی۔"

"تو پھر تم ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"تمہارے ساتھ یا تمہارے ساتھی کے ساتھ؟" عورت نے پوچھا۔

"میرا ساتھی ہو یا میں ہوں ایک ہی بات ہے۔" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ میں سمجھ نہیں پایا تھا کہ اس عورت نے تیمور صاحب کے اور میرے بارے میں علیحدہ علیحدہ کیوں سوچا تھا۔

"تمہارے ساتھی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی کہ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں گی لیکن میں تمہارے ساتھ برا سلوک نہیں کروں گی۔" اس عورت نے جواب دیا۔

"کیوں؟ میرے ساتھ کچھ کیوں نہیں کرو گی۔" میں نے الجھے ہوئے لہجے میں بھنویں سکیڑ کر پوچھا۔

"اس لیے کہ...... تم مجھے اچھے لگے ہو۔" اس نے کہا اور چبوترے سے نیچے اتر آئی۔ پھر وہ میرے قریب آئی اور بولی۔ "کیا تمہیں احساس ہے کہ کہ تم کتنے پرکشش ہو' کوئی بھی عورت تمہیں دیکھ کر اپنا دل تھام سکتی ہے۔"

"یہ میرے لیے نئی اطلاع ہے...... لیکن نہ تم مجھے اچھی لگی ہو اور نہ میں تم سے کوئی تعلق رکھنا پسند کروں گا۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ میری بات سن کر اس عورت نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور بولی۔

"اس جنگل میں صرف میری مرضی چلتی ہے...... یہاں جو کچھ ہوتا ہے وہ میری مرضی سے ہوتا ہے۔ کسی کو کوئی حق نہیں ہے کہ اپنی مرضی سے کچھ کر سکے۔ اس لیے جب تک تم میری گرفت میں ہو تمہیں کسی فیصلے کا اختیار نہیں' جو میں چاہوں گی وہی ہو گا۔

"لیکن میں تمہاری مرضی نہیں چلنے دوں گا۔" میں نے ایک بار پھر سخت لہجے میں کہا۔

"ان دونوں کو قید میں ڈال دو۔" عورت نے جنگلیوں سے تحکمانہ انداز میں کہا تو کئی جنگلی ہماری طرف بڑھے پھر انہوں نے ہماری کلائیاں پکڑ لیں۔ ان کی گرفت کافی سخت تھی۔ وہ ہمیں کھینچتے ہوئے ایک طرف لے چلے۔ کچھ دیر بعد وہ ہمیں ایک اور تاریک غار میں لے گئے۔ انہوں نے ہمیں وہاں موجود زنجیروں سے باندھ دیا اور واپس چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد کچھ دیر تو تیمور صاحب اور میں آس پاس کے ماحول کا جائزہ لیتے رہے۔ پھر میں نے تیمور صاحب سے کہا۔

"یہ ہم کس مصیبت میں پھنس گئے ہیں؟" تیمور صاحب نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا پھر بولے۔

"مجھے تو یہ لوگ آدم خور لگتے ہیں۔" "یہ آپ نے کیسے اندازہ لگایا؟" میں نے حیرت اور خوف سے بھرے لہجے میں پوچھا۔

"میں نے جنگلی لوگوں کے بارے میں بہت اسٹڈی کی ہے۔ میں نے پڑھا تھا کہ جس قبیلے کی سربراہ عورت ہو وہ قبیلہ آدم خور ہو سکتا ہے۔ تیمور صاحب نے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے کہ یعنی ہوتا نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "ہاں اگر کسی قبیلے کی سربراہ عورت ہو تو اس بات کے پچانوے فیصد امکانات ہوتے ہیں کہ قبیلہ آدم خور ہے۔"

"کیا یہاں سے نکلنے کا کوئی امکان ہے؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"میں نے سوچا تھا کہ میں عورت کو ہپناٹائز کر کے اپنے لیے بھاگنے کا کوئی موقع پیدا کر لوں گا لیکن تم نے دیکھا کہ وہ مجھ سے زیادہ ہپناٹزم جانتی ہے۔ تبھی تو میرے ہپناٹائز کرنے کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ نہ جانے ہوشا اور برلویف کس حال میں ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا۔ "برلویف اپنا جسم چھوڑ

چکا تھا اور اس کی روح شیروں سے لڑ رہی تھی۔ اگر وہ اسی وقت اپنے جسم میں آ جاتا تو اچھا تھا کیونکہ اس وقت اس کا جسم زمین پڑا تھا اب جنگلی اسے اٹھا کر لے گئے۔ اب یقیناً اس کے لیے اپنے جسم میں جانا مشکل ہوگا۔" میں نے کہا۔

"اگر وہ اپنے جسم میں نہ گیا تب بھی اس کے لیے مشکل ہو جائے گی۔ کیونکہ اگر جنگلی آدم خور ہیں تو وہ سب سے پہلے برلویف کے جسم کو کھائیں گے۔ اس لیے کہ وہ مردہ ہے۔" تیمور صاحب نے تشویش ظاہر کی۔

"پھر اب کیا کریں؟" میں نے پریشان ہو کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر تیمور صاحب سے پوچھا۔

"میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہوشا کے دماغ میں جانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس سے معلوم کروں گا کہ وہ لوگ کس حال میں ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"کیا ہوشا ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"نہیں...... وہ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا میں اس کے دماغ میں جا کر اسے بتاؤں گا کہ میں ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے دماغ میں آ چکا ہوں اور جو میں پوچھ رہا ہوں وہ اس کا جواب اپنے دماغ میں ہی دے۔" تیمور صاحب نے کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے آپ فوراً ہوشا کے دماغ میں جائیں۔" میں نے کہا اور تیمور صاحب نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں انہیں دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد انہوں نے آنکھیں کھول کر کہا۔

"ہوشا کے دماغ میں اندھیرا چھایا ہوا ہے' اس کا مطلب ہے کہ وہ اب تک بے ہوش ہے۔"

"کیا آپ نے برلویف سے بھی رابطہ کیا؟"

"نہیں...... ابھی کرتا ہوں۔" تیمور صاحب نے کہا اور ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر بعد وہ آنکھیں کھول کر بولے۔ "برلویف سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے...... پتہ نہیں وہ اپنے جسم میں ہے یا اب بھی اس کی روح اپنے جسم سے علیحدہ ہے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ برلویف سے شاید دماغی طور پر میرا رابطہ نہ ہو سکے گا۔"

"وہ کیوں؟" میں نے بھنویں سکیڑ کر الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"وہ اس لیے کہ برلویف کا جسم مردہ ہے۔ اس لیے اس کا دماغ بھی مردہ ہی ہے اور مردہ دماغ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اس لیے اسے ٹیلی پیتھی کے لیے بھی استعمال نہیں کیا جا سکتا۔" تیمور صاحب نے بتایا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہو سکتا ہے برلویف کی روح اپنے جسم میں جا چکی ہو اور مردہ دماغ ہونے کی وجہ سے آپ کا رابطہ اس سے نہیں ہو رہا ہو۔" میں نے خیال ظاہر کیا۔

"ہاں...... ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو۔" تیمور صاحب نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ میں کچھ دیر دیکھتا رہا اور جب انہوں نے آنکھیں نہیں کھولیں تو میں نے ان کی طرف دیکھنا چھوڑ دیا اور غار کا جائزہ لینے لگا۔ کافی دیر کے بعد تیمور صاحب بولے۔ "میرا بیٹا فارس آج کل بالکل فضول قسم کے کاموں میں الجھا ہوا ہے۔"

"کیا آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے بیٹے کے دماغ میں داخل ہوئے تھے؟"

تیمور صاحب نے کہا۔ "جی ہاں۔"

"آپ نے فارس سے یہ نہیں کہا کہ وہ ہماری مدد کو آئے۔" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"وہ ہماری مدد کو آ سکتا ہے لیکن میں اسے کیا بتاؤں کہ میں کہاں ہوں...... مجھے تو خود نہیں معلوم کہ ہم لوگ اس وقت کہاں ہیں۔ کیونکہ ہوشا نے ہمیں کچھ بتایا ہی نہیں تھا کہ وہ ہمیں کہاں لے کر جا رہا ہے۔" تیمور صاحب نے افسردہ لہجے میں کہا۔

کچھ دیر بعد آہٹیں سنائی دیں۔ پھر ہلکی ہلکی روشنی نظر آنے لگی۔ کوئی آ رہا تھا۔ روشنی تیز ہو گئی اور کچھ لوگوں کے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پھر وہی عورت جو چبوترے پر بیٹھی تھی' دو آدمیوں کے ساتھ غار میں داخل ہوئی۔ ان دونوں آدمیوں کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں۔ دونوں آدمی غار کے تقریباً درمیان آ کر رک گئے جبکہ وہ عورت ہمارے قریب آ گئی اور مجھ سے بولی۔ "کیا تم میری مرضی کے مطابق کام کرنے کے لیے تیار ہو؟"

"میں تمہاری مرضی کے مطابق کام کرنے کے لیے کسی صورت تیار نہیں ہوں گا" میں نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"میں اپنی مرضی کے مطابق تم سے کام لے لوں گی لیکن تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کروں گی۔ اگر تم بخوشی میری مرضی کے مطابق کام کرتے تو بہت فائدے میں رہتے۔ میں تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے دیتی لیکن اب تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہوگی۔ صبح میں تم لوگوں کو ایک تماشہ دکھاؤں گی اور ایک...... بہت ہی اہم راز تمہیں بتاؤں گی۔" عورت نے مغرور انداز میں کہا۔

"راز...... کیسا راز...... تم کیا کہنا چاہتی ہو؟" تیمور صاحب نے قدرے پریشانی سے پوچھا۔

"سب کچھ تمہیں صبح پتہ چل جائے گا۔" عورت نے کہا اور واپس مڑ گئی۔ دونوں آدمی بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"یہ عورت کیا کہنا چاہتی تھی؟ کون سا راز بتانا چاہتی ہے یہ؟"

تیمور صاحب کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولے۔ "میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ آخر اس کے پاس ایسا کون سا راز ہے جو وہ ہمیں بتائے گی؟"

اچانک ایک شیر کی دھاڑ سنائی دی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کہیں نزدیک ہی ہے۔ تیمور صاحب اور میں نے پریشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ شیر کی دھاڑ ایک مرتبہ پھر سنائی دی۔ اب تو یوں لگتا تھا جیسے شیر غار کے اندر داخل ہونے والا ہے اور پھر واقعی ایک بہت بڑا شیر ہمارے سامنے آ گیا۔ اندھیرا ہونے کے باوجود اب ہمیں غار میں سب کچھ کافی حد تک صاف نظر آ رہا تھا کیونکہ ہم لوگ بہت دیر سے اندھیرے میں تھے۔ شیر اندر داخل ہونے کے بعد ایک بار پھر زور سے دھاڑا اور ہماری طرف آنے لگا۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر مجھے اپنی موت یقینی نظر آنے لگی۔ کیونکہ ہم لوگ زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے اور اپنے بچاؤ کے لیے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ شیر ہم سے چند قدم کے فاصلے پر آ کر رک گیا اور غرانے لگا۔ پھر وہ دھیرے دھیرے میری طرف آنے لگا اور پھر وہ میرے اتنا قریب آ گیا کہ مجھے اپنا چہرہ

پیچھے کرنا پڑا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اب سے چند لمحوں بعد شیر منہ کھولے گا اور اپنے تیز نوکیلے دانتوں سے مجھے ادھیڑ ڈالے گا لیکن شیر چند لمحے تک اپنی جگہ کھڑا غراتا رہا اور میں خوف کی وجہ سے تھوک نگلتا رہا۔ اچانک غار میں روشنی ہو گئی اور ایک آدمی کی آواز سنائی دی شیر دوڑتا ہوا اس کے پاس چلا گیا۔ وہ آدمی ہاتھ میں مشعل لیے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ وہ میری طرف دیکھ کر بولا۔ "تم بہت خوفزدہ لگ رہے ہو؟"

"تم کون ہو؟" تیمور صاحب نے اس آدمی سے پوچھا۔

"میں اس جنگل کی ملکہ کا ایک معمولی ملازم ہوں۔ مجھے اس وقت بہت غصہ آتا ہے جب کوئی ملکہ کی بات ماننے سے انکار کر دے اور تمہارے ساتھی نے میری ملکہ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اگر کوئی ملکہ کی بات ماننے سے انکار کر دے تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑتا لیکن ملکہ کا حکم ہے کہ تم لوگوں کو ابھی زندہ رکھا جائے۔ یہ شیر میرے حکم کا غلام ہے' میں نے ہی اسے یہاں بھیجا تھا لیکن چونکہ اس کا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ اس لیے اس نے تمہیں نقصان نہیں پہنچایا۔"

اس آدمی نے تیمور صاحب سے کہا۔ پھر اس نے چیخ کر کسی اجنبی زبان میں کچھ کہا تو جنگلی بھی غار میں آ گئے۔ اس آدمی نے ان سے کچھ کہا تو جنگلی میری طرف بڑھے۔ انہوں نے مجھے زنجیروں سے آزاد کروایا اور مجھے غار سے باہر لے جانے لگے۔ میں نے مڑ کر تیمور صاحب کی طرف دیکھا۔ وہ پریشان نظروں سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔

جنگلی مجھے ایک اور غار میں لے آئے یہاں ایک دیا جل رہا تھا' ایک طرف تلواریں' خنجر' نیزے اور دیگر چیزیں رکھی تھیں۔ جنگلیوں نے مجھے الٹا لٹکا دیا اور پھر ایک جنگلی نے کوڑا ہوا میں لہرایا اور میری پیٹھ پر دے مارا۔ میں شدت درد سے چیخ اٹھا۔ وہی آدمی غار میں داخل ہوا جس نے شیر کو ہمارے پاس بھیجا تھا۔ وہ میرے قریب آ کر بولا۔ "کچھ ہوش ٹھکانے آئے تمہارے؟" "آخر تمہاری ملکہ مجھ سے کیا چاہتی ہے؟" میں نے اس آدمی سے پوچھا۔

"یہ تو میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چاہتی ہے...... میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم نے اس کی بات ماننے سے انکار کیا ہے اور میں نے تمہیں اذیتیں دینی ہیں۔" اس آدمی نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

میں نے سوچا کہ اگر میں ملکہ کی بات ماننے سے انکار کروں گا تو نہ جانے کیا کیا اذیتیں سہنی پڑیں گی۔ اس لیے بہتر ہے کہ میں ابھی اس آدمی سے کہہ دوں کہ میں ملکہ کی بات ماننے کے لیے تیار ہوں۔ اگر ملکہ کوئی مناسب بات کہتی تو اسے مان لینے میں کوئی حرج نہیں تھا اور اگر کوئی غلط بات کہتی تو میں انکار کی بجائے اس کام سے کسی طرح جان چھڑا سکتا تھا۔ اس طرح میں کوڑوں اور دیگر اذیتوں سے بچ سکتا تھا۔"

اس آدمی نے کوڑے والے آدمی سے کچھ کہا تو کوڑے والے جنگلی نے ایک بار پھر کوڑا ہوا میں لہرایا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوڑا میری پیٹھ پر مارتا میں نے چیخ کر کہا۔

"رک جاؤ...... میں ملکہ کی بات ماننے کے لیے تیار ہوں۔"

کوڑے والا شخص رک گیا۔ دوسرا شخص ایک زوردار قہقہہ لگانے کے بعد مجھ سے بولا۔

"تم بہت کمزور انسان ہو...... صرف کوڑے کو دیکھ کر ہی تمہارے ہوش ٹھکانے آ گئے لیکن میں

تمہارا پیام ابھی ملکہ تک نہیں پہنچاؤں گا بلکہ ابھی تمہیں مار پڑے گی۔ تاکہ آئندہ کبھی تم ملکہ کے حکم سے انکار کے بارے میں سوچو بھی نہیں۔" اس آدمی نے کوڑے والے کو اشارہ کیا تو کوڑے والے نے ہوا میں زور سے ہاتھ لہرانے کے بعد کوڑا میری پیٹھ پر مار دیا۔ میری ایک اور چیخ فضا میں بکھر گئی۔ کوڑے والا رکا نہیں بلکہ اس نے لگاتار کئی مرتبہ کوڑا مجھے مارا میں چیختا رہا۔ میری قوت برداشت جواب دے گئی اور مزید کچھ کوڑے کھانے کے بعد میں بے ہوش ہو گیا۔

☆..........☆..........☆

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

جب مجھے ہوش آیا تو کافی پانی میرے چہرے پر پڑا ہوا تھا اور کوئی میرے چہرے پر پانی کے مز
چھینٹے مار رہا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ میرے اوپر ایک جنگلی جھکا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا' جس میں سے پانی نکال کر وہ میرے منہ پر چھینٹے مار رہا تھا۔ اس نے مجھے آنکھیں کھولتے دیکھا اپنا ہاتھ روک لیا۔ پھر اس نے مڑ کر کسی اجنبی زبان میں کچھ کہا تو وہی آدمی جس نے ہمارے پاس شیر بھیجا تھا میرے قریب آگیا۔ کچھ دیر وہ مجھے دیکھتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔ "میں نے تمہارا پیغام ملکہ کو دے د ہے۔" وہ کچھ دیر میری طرف دیکھتا رہا۔ شاید اسے امید تھی کہ میں کوئی بات کروں گا۔ مجھے خاموش دیکھ کر وہ بولا۔ "...... ملکہ کا کہنا ہے کہ تمہیں اس کی خدمت میں پیش کیا جائے...... اٹھ جاؤ تم۔" میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس آدمی سے بولا۔ "کیا تم مجھے پینے کے لیے پانی دے سکتے ہو؟"

"ہاں ہاں...... جتنا چاہے پانی پیو...... اب تمہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی کیونکہ ہماری ملکہ کا حکم ماننے کے لیے تیار ہو۔"

اس آدمی نے جنگلی کو اجنبی زبان میں کچھ کہا۔ وہ جنگلی بھاگتا ہوا چلا گیا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا۔ اس نے وہ پیالہ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے پیالہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور منہ سے لگا لیا۔ میں پیالہ منہ سے ہٹائے بغیر سارا پانی پی گیا۔ پانی پیٹ میں اترنے کے بعد مجھے اپنے جسم میں توانائی محسوس ہوئی۔ میں نے پیالہ جنگلی کو دے دیا تو وہ وہاں سے چلا گیا۔ میرے قریب کھڑا آدمی مجھ سے بولا۔ "اب تم میرے ساتھ آؤ۔" وہ مجھے لے کر غار سے باہر آگیا۔ باہر اب بھی اندھیرا تھا۔ اندازہ ہو رہا تھا کہ رات ابھی زیادہ نہیں گزری ہے۔ کچھ دیر بعد ہم دونوں اس غار میں گئے جہاں پہلی مرتبہ ملکہ کے سامنے ہمیں پیش کیا گیا تھا۔ ملکہ چبوترے پر موجود تھی۔ اس نے مجھ سے کہا۔ "کیا تم میری بات ماننے کے لیے تیار ہو؟"

"ہاں میں تیار ہوں...... تم بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا بات منوانا چاہتی ہو؟" میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بعد اس سے پوچھا۔

وہ مسکرا کر بولی۔ "یہاں آؤ میرے پاس۔"

میں چبوترے کے بالکل قریب چلا گیا۔ ملکہ نے مجھے اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا تو میں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بولا۔ "مجھے بھوک نہیں ہے۔"

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

ملکہ میری بات سن کر مسکرائی اور بولی۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو...... تمہیں بھوک لگی ہے لیکن تم پریشان زیادہ ہو۔ اس لیے تمہیں بھوک کا احساس نہیں ہوا...... کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

وہ واقعی سچ کہہ رہی تھی۔ مجھے بھوک تو لگ رہی تھی لیکن میں مختلف باتوں کی وجہ سے پریشان تھا۔ اس لیے بھوک کا احساس بہت کم تھا لیکن یہ حقیقت تھی اگر مجھے ابھی کھانا مل جاتا تو میں خوب ڈٹ کر کھاتا۔ "مجھے کچھ بھوک ہے۔"

میں نے عورت سے کہا۔ وہ میری بات پر دھیرے سے ہنس دی۔ پھر اس نے ایک جنگلی سے اجنبی زبان میں کچھ کہا تو وہ بھاگتا ہوا غار سے باہر چلا گیا۔

"میرے ساتھی کہاں ہیں؟" میں نے قدرے پریشان کن لہجے میں ملکہ سے پوچھا۔

"وہ ٹھیک ہیں...... تم ان کی فکر نہ کرو۔" ملکہ نے جواب دیا۔

"وہ دونوں کہاں ہیں؟ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے ملکہ سے کہا۔

"میں نے تم سے کہہ دیا کہ وہ خیریت سے ہیں اور تمہیں ان کے بارے میں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے...... رہی بات ان سے ملنے کی تو صبح میں تمہاری ملاقات ان سے کروا دوں گی۔" ملکہ نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔

"اچھا آؤ اب میرے ساتھ۔" ملکہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ وہ مجھے لے کر ایک چھوٹی سے غار میں آ گئی۔ یہ غار بہت خوبصورتی سے سجائی گئی تھی۔ زمین پر قالین بچھا ہوا تھا۔ جس پر ایک جانب شیر کی کھال بڑی خوبصورتی سے کاٹ کر بچھائی گئی تھی' دیواروں پر شیروں اور دیگر جنگلی جانوروں کے سر لگے ہوئے تھے۔ کئی دیے جل رہے تھے۔

"آؤ یہاں بیٹھتے ہیں۔" ملکہ نے شیر کی کھال کی جانب بڑھتے ہوئے کہا۔ ہم دونوں اس پر بیٹھ گئے۔ "تمہیں یہ غار پسند آیا...... یہ میری آرام گاہ ہے۔ یہاں کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہے...... یہاں صرف وہ آ سکتا ہے جسے میں آنے کی جازت دوں۔"

"تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے ملکہ سے پوچھا۔

"میں جنگل کی ملکہ ہوں۔ یہاں پر صرف اور صرف میرا حکم چلتا ہے...... میرا کوئی نام نہیں ہے تم مجھے ملکہ کہہ سکتے ہو۔" ملکہ نے جواب دیا۔

ملکہ نے کہا اور بے ہودہ انداز میں میرے سامنے لیٹ گئی۔ پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا تم بھی لیٹ جاؤ۔ مجھے اس کی نیت اچھی نہیں لگ رہی تھی میں اس کے ساتھ نہیں لیٹنا چاہتا تھا اور نہ ہی اس کی کسی غلط خواہش کی تکمیل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا۔

"کیا تم مجھے پانی پلا سکتی ہو؟" "ہاں کیوں نہیں۔" ملکہ نے کہا اور اپنے دونوں ہاتھ ہونٹوں کے گرد رکھ کر ایک عجیب سی آواز نکالی۔ کچھ ہی دیر بعد ایک جنگلی اندر داخل ہوا۔ ملکہ نے کسی اجنبی زبان میں اس سے کچھ کہا تو وہ باہر چلا گیا اور پھر کچھ ہی دیر بعد وہ واپس آگیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ اور اک بڑا برتن تھا۔ اس نے دونوں چیزیں ہمارے سامنے رکھ دیں اور واپس چلا گیا۔

ملکہ نے برتن میں سے پانی پیالے میں ڈالا اور میری طرف بڑھا دیا۔ میں پانی پیتے ہوئے سوچنے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

لگا کہ ملکہ سے کیا بہانہ کیا جائے کہ اس کے ساتھ نہ لیٹنا پڑے۔ پھر اچانک میرے ذہن میں ایک بہترین بہانہ آ گیا۔ میں نے سوچ لیا کہ میں لیٹنے کے فوراً بعد اٹھ جاؤں گا اور ملکہ سے کہوں گا کہ کوڑے لگنے کی وجہ سے میرے جسم میں درد ہو رہا ہے اس لیے میں لیٹ نہیں سکتا۔ میں نے پانی پینے کے بعد پیالہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ ملکہ نے پیالہ اور برتن ایک طرف رکھ دیا اور پھر لیٹ گئی۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ "اب تو پانی بھی پی لیا ہے اب آرام سے لیٹ جاؤ۔"

میں نے چہرے پر ایسے تاثرات بنائے جیسے میں اس کے ساتھ لیٹنے میں خوشی محسوس کر رہا ہوں لیکن جونہی میری پیٹھ زمین سے لگی میں چیخ پڑا اور دوبارہ بیٹھ گیا۔

"کیا ہوا تمہیں؟" ملکہ نے بھنویں سکیڑ کر پریشان لہجے میں پوچھا۔ وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"تم نے مجھے کوڑے لگوائے تھے۔ اب میری پیٹھ میں درد ہو رہا ہے۔" میں نے اپنے چہرے پر تکلیف کے تاثرات بناتے ہوئے اسے بتایا۔

"اگر تم پہلے ہی میری بات مان لیتے تو تمہیں کوڑے نہیں کھانے پڑتے...... اب میں تمہاری پیٹھ پر ایک مرہم لگا دیتی ہوں جس سے صبح تک کافی حد تک ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

ملکہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر وہ باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ کم از کم آج کی رات تو میں اس کے ساتھ نہیں لیٹوں گا کچھ دیر بعد ملکہ واپس آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا اس نے کہا۔

"تم لیٹ جاؤ...... میں مرہم لگا دیتی ہوں۔"

میں اوندھا ہو کر لیٹ گیا اور ملکہ نے میری پیٹھ پر مرہم لگا دیا۔ "اب تم یونہی لیٹے رہنا تاکہ مرہم اچھی طرح تمہارے جسم میں جذب ہو جائے۔" پھر وہ غار سے باہر چلی گئی کچھ دیر بعد آ کر میرے قریب ہی لیٹ گئی اور بولی۔

"کیا تم شادی شدہ ہو؟" "ہاں...... میرے دو بچے ہیں۔" میں نے جھوٹ بولا۔

"تم یہاں جنگل میں کس کی تلاش میں آئے تھے؟" ملکہ نے پوچھا۔

"میری کسی سے دشمنی نہیں ہے اور نہ ہی میں کسی کی تلاش میں آیا ہوں۔ دراصل میرے ساتھیوں کی دشمنی ہے کسی سے۔ وہی مجھے ساتھ لے کر آئے ہیں۔" میں نے جھوٹ بولا تاکہ ملکہ کا زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل کر سکوں۔

"کیا تمہارے ساتھیوں نے تمہیں نہیں بتایا کہ وہ کس دشمن کی تلاش میں جنگل میں جا رہے ہیں؟" ملکہ نے پوچھا۔

"میرے دوستوں کے ایک ساتھی کو ایک شخص نے قتل کر دیا تھا۔ یہ لوگ اس کی تلاش میں تھے۔ پھر کسی نے بتایا کہ وہ قاتل یہاں جنگل میں چھپا ہوا ہے۔" میں نے بتایا۔

"تو کیا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ نہیں رہتے ہو؟" ملکہ نے پوچھا۔

"میں ان کے ساتھ نہیں رہتا...... بس یونہی میری تھوڑی بہت ان سے دوستی ہے۔ میری عادت ہے کہ دوستوں کی بھرپور مدد کرتا ہوں۔ اسی لیے میں ان کے ساتھ قاتل کی

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

تلاش میں جنگل میں آ گیا۔" میں نے ملکہ کو بتایا۔ "اگر اس دوران وہ قاتل تمہیں مار دے تو......؟" ملکہ نے مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔

"مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے...... میں اپنے دوستوں کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ پھر کچھ توقف کے بعد میں نے اس سے کہا۔ "تم کہہ رہی تھیں کہ تم میرے ساتھیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کرو گی...... کیا تم انہیں موقع نہیں دے سکتیں کہ وہ اپنے دشمن کو ٹھکانے لگا دیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہم تمہارے ساتھیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ اس کے بعد ہم لوگ یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"تمہیں تو اب میں کہیں نہیں جانے دوں گی۔" ملکہ نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن کیوں؟" میں نے پوچھا "بس جو چیز مجھے پسند آ جائے میں ہمیشہ اسے اپنے پاس رکھنا چاہتی ہوں۔" ملکہ نے جواب دیا۔

"لیکن میرے بیوی بچوں کا کیا بنے گا؟" میں نے پریشان لہجے میں کہا۔ میری بات سن کر ملکہ نے ایک قہقہہ لگایا اور بولی۔

"یہ تو تمہیں جنگل میں آنے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا۔ تم پہلے ہی مجھ سے کہہ چکے ہو کہ اپنے دوستوں کی خاطر تم اپنی جان بھی دے سکتے ہو۔ سوچو اگر تم مارے جاتے تو تمہارے بیوی بچوں کا کیا ہوتا...... بس یوں سمجھو کہ تم مارے جا چکے ہو اور اب باہر کی دنیا سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے...... اب تم ہمیشہ میرے ساتھ رہو گے۔" ملکہ نے کہا۔ اس نے مجھے میری ہی بات میں پھنسا لیا تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد میں نے کہا۔

"اگر میں مارا جاتا تو اور بات تھی لیکن میں زندہ رہوں گا تو یقیناً مجھے اپنے بیوی بچوں اور دوسرے گھر والوں کی یاد آئے گی۔" میں نے اداس لہجے میں کہا۔

"کچھ بھی ہو...... اس معاملے میں' میں تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کر سکتی۔ اگر تم چلے جاؤ گے تو مجھے یاد آتے رہو گے اور میں تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکتی۔" ملکہ نے کہا۔

میں اس کی بات سن کر خاموش ہو گیا اور سوچنے لگا کہ یہ عورت بھی کسی مصیبت سے کم نہیں ہے۔ کسی طرح قابو میں ہی نہیں آتی ہے' بس اپنی مرضی چلاتی ہے۔ میں نے سوچا کہ آخر وہ کیوں اپنی مرضی نہیں چلائے گی۔ اس کی حکومت ہے اور پھر ہم اس کی قید میں ہیں۔ یہ تو اچھا ہوا کہ وہ مجھ پر فریفتہ ہو گئی تھی ورنہ اب تک تو وہ ہمارے ساتھ نہ جانے کیا کچھ کر چکی ہوتی۔ مجھے ہلکی ہلکی نیند آنے لگی۔

"کیا تمہیں نیند آ رہی ہے؟" ملکہ نے میری بوجھل آنکھیں دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں...... اگر تم اجازت دو تو میں سو جاؤں؟" میں نے کہا۔

ملکہ میری بات سن کر مسکرائی اور بولی۔ "تمہیں سونے' کھانے' پینے' چلنے پھرنے کی مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تمہارا بہت شکریہ کہ تم نے مجھے اتنا اختیار تو دے دیا ورنہ میں تو سوچ رہا تھا کہ مجھے ہر بات کی

تم سے اجازت لینی پڑے گی۔" میں نے مسکرا کر کہا تو ملکہ بھی مسکرا دی۔ پھر میں نے آنکھیں مو
لیں اور نہ جانے کس وقت سو گیا۔

صبح جب میں اٹھا تو غار میں کوئی نہیں تھا۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنی پیٹھ پر ہاتھ مار
دیکھا۔ اب درد کافی حد تک ختم ہو چکا تھا۔ ملکہ غار میں داخل ہوئی۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔ "تم ک
جاگے؟"

"بس ابھی کچھ ہی دیر پہلے جاگا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

ملکہ نے اپنے دونوں ہاتھ ہونٹوں کے گرد رکھ کر زور دار آواز نکالی تو ایک جنگلی بھاگتا ہوا اند
داخل ہوا۔ ملکہ نے اس سے کسی اجنبی زبان میں کچھ کہا تو وہ بھاگتا ہوا باہر چلا گیا۔ ملکہ میرے قریب آ
بیٹھ گئی۔

"تم نے کہا تھا کہ صبح ہونے پر کوئی راز بتاؤ گی۔" میں نے کہا۔

"تم ناشتہ کر لو اس کے بعد تمہیں سب کچھ پتہ چل جائے گا۔" ملکہ نے کہا۔

اس کے چہرے پر بڑے عجیب تاثرات تھے۔

کچھ ہی دیر بعد جنگلی غار میں واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ برتن تھے۔ اس نے برتن سا
رکھ دیئے اور چلا گیا۔ ایک پیالے میں دودھ تھا اور دوسرے برتنوں میں ویسا ہی گوشت جیسا کہ رات
میں نے کھایا تھا۔

ملکہ سے پوچھا۔ "تم جب اس جنگل میں رہتی ہو تو اتنی اچھی اردو کیسے بول لیتی ہو؟" "
انگلش بھی بول سکتی ہوں...... یہ زبانیں سیکھنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ مجھے اکثر مختلف کاموں کی وجہ
شہروں میں جانا پڑتا ہے۔" ملکہ نے بتایا۔

"وہاں تمہیں کیا کام ہوتے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"یہ باتیں رہنے دو ابھی تو تم ناشتہ کرو۔" ملکہ نے مسکرا کر کہا اور میں ناشتے کی طرف مت
ہو گیا۔

"کچھ دیر بعد باہر سے ڈھول بجنے کی آواز آنے لگی۔ "یہ ڈھول کیوں بج رہا ہے؟" میں نے
سے پوچھا۔

"تم ناشتہ کر لو تو باہر چلتے ہیں وہاں تمہیں سب کچھ پتہ چل جائے گا۔" ملکہ نے کہا تو میں بولا

"بس میں نے ناشتہ کر لیا۔" "پھر آؤ میرے ساتھ۔" ملکہ اٹھتے ہوئے بولی۔

میں بھی اٹھ گیا۔ پھر ہم دونوں غار سے باہر آ گئے۔ میں نے دیکھا کہ سامنے میدان میں کئی جن
ناچ رہے تھے اور ایک جنگلی ڈھول بجا رہا تھا۔ پھر میری نظر ایک جانب دیگ پر پڑی جس کے نیچے آ
جل رہی تھی۔ وہ دیگ بہت بڑی تھی۔ تیمور صاحب زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے جبکہ براؤنی کا
بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ میرے جسم میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی۔ مجھے تیمور صاحب کی بات یا
گئی کہ یہ جنگلی آدم خور ہوتے ہیں۔ اپنے سامنے موجود منظر دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ جنگلی آدم
[illegible] پوچھا۔ "یہ سب کیا ہے؟"

"یہ تمہارے ساتھیوں کو پکانے کی تیاری ہو رہی ہے انہیں کھا کر میرے قبیلے والے بہت خوش
ہوں گے۔" ملکہ نے جذبات سے عاری لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن...... کیا تمہیں انہیں معاف نہیں کر سکتیں؟" میں نے ایک بار پھر پریشان لہجے میں ملکہ
سے پوچھا۔

"یہ ممکن نہیں ہے...... اتنی مشکل سے تو تم لوگوں کو اس جنگل میں لایا گیا ہے۔ تم شیطان کے
جس ساتھی کی تلاش میں یہاں آئے تھے وہ میرا آقا ہے۔" ملکہ نے بتایا تو کچھ دیر کے لیے میری سوچنے
سمجھنے کی صلاحیتیں ختم ہو گئیں۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔

"تم نے کہا کہ ہم لوگوں کو اس جنگل میں لایا گیا ہے...... یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

ملکہ دھیرے سے ہنس کر بولی۔ "یہی تو وہ راز ہے جو میں نے تمہیں بتانے کا وعدہ کیا تھا...... تم
دیکھ رہے ہو کہ تمہارا چوتھا ساتھی یہاں نہیں ہے۔"

"ہاں...... وہ کہاں ہے؟" میں نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

"دراصل وہ تمہارا نہیں بلکہ میرا ساتھی ہے۔" ملکہ نے کہا۔

کچھ دیر کے لیے میری زبان گنگ ہو گئی۔ پھر حیرت سے میں نے اس سے پوچھا۔

"کیا مطلب تمہارا ساتھی ہے؟"

"ہاں...... وہ اصلی ہوشا نہیں ہے...... اصلی ہوشا تو شہر میں اپنی جھونپڑی میں موجود ہے اور اس
کا دماغ میں نے مفلوج کر دیا ہے جو ہوشا تم لوگوں کو یہاں لایا ہے۔ اسے میں نے تم لوگوں کے پاس بھیجا
تھا...... اب سے کچھ دیر بعد تمہارے ساتھیوں کو دیگوں میں ڈال دیا جائے گا۔ جبکہ ایک ہفتے تک میں'
تمہیں اپنی مرضی کے مطابق اپنے پاس رکھوں گی۔ اس کے بعد ہم لوگ تمہیں بھی پکا کر کھا جائیں
گے۔" ملکہ نے خوفناک انداز میں کہا۔ میں حیرت و خوف سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

ملکہ نے رات کو تو کہا تھا کہ وہ ہمیشہ مجھے اپنے پاس رکھے گی لیکن اب وہ کہہ رہی تھی کہ وہ
لوگ ایک ہفتے کے بعد مجھے پکا کر کھا جائیں گے۔ میں نے ملکہ سے کہا۔ "رات میں تو تم کہہ رہی تھیں
کہ تم مجھے ساری زندگی اپنے ساتھ رکھو گی لیکن اب کیوں کہہ رہی ہو کہ مجھے ایک ہفتے بعد پکا کر کھایا
جائے گا؟"

ملکہ نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا اور بولی میری مرضی میں جو کہوں جو کروں' میں یہاں کی ملکہ
ہوں یہاں میری مرضی چلتی ہے...... رات میں میرا ارادہ تھا کہ تمہیں ساری زندگی اپنے ساتھ رکھوں
گی۔ اس لیے کہ تم ایک خوبصورت اور بھرپور نوجوان ہو لیکن اب میرا ارادہ بدل گیا ہے...... اب میں
نے فیصلہ کیا ہے کہ تقریباً ایک ہفتے تک تمہیں اپنے ساتھ رکھنے کے بعد تمہیں بھی پکا کر کھا لیا جائے۔
میرا ارادہ بدل جانے کی وجہ یہ ہے کہ میں سمجھتی ہوں کہ ایک ہفتے یا دس بارہ دن کے بعد میں تم سے
بور ہو جاؤں گی اگر میں تم سے بور نہ ہوئی تو ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں زیادہ عرصے تک اپنے ساتھ
رکھوں۔"

میں نے کچھ نہیں کہا اور سامنے میدان کا منظر دیکھنے لگا۔ ڈھول بج رہا تھا اور جنگلی رقص کر

رہے تھے۔ یہ سب کچھ میں نے کہانیوں وغیرہ میں پڑھا تھا لیکن اب اپنے سامنے یہ منظر دیکھ کر مجھے کچھ کچھ شک ہو رہا تھا کہ میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ مجھے پوری طرح یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اس وقت جو کچھ دیکھ رہا ہوں جو کچھ سن رہا ہوں وہ حقیقت ہے۔

"تم کن سوچوں میں ڈوب گئے؟" مجھے سوچتے ہوئے دیکھ کر ملکہ طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

میں نے چونکتے ہوئے جواب دیا...... "میں سوچ رہا ہوں کہ......" میں اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"ہاں ہاں کہو...... رک کیوں گئے؟" ملکہ نے بھنویں سکیڑ کر پوچھا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ تم نہ جانے کیوں ان جنگلوں میں اپنی زندگی خراب کر رہی ہو...... تم اگر چاہو تو دنیا کی تمام آسائشوں کے ساتھ کسی بھی اچھے شہر میں رہ سکتی ہو...... یہاں تو تم صرف جنگل میں ملکہ بن کر رہتی ہو جو کوئی بڑی بات نہیں ہے جبکہ اگر تم کسی شہر میں رہو اور تھوڑی سی کوشش کرو تو کسی بھی ملک کی ملکہ بن سکتی ہو اور پوری دنیا میں اپنا مقام بنا سکتی ہو۔" میں نے اسے لالچ دینے کی کوشش کی لیکن میں جانتا تھا کہ میری باتوں میں کوئی خاص وزن نہیں ہے اور وہ میری باتوں کو مسترد کر دے گی لیکن مجھے تھوڑی سی امید تھی کہ شاید وہ میری باتوں میں دلچسپی لے۔ ملکہ میرے خاموش ہونے پر میرے چہرے کی طرف غور سے دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھیں دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کچھ سوچ رہی ہے۔ کچھ دیر بعد وہ بولی۔ "میں کیسے کسی ملک کی ملکہ بن سکتی ہوں؟"

ملکہ کی بات سن کر میرا دل خوشی سے اچھلنے لگا۔ مجھے زیادہ یقین نہیں تھا کہ ملکہ میری بات میں کسی خاص دلچسپی کا مظاہرہ کرے گی لیکن اسے اپنی بات میں دل چسپی لیتے ہوئے دیکھ کر میں بے حد خوش ہو رہا تھا۔ میں نے کہا۔ "تم بہت سے علوم جانتی ہو۔ اس کے علاوہ تم ایک نڈر اور بے باک عورت ہو اور ساتھ خوبصورت بھی ہو...... یہ تمام باتیں سیاست میں تمہاری کامیابی کی ضمانت بن سکتی ہیں۔ تم اپنی ایک سیاسی جماعت بنا کر اپنی مقاصد حاصل کر سکتی ہو۔"

"یہ سب کچھ اتنا آسان تو نہیں ہے" ملکہ نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "ہاں...... آسان تو نہیں ہے لیکن بہت مشکل بھی نہیں ہے۔" میں نے اس کی بات کی تائید کرنے کے بعد اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔ وہ کچھ دیر سوچنے کے بعد بولی۔ "اچھا ذرا تم مجھے بتاؤ کہ یہ سب کچھ کس طرح آسان ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا تم کسی ملک کی شہریت رکھتی ہو؟" "ہاں...... میں بنگلہ دیش کی شہریت رکھتی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ "بس تو پھر مسئلہ ہی حل ہو گیا...... تم بنگلہ دیش میں آسانی سے اپنی سیاسی جماعت بنا سکتی ہو...... تم اگر چاہو تو میں اس سلسلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔"

میری بات سن کر ملکہ نے ایک خوفناک قہقہہ لگایا اور بولی۔ "یہ سب کچھ تم اپنی جان بچانے کے لیے کہہ رہے ہو...... اگر میں تمہاری بات مان جاؤں تو موقع ملتے ہی تم میرا کام تمام کر دو گے...... میں تمہاری باتوں میں آنے والی نہیں اور مجھے کسی ملک کی ملکہ بننے سے کوئی خاص دلچسپی بھی نہیں ہے...... میں تو تم سے اس موضوع پر اس لیے بات کر رہی تھی کہ شاید تم مجھے کسی ملک کی ملکہ بننے کی کوئی آسان ترکیب بتا دو لیکن تم صرف اور صرف اپنی جان بچانے کے لیے مجھے سنہری خواب دکھا رہے ہو۔"

میں اس کی بات سن کر مایوس ہو گیا اور سوچنے لگا کہ ملکہ واقعی عیار اور مکار عورت ہے اور وہ کسی قسم کے لالچ میں نہیں آئے گی۔ میں نے اس سے کہا۔ "کیا کوئی ایسی صورت ایسی شرط ہے کہ میں اور میرے ساتھی زندہ رہ سکیں؟"

"ایک صورت ہے۔" ملکہ نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "وہ کیا؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔ "تم سب شیطان کے پجاری بن جاؤ۔" ملکہ نے جواب دیا۔ اس کی بات سن کر میں سوچ میں پڑ گیا۔ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی ایسا ہونا ممکن نہیں تھا۔ میں کسی قیمت پر اپنا ایمان نہیں بدل سکتا تھا اور مجھے یقین تھا کہ میرے ساتھی بھی ملکہ کی بات نہیں مانیں گے۔ مجھے سوچ میں ڈوبے دیکھ کر ملکہ مسکراتے ہوئے بولی۔ "کس سوچ میں پڑ گئے؟ تمہارے زندہ رہنے کی جو شرط میں نے تمہیں بتائی ہے۔ شاید تم اسے پورا نہیں کر سکتے اس لیے پریشان ہو۔" ملکہ میرے دل کی بات سمجھ چکی تھی۔

میں نے سوچا کہ یہ بات تو طے ہے کہ میں کبھی بھی شیطان کا پجاری نہیں بنوں گا لیکن ملکہ سے جھوٹ بولا جائے تاکہ کچھ وقت مل جائے۔ اس دوران ہو سکتا ہے کہ کوئی فرار کی یا پھر ملکہ کو ختم کرنے کی صورت نکل آئے۔ میں نے ملکہ سے کہا۔ "میں تو تمہاری شرط ماننے کے لیے تیار ہوں لیکن اس سلسلے میں مجھ کو اپنے ساتھیوں کی رائے لینی پڑے گی۔ اس کے لیے تمہیں مجھے ان سے تنہائی میں بات چیت کا موقع دینا ہو گا تاکہ میں انہیں قائل کر سکوں۔"

ملکہ چند لمحے سوچنے کے بعد بولی۔ "ٹھیک ہے...... میں تمہیں موقع دوں گی لیکن یاد رکھو تمہارا جو ساتھی بھی میری بات ماننے سے انکار کرے گا۔ میں اسے فوراً موت کے گھاٹ اتار دوں گی۔" "ٹھیک ہے تم مجھے ان سے بات چیت کا موقع دو۔" میں نے کہا تو ملکہ نے کسی اجنبی زبان میں دور کھڑے ایک جنگلی سے کچھ کہا۔ وہ بھاگتا ہوا ہمارے قریب آ گیا۔ ملکہ نے اس سے مزید کچھ کہا تو وہ گردن ہلاتا ہوا تیمور صاحب کی طرف چلا گیا۔ اس نے ناچتے ہوئی جنگلیوں سے کچھ کہا تو وہ سب خاموش ہو کر ایک جانب چلے گئے اور ڈھول بجانے والے جنگلی نے ڈھول بجانا بند کر دیا۔ جنگلی نے تیمور صاحب کی زنجیریں کھول دیں۔ ملکہ مجھ سے بولی۔ "تمہارا ایک ساتھی تو تقریباً ختم ہے...... اگر ایک دو روز میں اس کی روح اس کے جسم میں نہیں آئی تو اس کا جسم خراب بھی ہو سکتا ہے۔" "اس کا مطلب ہے کہ تم سب کچھ جانتی ہو۔ اچھا یہ بتاؤ کہ برلویش کی روح مرضی سے ہی اپنے جسم میں واپس آئے گی یا ہم بھی اسے بلا سکتے ہیں؟" میں نے ملکہ سے پوچھا۔ میں چاہتا تھا کہ برلویش اپنے جسم میں آ جائے تاکہ میں اس سے بات کر سکوں تو یوں اس کا جسم بھی محفوظ رہ سکتا تھا۔ "تم تو اسے نہیں بلا سکتے۔ البتہ میں اس سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ اپنے جسم میں آ جائے۔"

ملکہ نے کہا۔ "تو پھر تم اسے کہہ کر وہ جلد از جلد اپنے جسم میں آ جائے تاکہ میں اس سے بات چیت کر سکوں۔" میں نے ملکہ سے کہا۔ ملکہ نے آنکھیں بند کر لیں اور کچھ بڑبڑانے لگی۔ کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے بولی۔ "میں نے تمہارے ساتھی تک تمہارا پیغام پہنچا دیا ہے۔ وہ یہاں سے بہت دور ہے۔" "کیا کہا اس نے؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔ "وہ اپنے جسم میں آنے کے لیے راضی ہے۔" ملکہ نے بتایا۔ "تو پھر اسے کہو کہ جلدی سے اپنے جسم۔" میں نے اتنا ہی کہا تھا کہ

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

برلویف کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور چند لمحوں بعد وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ملکہ میری طرف دیکھ کر بولی
"میں جا رہی ہوں تم سب آپس میں مشورہ کر لو۔"

"لیکن تمہارے جانے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ میرا مطلب ہے کہ تم تو دور رہ کر بھی عملیات وغیرہ کے ذریعے ہماری باتیں سن سکتی ہو۔" میں نے خدشہ ظاہر کیا۔ ملکہ مسکرا کر بولی۔

"...... تم بے فکر رہو...... اگر میں ایسا کروں گی تو اسے فوراً پتہ چل جائے گا۔" ملکہ کا اشارہ برلویف کی طرف تھا۔ پھر وہ اپنے غار کی طرف چلی گئی۔

"یہ سب کیا ہو گیا؟" تیمور صاحب پریشان لہجے میں بولے۔ پھر کچھ توقف کے بعد بولے "ہوشا کہاں ہے؟" میں نے کہا "ہوشا کو بھول جائیں۔" "کیا مطلب؟ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" تیمور صاحب نے حیرت اور پریشانی سے میری طرف دیکھا۔

"وہ ہمارا ساتھی نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "بھئی...... میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔" تیمور صاحب نے کہا۔ ان کے چہرے پر اب بھی پریشانی کے آثار موجود تھے۔ "وہ اصلی ہوشا نہیں ہے...... نے مجھے بتایا ہے کہ اصل ہوشا کراچی میں اپنی جھونپڑی میں قید ہے اور ہمیں یہاں تک لانے والا ہوشا نقلی تھا اور وہ ملکہ کا ساتھی ہے۔" میں نے بتایا تو تیمور صاحب حیرت سے میری طرف دیکھنے لگے۔ " کافی دیر اسی حالت میں بیٹھے رہے۔ "اس کا مطلب ہے کہ ہمیں باقاعدہ منصوبے کے تحت یہاں لایا گیا ہے۔"

"ہاں...... آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" میں نے کہا۔ تیمور صاحب اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے برلویف سے مخاطب ہوئے۔ "کیا تمہیں بھی پتہ نہیں چلا کہ ہمارے ساتھ آنے والا ہوشا اصلی نہیں ہے؟" "آپ ٹھیک کہتے ہیں...... مجھے بھی پتہ نہیں چل سکا کہ وہ نقلی ہے...... اس کا مطلب ہے وہ بہت بڑا عامل ہے جس نے اپنے علم اور عمل سے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ نقلی ہے۔" برلویف نے جواب دیا۔

"ملکہ نے ہمیں کیوں کھول دیا ہے؟" تیمور صاحب نے مجھ سے پوچھا۔ "وہ لوگ تو آپ کو پکا کر کھا جانا چاہتے تھے لیکن میں نے ملکہ سے پوچھا کہ کیا ہمارے زندہ رہنے کا کوئی امکان اور راستہ ہے تو اس نے ایک شرط عائد کر دی۔ میں نے بتایا۔ "شرط؟" تیمور صاحب نے بھنویں سکیڑ کر پوچھا۔ میں نے تیمور صاحب کی بات کا جواب دینے کی بجائے برلویف سے کہا۔ "برلویف ابھی تم نے بتایا کہ ہمیں یہاں تک لانے والا ہوشا بہت بڑا عامل ہے۔ جس نے اپنے آپ کو ظاہر نہیں ہونے دیا کہ وہ نقلی ہے تو کیا اب ملکہ ہماری باتیں نہیں سن رہی ہوگی کیونکہ وہ بھی بہت علم جانتی ہے؟" برلویف بولا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو...... ہو سکتا ہے وہ ہماری باتیں سن رہی ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم کوئی بات خفیہ طور پر نہیں کر سکتے۔" میں نے پریشانی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تم وہ شرط تو بتاؤ جو ملکہ نے رکھی ہے؟" تیمور صاحب نے مجھ سے پوچھا۔ "شرط یہ ہے کہ ہمیں شیطان کا پجاری بننا ہوگا۔"

تیمور صاحب اور برلویف پریشان ہو گئے۔ ہم تینوں سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ میں سوچ رہا تھا

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

کہ کس طرح ملکہ اور جنگلیوں کی قید سے نکلا جائے اور یقیناً تیمور صاحب اور برلویف بھی یہی کچھ سوچ رہے تھے۔ ہم لوگ آپس میں فرار کا کوئی منصوبہ بھی نہیں بنا سکتے تھے۔ کیونکہ ہمیں شک تھا ملکہ ہماری باتیں سن رہی ہوگی۔ میں نے قریب پڑی ایک چھوٹی سے لکڑی اٹھائی اور زمین پر لکھا۔ "کیا ملکہ ہمیں دیکھ بھی رہی ہوگی؟" برلویف نے میری طرف تعریفی نظروں سے دیکھا۔ پھر اس نے لکڑی میرے ہاتھ سے لی اور میری لکھی ہوئی عبارت مٹا کر لکھا۔ "ملکہ شاید ہمیں دیکھ نہیں سکتی' تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے برلویف کے ہاتھ سے لکڑی لی اور اس کی لکھی ہوئی عبارت زمین پر سے مٹا کر لکھا۔ "کچھ بھی ہو ہم شیطان کے پجاری نہیں بنیں گے اگر ہمیں دیکھ بھی رہی ہے تب بھی آخر تک ہمارا یہی فیصلہ رہے گا۔ تم لوگوں کیا خیال ہے؟" میں نے تیمور صاحب اور برلویف کی طرف دیکھا۔ ان دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "ہمیں ملکہ کی بات مان لینی چاہیے کیونکہ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے' تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟" "تم ٹھیک کہتے ہو' میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔" "لیکن برلویف کا پتہ نہیں وہ کیا سوچ رہا ہے؟" تیمور صاحب نے کہا۔ "میں سوچ رہا ہوں کہ میں پہلے بھی شیطان کے ساتھ رہ چکا ہوں لیکن اس نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ اگر وہ مجھ سے اچھا سلوک کرنے کا وعدہ کر لے تو میں اس کا ساتھی بن سکتا ہوں۔" یہ برلویف نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے ہمیں ملکہ کو بتا دینا چاہئے کہ ہم اس کی بات ماننے کے لیے تیار ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا۔ "آؤ چلو اس کے غار کی طرف چلتے ہیں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا تو تیمور صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر واپس بٹھا لیا اور بولے۔ "بیٹھ جاؤ...... وہ خود ابھی آ جائے گی۔" میں بیٹھ گیا اور ہم سب ملکہ کی غار کی طرف دیکھنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد وہ ہمیں آتی ہوئی نظر آئی۔ وہ ہمارے قریب پہنچ کر بولی۔ "تم لوگوں نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" برلویف نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "تم یقیناً ہمارا فیصلہ سن چکی ہو' مجھے یقین ہے کہ تم ہماری باتیں سن رہی تھی۔"

"میں نے تمہاری باتیں نہیں سنیں' یہ میں شیطان کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔" ملکہ نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔ "ویسے مجھے تم لوگوں کی باتیں سننے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ کیونکہ تم لوگ دو ہی فیصلے کر سکتے ہو۔ ایک تو یہ کہ تم میری بات ماننے کے لیے تیار ہو اور دوسرا یہ کہ میری بات ماننے کے لیے تیار نہیں۔ تیسری اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی اگر تم لوگوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم لوگ کسی وقت ہمیں دھوکا دو گے تو یہ تمہاری بھول ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ اب تم یہ بتاؤ کہ تم لوگوں نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"ہم تمہاری بات ماننے کے لیے تیار ہیں۔" تیمور صاحب نے ملکہ سے کہا۔ ملکہ کچھ دیر ہم تینوں کی طرف معنی خیزانداز میں دیکھتی رہی۔ پھر بولی۔ "ٹھیک ہے۔ میں فوری طور پر تم لوگوں کا امتحان لینا چاہتی ہوں...... آؤ میرے ساتھ۔" ہم تینوں اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے وہ ہمیں لے کے غار میں آئی۔ پھر اس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود چلی گئی۔ ہم تینوں نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیزانداز میں دیکھا اور زمین پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد ملکہ واپس آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں دھات کی بنی ہوئی ایک مورتی تھی جو یقیناً شیطان کی تھی۔ "اب تم لوگ اس کو سجدہ کرو۔" ملکہ نے مورتی ایک اونچی جگہ پر

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

رکھنے کے بعد کہا۔ ہمارے امتحان کا وقت آ چکا تھا۔ جب ہم نے میدان میں ملکہ کے سامنے شیطان پجاری بننے کی ہای بھری تھی۔ اس وقت شاید ہم تینوں کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ ملکہ اتنی جلد ہمارا امتحان لے لے گی۔ مجھے تو امید تھی کہ شاید وہ ہمیں اصلی شیطان کے سامنے پیش کرے گی اور اس کے لیے شاید ہمیں کچھ وقت مل جائے ؛ لیکن اب ملکہ نے فوری طور پر شیطان کی مورتی ہمارے سامنے لا کر رکھ دی تھی۔ "ہم میں سے سب سے پہلے کسے سجدہ کرنا چاہیے؟" میں نے ملکہ سے پوچھا۔ "کوئی بھی آگے آ جائے اور اگر تم لوگ چاہو تو تینوں اکٹھے ساتھ۔" ابھی ملکہ نے اتنا ہی کہا تھا کہ میں نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ وہ میرے اچانک حملے سے گھبرا گئی۔ میں نے اسے زمین پر گرا دیا اور بلا تاخیر اس کی کمر کے ساتھ لگا خنجر نکال کر اس کی گردن پر رکھ دیا۔ "یہ تم کیا بے وقوفی کر رہے ہو؟" ملکہ نے غضبناک انداز میں کہا۔ "کوئی بے وقوفی نہیں کر رہا ہوں..... میں جو کچھ کر رہا ہوں' وہ بالکل ٹھیک ہے..... میں کسی قیمت پر اپنا ایمان نہیں بدل سکتا اور نہ ہی میرے ساتھی ایسا کر سکتے ہیں۔ ہم اپنے ایمان کی خاطر اپنی جان بھی دے سکتے ہیں۔" اچانک مجھے خیال آیا کہ ملکہ کچھ بھی عمل پڑھ کر مجھ پر قابو پا سکتی ہے اور اب میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ مجھے یا میرے ساتھیوں کو گرفت میں لے۔ کیونکہ اگر اب ہم اس کی گرفت میں آ جاتے تو وہ ہمارے ساتھ بالکل رعایت نہیں کرتی اور ہمیں موت کے گھاٹ اتار دیتی۔ میں نے تیز دھار خنجر سے ملکہ کا گلا کاٹ دیا۔ خون کی تیز دھاریں نکل کر میرے چہرے اور کپڑوں کو رنگین کرنے لگیں اور ملکہ کی کٹی گردن سے عجیب و غریب آوازیں نکلنے لگیں۔ کچھ دیر میں ملکہ کا جسم ٹھنڈا ہو گیا۔ میں نے تیمور صاحب اور برلویض کی طرف دیکھا۔ وہ حیران پریشان میری طرف دیکھ رہے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ ان کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات بھی تھے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ میرے فعل سے مطمئن ہیں لیکن وہ لوگ شاید آنے والے وقت کی وجہ سے پریشان تھے۔ ملکہ کا قتل کوئی معمولی بات نہیں تھا۔ غار کے باہر یقیناً بہت سے جنگلی موجود تھے جن کی نظروں سے بچ کر نکل جانا ہمارے لیے ممکن نہیں تھا۔ "اب کیا کریں؟" میں نے ملکہ کا جسم زمین پر ڈالنے کے بعد برلویض اور تیمور صاحب سے پوچھا۔ "اب ہم لوگوں کا یہاں سے بچ نکلنا بہت مشکل ہے۔" تیمور صاحب نے خیال ظاہر کیا۔

"لیکن ہمیں یہاں سے فرار ہونے کی بھرپور کوشش کرنی ہے۔ اگر ہم زیادہ دیر غار میں رہیں گے تو یقیناً کوئی نہ کوئی اندر آ جائے گا اور اس کے بعد......"

"تو پھر کیا کیا جائے؟" تیمور صاحب نے غار کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"میں اب اپنا جسم نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ میری روح کو قید کیا جا سکتا ہے۔" برلویض نے کہا۔

"ہمیں باہر نکلنا چاہیے پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا۔ "ٹھیک ہے..... آؤ..... یہ خنجر مجھے دے دو۔ میں آگے رہوں گا۔" تیمور صاحب نے مجھ سے کہا۔ "نہیں..... خنجر میرے پاس ہی رہنے دیں..... میں آگے رہوں گا۔" میں نے کہا اور قدم غار سے باہر جانے کے لیے بڑھا دیئے۔ تیمور صاحب اور برلویض بھی میرے ساتھ چل دیئے۔ ہم نے غار سے باہر جھانکا کچھ دور کئی جنگلی موجود تھے۔ ان کے ہاتھوں میں نیزے اور دیگر ہتھیار تھے۔ "ہمیں ان لوگوں پر اچانک حملہ کر دینا چاہیے۔" میں نے کہا۔ "ہاں..... ایسا ہی کرنا ہوگا لیکن اس سے پہلے ہمیں اپنے گرد حفاظتی حصار کھینچنے ہوں گے تاکہ کسی قسم

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

کے عملیات سے ہم کچھ حد تک محفوظ رہ سکیں۔" تیمور صاحب نے اپنے اور میرے گرد حصار کھینچا اور ہم لوگ ایک پھر غار سے باہر جھانکنے لگے پھر میں نے دھیرے سے کہا۔ "میں تین تک گنتا ہوں۔ اس کے بعد ہم ان جنگلیوں پر حملہ کر دیں گے۔" "ٹھیک ہے..... تم گنو......" تیمور صاحب نے چوکس ہوتے ہوئے کہا۔

"ایک..... دو..... تین۔" میں نے کہا اور ہم تینوں جنگلیوں پر حملہ آور ہو گئے۔ میں نے برق رفتاری سے خنجر مار کر دو جنگلیوں کے پیٹ پھاڑ دیئے۔ ان کے گرتے ہی برلویض اور تیمور صاحب نے ان کے نیزے اٹھا لیے اور قریب موجود مزید جنگلیوں کو ختم کر ڈالا۔ اب ہم تینوں کھلے میدان میں بھاگ رہے تھے جبکہ بے شمار جنگلی ہمارے پیچھے آ رہے تھے۔

اچانک ایک نیزہ برلویض کی کمر میں گھس گیا۔ یہ نیزہ پیچھے سے کسی نے پھینکا تھا۔ برلویض مسلسل بھاگ رہا تھا اگر نیزہ مجھے یا تیمور صاحب کو لگ جاتا تو ہم فوراً نیچے گر جاتے لیکن برلویض کا معاملہ اور تھا۔ ہم تینوں نے رفتار اور تیز کر دی۔ کچھ ہی دیر بعد ایک نیزہ میرے کندھے کو چھوتا ہوا آگے زمین پر جا کر گر گیا۔ میدان ختم ہو رہا تھا اور سامنے درختوں کا جھنڈ دکھائی دے رہا تھا۔ ہم تینوں کی کوشش تھی کہ ہم جلد از جلد ان درختوں تک پہنچ جائیں۔ وہاں ہمارے محفوظ ہو جانے کے کچھ امکانات تھے لیکن درختوں تک پہنچنے سے پہلے کوئی نیزہ مجھے یا تیمور صاحب کو لگ جانے کا خطرہ موجود تھا۔ "سیدھے مت بھاگو بلکہ آڑھے ترچھے ہو کر بھاگو۔" تیمور صاحب نے چیخ کر مجھ سے کہا اور پھر ہم لوگوں نے آڑھا ترچھا ہو کر بھاگنا شروع کر دیا۔ تیمور صاحب کی تجویز ہمارے لیے بہت فائدہ مند رہی اور کوئی بھی نیزہ پیچھے سے نہیں آیا۔ کچھ دیر بعد ہم تینوں درختوں کے جھنڈ میں گھس گئے۔ تیمور صاحب اب سب سے آگے تھے۔ وہ درختوں کے جھنڈ میں داخل ہونے کے کچھ دیر بعد سیدھے ہاتھ کی طرف مڑ گئے اور برلویض بھی ان کے ساتھ مڑ گیا۔ کچھ دور جانے کے بعد تیمور صاحب الٹے ہاتھ کی طرف مڑ گئے۔ میں سمجھ گیا کہ یوں دائیں بائیں مڑ کر وہ تعاقب میں آنے والے جنگلیوں کو بھٹکانا چاہتے ہیں۔ کچھ دیر سرپٹ بھاگتے رہنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ ہمارے پیچھے کوئی نہیں آ رہا ہے۔ میں نے بھاگتے ہوئے مڑ کر دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا۔ "پیچھے کوئی نہیں ہے۔" میں نے بھاگتے ہوئے کہا۔ تیمور صاحب نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور رک گئے۔ میں بھی رک گیا' برلویض بھی رک کر پیچھے دیکھنے لگا۔ اس نے اپنی پیٹھ سے نیزہ نکال کر پھینک دیا۔ "ہم فی الحال تو انہیں چکر دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں لیکن۔" تیمور صاحب جملہ ادھورا چھوڑ کر آس پاس کا جائزہ لینے لگے۔ "اگر عام حالات ہوتے تو میں اپنا جسم چھوڑ دیتا لیکن میں آپ لوگوں کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہاں روح قید کیے جانے کا اندیشہ ہے۔ پہلے بھی میں اپنے جسم کو چھوڑ کر یہاں سے بہت دور چلا گیا تھا۔ اس لیے ملکہ مجھے گرفتار نہیں کر سکتی تھی۔ وہ صرف مجھ سے بات چیت کر سکتی تھی اس لیے اس نے مجھ سے کہا کہ میرے ساتھی مجھ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں اس لیے مجھے اپنے جسم میں آ جانا چاہیے۔ میں تمام حالات دیکھ کر اپنے جسم میں آ گیا تھا۔ اس وقت تو مجھے اپنی روح کو دور لے جانے کا موقع مل گیا تھا لیکن اب جبکہ ملکہ کا قتل ہو چکا ہے۔ یقیناً شیطان اور اس کے چیلے غضبناک ہو چکے ہوں گے۔ اس لیے اگر میں اپنے جسم

کو چھوڑوں گا تو آپ لوگوں کو اسے سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔" برلویض نے بتایا۔

"تو پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟" میں نے برلویض سے پوچھا۔ "ہمیں کوئی ایسا منصوبہ بنانا چاہئے کہ ہم سب بحفاظت یہاں سے نکل جائیں۔" برلویض نے کہا۔ "لیکن وہ کیا منصوبہ ہو سکتا ہے؟ اس لیے کہ ہمیں تو اس علاقے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ برلویض نے جواب دیا۔ "آؤ اس طرف چلتے ہیں..... یہاں درخت زیادہ ہیں اور ہم یہاں کافی حد تک محفوظ رہ سکتے ہیں۔" تیمور صاحب اور ہم تینوں چل پڑے۔ کچھ دور چلنے کے بعد ہمیں ایک کچا مکان نظر آیا۔ "رک جاؤ۔" تیمور صاحب نے رکتے ہوئے کہا۔ ہم سب رک گئے تو وہ بولے۔ "ہمیں اس جگہ سے دور چلے جانا چاہئے' یقیناً اس مکان میں کوئی رہتا ہوگا اور جو کوئی بھی ہو وہ ہمارا دوست نہیں ہو سکتا۔"

"مکان کی حالت دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اسے کافی عرصے سے استعمال نہیں کیا گیا۔ اس لیے اگر س کا جائزہ لیا جائے تو ہو سکتا ہے۔ یہ مکان کسی طرح ہمارے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکے۔" برلویض نے خیال ظاہر کیا۔ ہم تینوں مکان کا مزید جائزہ لینے لگے۔ پھر تیمور صاحب بولے۔ "برلویض تم ٹھیک کہتے ہو..... آؤ نزدیک سے مکان کو دیکھتے ہیں۔" ہم تینوں مکان کے نزدیک آ گئے۔ مکان کافی خستہ حال تھا۔ ہم نے اسے چاروں طرف سے دیکھا۔ اس کا دروازہ بند تھا لیکن نہ تو اس پر کوئی تالا لگا تھا اور نہ ہی اس کی کنڈی لگی تھی۔ "ہمیں اندر چل کر دیکھنا چاہئے۔" میں نے دھیرے سے کہا۔ تیمور صاحب نے اثبات میں سر ہلایا اور ہم نے دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا۔ دروازہ کھل گیا' اندھیرا تھا لیکن اتنا نہیں کہ ہمیں کچھ نظر نہ آتا۔ ہم نے اندر جھانکا کوئی چیز نہیں تھی۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی میں ایک لمحے کے لیے حیرت کے سمندر میں ڈوب گیا۔ میرے سامنے شوبھا بندھی پڑی تھی' وہ بے ہوش تھی۔ "یہ یہاں کیسے آ گئی؟" میں نے دھیرے سے خود کلامی کی "کیا تم اسے جانتے ہو؟" تیمور صاحب نے مجھ سے پوچھا۔ "ہاں..... یہ شوبھا ہے اور یہ مجھے انڈیا میں ملی تھی۔"

"لیکن اسے یہاں کون لایا؟" تیمور صاحب نے حیرت سے پوچھا۔ "یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں۔" میں نے کہا اور سوچنے لگا کہ آخر شوبھا یہاں کیسے آ گئی۔ میں شوبھا کے قریب آ گیا۔ وہ کافی کمزور ہو گئی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ شاکال تو جاشان کی قید میں تھا۔ پھر اسے یہاں کون لے آیا؟ شاید شاکال کا کوئی چیلا یا دوست شوبھا کو یہاں لایا ہوگا۔ سب سے پہلے میں پُراسرار دنیا میں جس شخص کے پاس قید ہوا تھا۔ اس کا نام شاکال تھا۔ وہ شیطان کا پجاری تھا اور مجھے ڈھانچہ بنانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے گھر میں شوبھا کو قید خانے میں قید کر رکھا تھا۔ ایک دن شاکال گھر سے باہر گیا تو میں نے شوبھا کی آوازیں سن کر اسے آزاد کروا لیا۔ شوبھا نے مجھے بتایا کہ وہ شاکال کے دشمن شاما کی ساتھی ہے اور شاکال واپس آنے پر مجھے قتل کر سکتا ہے اس لیے ہم دونوں وہاں سے فرار ہو گئے لیکن شاکال نے ہمیں پھر قید کر لیا اور اس نے شوبھا سے کہا کہ اگر وہ اس کی ساتھی بن جائے اور شاما کا ساتھ چھوڑ دے تو وہ اسے قید سے نجات دلا دے گا اور اسے بہت سی سہولتیں دے گا لیکن شوبھا نہیں مانی۔ اس کے بعد شاکال نے مجھے جاشان صاحب کے پاس سے ایک صندوق چرانے کے لیے بھیجا لیکن میں وہ صندوق نہیں چرا سکا۔ بلکہ جاشان صاحب نے مجھے پکڑ لیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں شاکال کے لیے خوشی سے کام نہیں کرتا ہوں بلکہ

مجبوراً کام کرتا ہوں۔ جاشان نے مجھے معاف کر دیا اور اپنے پاس رکھ لیا۔ اس کے بعد میں ان کے ساتھ کام کرنے لگا۔ اس دوران شاکال نے ہم لوگوں پر حملہ کر دیا تو جاشان صاحب نے اسے گرفتار کر لیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ شاکال نے شوبھا کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا لیکن اب اسے یہاں دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہو رہی ہے۔ میرا خیال ہے شاکال کا کوئی دوست یا چیلا اسے یہاں لے کر آیا ہے۔" "اس کا مطلب ہے کہ اس کا ساتھی شاما کافی کمزور آدمی ہے جو اسے شاکال سے نہیں بچا سکا۔" تیمور صاحب نے خیال ظاہر کیا۔ "اس بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں شاما سے نہیں ملا تھا۔" میں نے کہا۔

برلویض تیسرے کمرے میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ آیا تو اس کے ہاتھ میں مٹی کا ایک پیالہ تھا۔ اس نے پیالے میں سے پانی کے کچھ چھینٹے شوبھا کے چہرے پر مارے لیکن شوبھا کو ہوش نہیں آیا۔ برلویض نے پیالہ زمین پر رکھنے کے بعد شوبھا کی دونوں آنکھیں کھول کر دیکھیں اور بولا۔ "میرا خیال ہے کہ اسے بے ہوشی کی کوئی دوا دی گئی ہے؟" "اس کا مطلب ہے کہ شوبھا کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا ہوگا اور اس مکان سے ذرا دور ہمیں رہنا ہوگا تاکہ یہاں جو کوئی بھی آتا ہے وہ ہمیں دیکھ نہ سکے۔" تیمور صاحب نے کہا۔ "تو پھر ہم مکان سے باہر چلتے ہیں۔"

"رکو..... میں ایک بار پھر کوشش کرتا ہوں شاید شوبھا ہوش میں آ جائے۔" برلویض نے کہا اور پیالہ ایک بار پھر اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اس نے پانی کے کچھ چھینٹے شوبھا کے چہرے پر مارے لیکن وہ ہوش میں نہیں آئی۔ "میرا خیال ہے کہ یہ اس طرح ہوش میں نہیں آئے گی اگر اسے دوا دی گئی ہے تو یہ دوا کا اثر ختم ہونے کے بعد ہی ہوش میں آئے گی۔" میں نے کہا۔ برلویض پانی کا پیالہ واپس رکھ آیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے ہم لوگ باہر چلتے ہیں۔ ہم مکان کے قریب ہی رہیں گے اور آنے جانے والوں پر نظر رکھیں گے اور تھوڑی دیر کے بعد اندر آ کر شوبھا کو بھی دیکھتے رہیں گے۔ ہو سکتا ہے کسی کے آنے سے پہلے ہی اسے ہوش آ جائے۔" میں نے کہا اور ہم سب مکان سے باہر آ گئے۔ نیزے اور خنجر ہمارے پاس تھے۔

"میرا خیال ہے ہمیں ان درختوں کے پیچھے رہنا چاہئے وہاں ہمیں کوئی نہیں دیکھ سکے گا لیکن ہم وہاں سے سب کچھ دیکھ سکتے ہیں۔" تیمور صاحب نے کچھ گھنے درختوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں..... وہ جگہ بہتر رہے گی۔" برلویض نے تیمور صاحب کی بات کی تائید کی اور ہم سب درختوں کی طرف بڑھ گئے۔

"کافی محفوظ جگہ ہے۔" میں نے درختوں کے جھنڈ میں پہنچ کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"آؤ یہاں بیٹھتے ہیں..... یہ جگہ ذرا صاف ہے۔" تیمور صاحب نے کہا اور کچھ دور جا کر بیٹھ گئے اور برلویض نے ان کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ "کیا شوبھا بھی کچھ پُراسرار علوم وغیرہ جانتی ہے؟" برلویض نے مجھ سے پوچھا۔ "ہاں..... وہ بہت کچھ جانتی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اس کا مطلب ہے کہ اسے ہر حال میں ہمیں اپنے ساتھ ملانا چاہئے تاکہ وہ ہمارے کچھ کام آ سکے۔" برلویض نے کہا۔ اچانک کچھ لوگوں کی آوازیں آنے لگیں۔ ہم تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ میں نے سرگوشی میں کہا۔ "..... ہمیں اندازہ لگانا چاہئے کہ وہ لوگ کون ہیں اور ان کی کتنی تعداد ہے؟" "میرا خیال ہے کہ

آوازیں اس طرف سے آ رہی ہیں۔" تیمور صاحب نے اپنے الٹے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں اور برلویش بھی غور کرنے لگے۔ "ہاں...... آپ ٹھیک کہتے ہیں' آوازیں اس طرف سے آ رہی ہیں۔"

"ہمیں اس طرف چھپ جانا چاہئے۔" برلویش نے ایک طرف اشارہ کر کے اٹھتے ہوئے کہا۔ ہم تینوں جلدی سے کھڑے ہو گئے۔ نیزے اور خنجر اٹھانے کے بعد ہم کچھ درختوں کے پیچھے چھپ گئے۔ آوازیں قریب آنے لگیں۔ کچھ ہی دیر بعد پانچ جنگلی ہماری نظروں کے سامنے آ گئے۔ وہ ایک جگہ رک کر اُدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے کچھ کہا تو باقی سب نے نیزے سیدھے کر لیے اور چوکس ہو گئے۔ شاید انہیں ہماری موجودگی کا پتہ چل چکا تھا۔ تیمور صاحب نے میری اور برلویش کی طرف دیکھ کر چوکس ہو جانے کا اشارہ کیا۔ میں نے اپنا خنجر اور برلویش نے نیزہ مستعدی کے ساتھ پکڑ لیا۔ سامنے موجود پانچ جنگلیوں میں سے تین ہماری جانب بڑھے جبکہ دو دوسری جانب بڑھنے لگے۔ ہماری طرف بڑھنے والے جنگلی چند لمحوں بعد ہمارے سامنے آ جانے والے تھے۔ تیمور صاحب اور برلویش نے نیزے سیدھے کر لیے اور میں نے بھی خنجر اس انداز میں پکڑ لیا کہ اسے فوراً کسی بھی جنگلی کو کھینچ کر مار سکوں۔ جنگلی نہایت احتیاط کے ساتھ ہماری طرف آ رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ ہم پر حملہ کرتے۔ ہمیں ان پر حملہ کرنا تھا۔ وہ کچھ اور نزدیک آئے تو برلویش اور تیمور صاحب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر برلویش نے تیمور صاحب کو اور مجھے وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود جنگلیوں کی جانب دوڑ پڑا۔ اس نے جاتے ہی ایک جنگلی کے پیٹ میں نیزہ اتار دیا اور آناً فاناً دوسرے جنگلی کا بھی پیٹ پھاڑ دیا لیکن اتنی دیر میں تیسرے جنگلی نے اپنا نیزہ برلویش کے جسم میں اتار دیا۔ دوسری جانب جانے والے دونوں جنگلی بھی برلویش کی طرف آنے لگے۔ برلویش کو نیزہ لگنے کے بعد بھی کچھ نہیں ہوا تھا۔ اس نے تیسرے جنگلی کے جسم میں بھی نیزہ اتار دیا۔ سامنے سے آنے والے دونوں جنگلی اس کے قریب پہنچ چکے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر خنجر ایک جنگلی کی طرف کھینچ مارا جو صحیح نشانے پر لگا اور جنگلی چیخ مار کر زمین پر گر پڑا جبکہ آخری بچ جانے والے جنگلی پر تیمور صاحب نے حملہ کر دیا اور اپنا نیزہ جنگلی کے سینے میں اتار دیا۔ جنگلی گھٹی گھٹی سی ایک چیخ مارنے کے بعد زمین پر گر پڑا۔ تمام حملہ آور ختم ہو چکے تھے جبکہ ہمارے کسی ساتھی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ "اس مرتبہ پھر سب بچ گئے ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا اور برلویش کے جسم سے نیزہ نکالنے لگے۔ انہوں نے نیزہ نکال کر ایک طرف پھینک دیا۔ پھر وہ برلویش سے بولے۔ "برلویش تم نے جنگلیوں پر بالکل صحیح وقت پر حملہ کر دیا تھا۔ ہمیں شوبھا کو دیکھنا چاہئے کہ شاید وہ ہوش میں آ گئی ہو۔"

برلویش نے کہا۔ "تم لوگ یہیں ٹھہرو...... میں دیکھ کر آتا ہوں۔" میں نے کہا اور مکان کی طرف بڑھ گیا۔ شوبھا کے قریب آ کر میں نے دیکھا وہ اب تک بے ہوش تھی۔ میں نے اسے ہلا جلا کر دیکھا۔ پھر پانی لا کر اس کے چہرے پر چھینٹے مارے لیکن شوبھا پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ میں پیالہ لے کر دوسرے کمرے میں آ گیا۔ میں نے پانی پیا اور پیالہ وہیں چھوڑ کر واپس شوبھا کے پاس آ گیا۔ میں اس کے قریب ہی بیٹھ گیا اور اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کا حسن ماند پڑ چکا تھا' کمزوری اور نقاہت

نے اس کے چہرے کی تازگی اور خوبصورتی کو ختم کر دیا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ کاش وہ ہوش میں آ جائے تو میں اس سے بات چیت کر سکوں۔ اچانک کسی کے قدموں کی آواز مجھے سنائی دی۔ میں فوراً دوسرے کمرے میں آ گیا۔ "تم کہاں ہو سلطان؟" تیمور صاحب کی آواز آئی تو میں دوبارہ شوبھا کے پاس آ گیا۔ تیمور صاحب بھی وہیں موجود تھے۔

"میں سمجھا کوئی اور آ رہا ہے اس لیے میں دوسرے کمرے میں چلا گیا تھا۔" میں نے تیمور صاحب کو بتایا۔ "کیا اسے ہوش نہیں آیا؟" تیمور صاحب نے شوبھا کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے پوچھا۔

"نہیں اسے ہوش نہیں آیا...... ویسے اگر اسے ابھی ہوش آ جائے تو یہ ہمارے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے۔" میں نے کہا۔ "آؤ واپس باہر چلتے ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا اور ہم دونوں باہر کی طرف چل دیئے۔ ابھی ہم دروازے کے قریب ہی پہنچے تھے کہ باہر سے کچھ لوگوں کی آوازیں سنائی دیں۔ ہم دونوں فوراً دروازے کے دوسری طرف دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑے ہو گئے۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے' وہ جنگلی نہیں تھے۔ انہوں نے دروازے کے پیچھے نہیں دیکھا اور شوبھا کے کمرے کی طرف چلے گئے۔ "شاید یہی دونوں شوبھا کی رکھوالی کرتے ہیں۔" تیمور صاحب نے سرگوشی کی۔ "ہاں...... ایسا ہی لگتا ہے۔" میں نے کہا۔ پھر کچھ توقف کے بعد میں نے سرگوشی کی۔ "کیا ہمیں ان دونوں کو ختم کر دینا چاہئے؟" "پہلے ہمیں خاموشی سے دیکھنا چاہئے کہ وہ شوبھا کو ہوش میں لاتے ہیں یا نہیں اور اگر اسے ہوش میں لاتے ہیں تو اس سے کیا باتیں کرتے ہیں؟...... ہو سکتا ہے کوئی کام کی بات سننے کو مل جائے...... اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ ہمارے لیے کسی طرح سے فائدہ مند ثابت ہوں۔ اگر یہ لوگ ہمارے کسی کام نہیں آئے تو ہم انہیں ختم کر دیں گے۔" تیمور صاحب نے بہت ہلکی آواز میں کہا۔ پھر وہ دھیرے سے شوبھا کے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھے' میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ہم دونوں دروازے کے نزدیک رک کر اندر ہونے والی بات چیت کو سننے کی کوشش کرنے لگے۔

"ملکہ کو کس نے قتل کیا ہے؟" شوبھا کی آواز سنائی دی۔ "کچھ باہر سے آنے والے لوگوں نے قتل کیا ہے...... وہ لوگ جنگل میں چھپے ہوئے ہیں لیکن انہیں اندازہ نہیں ہے کہ وہ ہم لوگوں سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔" ایک آدمی کی آواز آئی۔

"ہو سکتا ہے وہ لوگ بچ کر نکل جائیں۔" شوبھا نے کہا۔ اس کے لہجے میں طنز شامل تھا۔

"بکواس مت کرو...... یہاں سے کسی کا بچ نکلنا ممکن نہیں ہے۔" آدمی کی غصیلی آواز آئی۔

"جو لوگ ملکہ کو قتل کر سکتے ہیں' وہ بچ کر نکل بھی سکتے ہیں۔" شوبھا نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ "بکواس مت کرو۔" آدمی دھاڑا اور ایک زور دار چانٹے کی آواز سنائی دی جو یقیناً اس آدمی نے شوبھا کو مارا تھا۔ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکا۔ میں نے تیمور صاحب کی طرف بھی نہیں دیکھا اور شوبھا کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ خنجر میرے ہاتھ میں تھا۔ شوبھا اور دونوں آدمی حیرت سے مجھے دیکھنے لگے۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں آدمی کچھ سمجھتے۔ میں نے ان میں سے ایک کے سینے میں خنجر اتار دیا۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

دوسرا شخص اپنی کمر میں لگا خنجر نکالنے لگا لیکن تیمور صاحب نے اسے موقع نہیں دیا اور اپنا نیزہ اس کے سینے میں اتار دیا۔ دونوں آدمی چند ہی لمحوں میں ٹھنڈے ہو گئے۔ "سلطان تم یہاں؟" شوبھا نے حیرت سے پوچھا۔

"جس طرح تم مجھے یہاں دیکھ کر حیران ہو رہی ہو' اس طرح میں بھی تمہیں دیکھ کر حیران ہوں کہ تم یہاں کیسے آگئیں؟" میں نے شوبھا سے کہا۔

"مجھے شاکال یہاں لایا ہے۔" شوبھا نے بتایا۔

"شاکال؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "ہاں...... لیکن تم شاکال کے ذکر پر کیوں حیران ہو؟" شوبھا نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"میں اس لیے حیران ہوں کہ شاکال کو تو قید کر لیا گیا تھا۔"

"مگر کس نے؟" شوبھا نے حیران لہجے میں پوچھا۔ "چلو سب کچھ تمہیں بعد میں بتا دوں گا...... پہلے تمہیں کھول دیا جائے۔" میں نے کہا اور شوبھا کو کھولنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں میں نے اسے کھول دیا۔ شوبھا اپنے ہاتھ پیر ملنے لگی۔ یقیناً اسے تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ "ہاں...... اب بتاؤ تم یہاں کیسے آ گئیں؟ جبکہ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم شاکال کی شرط مان لو گی۔ اس کے بعد اسے قتل کر دو گی۔"

"میں ایسا نہیں کر سکی کیونکہ میں اپنے غصے پر قابو نہیں رکھ سکی۔ شاکال مجھے بھی یہاں لے آیا۔ اس نے یہاں مجھے قید کر رکھا ہے اور مختلف قسم کی اذیتیں دیتا ہے۔" شوبھا نے بتایا۔ پھر کچھ توقف کے بعد وہ بولی۔ "...... لیکن سلطان تم یہاں کیسے آ گئے؟"

"یہ میں تمہیں بعد بتاؤں گا۔ فی الحال میں تمہیں اتنا بتا دوں کہ میں اور میرے دو ساتھی یہاں پھنس گئے ہیں اور اب یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں۔" میں نے شوبھا سے کہا۔

"اب تو یہاں سے نکلنا بہت مشکل ہے کہ یہاں کی ملکہ کو کسی نے قتل......" شوبھا اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی۔ پھر وہ میری طرف سوالیہ انداز میں دیکھتے ہوئے بولی۔ "کہیں تم لوگوں نے تو ملکہ کو قتل نہیں کیا؟"

"ہاں...... اسے ہم نے ہی مارا ہے۔" میں نے شوبھا سے کہا۔ "تم نے بہت بڑا خطرہ مول لے لیا ہے۔"

"ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی بھی چارہ نہیں تھا۔" میں نے کہا۔

"اب یقیناً ملکہ کے لوگ تم لوگوں کو تلاش کر رہے ہوں گے اور جونہی تم لوگ ان کے ہتھے چڑھو گے تو وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔"

"شوبھا تم بھی تو پُراسرار علوم جانتی ہو...... کیا تم ہماری کچھ مدد کر سکتی ہو؟" میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "جس حد تک ممکن ہوا' میں تم لوگوں کی مدد کروں گی بلکہ میں بھی تم لوگوں کے ساتھ ہی یہاں سے نکلنا چاہوں گی۔" شوبھا نے کہا۔ "یہ تیمور صاحب ہیں...... ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کے بہت بڑے ماہر۔" میں نے تیمور صاحب کا تعارف کروایا۔ "میں ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم کا ماہر ہوں لیکن پُراسرار علوم [illegible] لیے یہاں پھنسا ہوا ہوں۔" تیمور صاحب نے ہنستے ہوئے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

شوبھا سے کہا۔ شوبھا بھی ان کی بات پر دھیرے سے مسکرا دی۔

پھر وہ بولی۔ "سلطان تمہارا دوسرا ساتھی کہاں ہے؟" "وہ مکان سے باہر ہے۔" میں نے شوبھا کو بتایا۔ "آؤ...... اب ہم اس مکان سے باہر نکل جاتے ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا اور ہم سب مکان سے باہر آ گئے۔ ہم تینوں درختوں کے اس جھنڈ میں پہنچ گئے جہاں برلویش چھپا ہوا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد برلویش سامنے آ گیا اور شوبھا سے مخاطب ہوا۔ "یہ بہت اچھا ہوا کہ تمہیں ہوش آ گیا لیکن جو دو آدمی اندر گئے تھے' ان کا کیا بنا؟" "انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔" میں نے برلویش کو بتایا۔ "چلو اچھا ہوا...... ان سے بھی جان چھوٹی۔" برلویش نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔ "اب بتاؤ شوبھا ہمیں کیا کرنا چاہیے...... کیا تم اس علاقے سے واقف ہو؟" میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "میں اس علاقے سے واقف تو نہیں ہوں لیکن یہاں سے نکلنے کے لیے کچھ نہ کچھ کیا جا سکتا ہے۔" شوبھا نے کہا۔

میں نے برلویش کا تعارف کرواتے ہوئے شوبھا سے کہا۔ "یہ ہمارے دوست ہیں' برلویش...... یہ پہلے شیطان کی قید میں تھے۔ اس کے بعد یہ جاشان صاحب کے ساتھ شیطان کے خلاف کام کرنے لگے...... ان کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ اپنی روح اور اپنے جسم کو علیحدہ کر لیتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ان کا اصل جسم نہیں ہے یہ کسی اور کے جسم کو استعمال کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ پُراسرار علوم سے بھی اچھی خاصی واقفیت رکھتے ہیں۔"

"برلویش تم نے اپنے علم کے ذریعے کیا کچھ معلوم کیا؟" شوبھا نے برلویش سے بے تکلفی سے پوچھا۔ "یہاں پر ملکہ وغیرہ نے ایسا نظام قائم کر رکھا ہے کہ میں کچھ بھی معلوم نہیں کر پا رہا ہوں۔ اب تم کوشش کرو شاید تم کامیاب ہو جاؤ۔" برلویش نے شوبھا سے کہا۔

"اچھا...... میں پتہ لگانے کی کوشش کرتی ہوں۔" شوبھا نے آنکھیں بند کیں اور کچھ پڑھنے لگی۔ کچھ دیر بعد وہ آنکھیں کھول کر بولی۔ "شاکال اس وقت اس علاقے میں نہیں ہے لیکن ملکہ کے تین ساتھی جو پُراسرار علوم کے بہت بڑے ماہر ہیں' تم لوگوں کا پتہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس وقت وہ لوگ ملکہ کی تدفین میں مصروف ہیں لیکن انہوں نے تم لوگوں کو تلاش کرنے کے لیے اپنے بہت سے ساتھی چھوڑ رکھے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ یہی موقع ہے کہ ہم لوگ اس علاقے سے نکل جائیں۔ کیونکہ ملکہ کے تینوں ساتھی ملکہ کی تدفین سے فارغ ہو گئے تو پھر وہ خود ہمیں ڈھونڈنے نکل کھڑے ہوں گے اور ہمارا بچنا مشکل ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔

"ہاں...... تم ٹھیک کہہ رہے ہو...... اس وقت ہم لوگوں کے بچ نکلنے کے کچھ امکانات ہیں......" شوبھا نے کہا۔

"تو پھر تم کچھ اندازہ لگاؤ کہ ہمیں کس طرف جانا چاہیے؟" میں نے شوبھا سے کہا تو اس نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر بعد وہ آنکھیں کھول کر بولی۔ "ہمیں سیدھے ہاتھ کی طرف جانا چاہیے' اس طرف خطرات کم لگتے ہیں۔" ہم سب چل پڑے۔ ہم لوگ درختوں' شاخوں اور کھڈوں وغیرہ سے بچتے ہوئے چل رہے تھے۔ کافی دیر چلنے کے بعد ہمیں کھلا میدان نظر آنے لگا۔ اس میدان کے بعد

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

سمندر نظر آ رہا تھا۔ "اگر ہم درختوں سے نکلیں گے تو یقیناً ملکہ کے ساتھی ہمیں دیکھ لیں گے اور ہو سکتا ہے کہ وہ بڑی تعداد میں ہوں اور ہمارا ان سے بچنا مشکل ہو جائے۔" شوبھا نے کہا۔ "تو پھر کیا کیا جائے؟" میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "اگر ہم میدان عبور کر کے سمندر تک پہنچ جاتے ہیں تب بھی ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہمارے پاس کوئی کشتی وغیرہ نہیں ہے اس لیے ہمارے لیے یہ بہتر ہوگا کہ ہم لوگ رات تک اس جنگل میں چھپے رہیں اور کوئی ایسی کشتی وغیرہ تیار کرنے کی کوشش کریں۔ جس کے ذریعے ہم سمندر میں سفر کر سکیں۔" شوبھا نے مشورہ دیا۔

"کیا ہم کوئی کشتی وغیرہ تیار کر سکیں گے؟" میں نے تیمور صاحب اور برلویض کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "بہت مشکل ہے کیونکہ ہمارے پاس کوئی اوزار وغیرہ نہیں ہیں جن کی مدد سے ہم کشتی بنا سکیں۔" تیمور صاحب نے کہا۔ "لیکن ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔" میں نے کہا۔ پھر توقف کے بعد میں نے شوبھا سے کہا۔ "کیا ضروری ہے کہ ہم سمندر کے راستے ہی یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کریں؟"

"میرا خیال ہے کہ سمندر کے راستے ہم ملکہ کے ساتھیوں کی پہنچ سے بہت جلد دور جا سکتے ہیں۔" شوبھا نے کہا۔ "لیکن یہ بہت مشکل ہے اس لیے تم اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ ہم زمینی راستے سے آسانی کے ساتھ کس طرف سے فرار ہو سکتے ہیں؟" میں نے کہا۔ "اچھا...... میں دیکھتی ہوں۔" شوبھا نے کہا اور آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر بعد وہ آنکھیں کھول کر الٹے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے بولی۔ "اس طرف سے ہم فرار ہو سکتے ہیں لیکن اس طرف جنگل ہی جنگل ہے اور جنگل میں شیروں اور دیگر جانوروں کا خطرہ ہے۔"

"ٹھیک ہے...... اس وقت ہر خطرہ مول لیا جا سکتا ہے۔ ہم اس طرف سے چلیں گے۔" تیمور صاحب نے کہا اور ہم سب چل پڑے۔ ہم لوگ بہت دیر تک چلتے رہے۔ دوپہر ڈھل رہی تھی اور شام آ رہی تھی اور اس کے بعد رات ہونی تھی۔ رات کا بندوبست ہمیں ابھی سے کر لینا چاہیئے تھا ورنہ ایک ایسے جنگل میں کھلے عام رات گزارنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ جہاں قدم قدم پر شیروں اور جنگلی جانوروں کا خطرہ تھا۔ "مجھے تو بھوک لگ رہی ہے۔" میں نے تیمور صاحب سے کہا۔

"بھوک تو مجھے بھی لگ رہی ہے...... کچھ کھانے کا بندوبست کرنا چاہیئے۔" تیمور صاحب نے کہا۔ "صرف کھانے کا نہیں بلکہ ہمیں رات آرام سے گزارنے کا بندوبست بھی کرنا چاہیئے۔" میں نے کہا۔

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو لیکن پہلے ہمیں کھانے پینے کا بندوبست کرنا ہوگا تاکہ ہمارے جسموں میں توانائی برقرار رہ سکے۔" تیمور صاحب نے کہا۔ میں نے درختوں پر نظر ڈالی اور تیمور صاحب سے بولا۔ "یہ کس چیز کے درخت ہیں؟" "ان درختوں سے تو ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوگا لیکن مجھے یقین ہے کہ ان جنگلوں میں کیلے اور ناریل کے درخت ضرور ہوں گے۔" تیمور صاحب نے خیال ظاہر کیا۔

"تو پھر ہمیں جلد از جلد وہ درخت تلاش کر لینے چاہئیں۔" میں نے کہا۔ کیلے اور ناریل کا سن کر میری بھوک اور بڑھ گئی تھی۔ "ہمیں سفر بھی جاری رکھنا چاہیئے اور درختوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے۔"

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

شوبھا نے کہا۔ ہم لوگ کافی دیر تک چلتے رہے اور درختوں کا جائزہ بھی لیتے رہے۔ پھر ایک جگہ تیمور صاحب نے رک کر کہا۔ "وہ دیکھو کیلے کے کئی پودے ہیں۔" میں نے اس طرف دیکھا جہاں تیمور صاحب نے اشارہ کیا تھا وہاں کئی پودوں پر کیلے نظر آ رہے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد شوبھا میں اور تیمور صاحب نے کافی تعداد میں کیلے توڑ لیے۔ پھر ہم سب کیلے کھانے میں مصروف ہو گئے۔ کیلے کھانے کے بعد مجھے اپنے جسم میں توانائی کا احساس ہوا۔ "اب ہمیں ناریل کے درخت بھی تلاش کر لینے چاہئیں تاکہ پانی کا مسئلہ بھی حل ہو سکے۔" میں نے کہا۔ "یقیناً ہمیں کہیں نہ کہیں ناریل کے درخت بھی مل جائیں گے۔" تیمور صاحب نے کہا اور ہم سب نے پھر چلنا شروع کر دیا۔ بہت دیر تک چلنے کے بعد بھی ہمیں ناریل کا کوئی درخت نظر نہیں آیا۔ البتہ کیلے کے بہت سے درخت نظر آئے۔ لیکن کچھ دیر بعد ہی ہمیں ایک گڑھا نظر آ گیا۔ جس میں بہت سا پانی جمع تھا۔ "پتہ نہیں پانی سمندر کا ہے یا بارش کا۔" تیمور صاحب نے گڑھے کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ پھر انہوں نے ہاتھوں میں تھوڑا سا پانی بھر کر اسے چکھا اور بولے پانی بارش کا ہے۔ اس لیے زیادہ برا نہیں ہے۔ ہمیں اس سے گزارہ کرنا ہوگا۔" "تو پھر دیر کس بات کی ہے؟" میں نے کہا اور پانی پینے لگا۔ تیمور صاحب اور شوبھا بھی پانی پینے لگے۔

"شام ہو چکی ہے...... میرا خیال ہے کہ رات یہیں گزارنے کا بندوبست کرنا چاہیئے۔" شوبھا نے آس پاس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "ہمارے پاس مچان بنانے کے لیے کوئی چادر وغیرہ بھی نہیں ہے۔" میں نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "رات ہونے سے پہلے پہلے ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا ورنہ ہم لوگ کسی بھی مصیبت میں پھنس سکتے ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا اور کچھ سوچنے لگے۔ "ہمیں چاروں طرف تھوڑی تھوڑی دور جا کر دیکھنا چاہیئے۔ شاید ہمیں رات گزارنے کے لیے کوئی محفوظ مقام مل جائے۔"

یہ برلویض نے مشورہ دیا۔ "چلو ٹھیک ہے' ہم سب ایک ایک سمت نکل جاتے ہیں...... ہم سب کو تقریباً پندرہ بیس منٹ تک سفر کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد واپس آ جانا چاہیئے تاکہ اگر کوئی جگہ نہ ملے تو ہمارا زیادہ وقت خراب نہ ہو......" تیمور صاحب نے کہا اور کچھ توقف کے بعد بولے۔ "شوبھا تم اس طرف چلی جاؤ...... اور سلطان تم اس طرف جاؤ...... برلویض تم اس جانب چلے جاؤ اور اس طرف میں جاتا ہوں......" ہم سب چل پڑے۔ میں تقریباً دس منٹ تک مسلسل چلتا رہا لیکن مجھے کوئی ایسی جگہ نظر نہیں آئی۔ جہاں ہم محفوظ طریقے سے رات گزار سکتے۔ میں مسلسل چلتا رہا تقریباً بیس منٹ چلتے رہنے کے بعد بھی مجھے کوئی مناسب جگہ نظر نہیں آئی۔ میں رک گیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد واپس چل پڑا اور جلد ہی واپس اسی جگہ پہنچ گیا۔ جہاں سے ہم سب روانہ ہوئے تھے۔ شوبھا وہاں پہلے سے موجود تھی۔ "شوبھا کیا تم کوئی جگہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئی ہو؟" میں نے اس کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"ہاں...... ایک کھنڈر جیسا ہے لیکن نہایت خستہ حالت میں ہے......" شوبھا نے بتایا۔

"کیا اس میں رات گزاری جا سکتی ہے؟" میں نے پوچھا۔ "ہاں...... رات تو گزاری جا سکتی ہے لیکن وہ اندر سے بہت بری حالت میں ہے۔" شوبھا نے بتایا۔ "کوئی بات نہیں...... اس وقت تو وہ بھی ہمارے لیے کسی مضبوط قلعے سے کم نہیں ہوگا...... ہم کسی نہ کسی طرح اندر رات بسر کریں گے لیکن باہر تو ہم رات بسر نہیں کر سکتے۔" میں نے کہا۔ شوبھا کی زبانی کھنڈر کے بارے میں سن کر مجھے بے حد

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

اطمینان ہوا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد شیر کی دھاڑ سنائی دی۔ "یہ آواز کس طرف سے آئی ہے؟" میں نے پریشان ہو کر شوبھا سے پوچھا۔ "میرا خیال ہے اس طرف سے آئی ہے۔" شوبھا نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "جس طرف تیمور صاحب گئے تھے۔"

"کہیں تیمور صاحب خطرے میں تو نہیں ہیں؟" میں نے تشویش کا اظہار کیا۔

"ہو سکتا ہے وہ خطرے میں ہوں...... " شوبھا نے کہا۔ "ہمیں اس طرف جانا چاہیے۔" میں نے کہا اور خنجر مضبوطی سے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ ہم دونوں تیمور صاحب کی طرف چل پڑے۔ کچھ ہی دیر بعد شیر کی آواز پھر سنائی دی۔ ہم دونوں مزید تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ کچھ دور جانے کے بعد ہمیں تیمور صاحب اپنی طرف آتے دکھائی دیئے۔ "ہم لوگ شیر کی آواز سن کر اس طرف آ رہے تھے۔" میں نے تیمور صاحب کے قریب پہنچ کر کہا۔ "شیر کہیں آس پاس ہی موجود ہے۔" تیمور صاحب نے چاروں طرف کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ابھی انہوں نے مزید کچھ کہنا چاہا تھا کہ کہیں نزدیک سے ہی شیر کی غراہٹ سنائی دی۔ "ہوشیار ہو جاؤ...... شیر نزدیک آ چکا ہے۔" تیمور صاحب نے کہا اور میں چوکس ہو گیا۔ تیمور صاحب بھی مستعد ہو گئے اور انہوں نے نیزہ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ چند ہی لمحوں بعد ایک بڑی جسامت کا شیر ہمارے سامنے آ گیا۔ "اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟" میں نے پریشان لہجے میں تیمور صاحب سے پوچھا میری نظریں مسلسل شیر پر ہی تھیں۔ "اسے ختم کرنا ہو گا یا خوفزدہ کر کے بھگانا ہو گا۔" "کیا یہ فوری حملہ کر دے گا؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔ "یہ اتنی جلدی حملہ نہیں کرے گا لیکن جب بھی مناسب موقع ملا یہ ضرور حملہ کر دے گا۔" تیمور صاحب نے جواب دیا۔ "اسے کس طرح خوفزدہ کیا جائے؟" میں نے پوچھا۔ "شوبھا تم پتھر وغیرہ اٹھا کر اسے مارو...... یا تو یہ بھاگ جائے گا یا پھر ہم پر حملہ کر دے گا...... سلطان تم بالکل ہوشیار رہنا۔ اگر یہ حملہ کرے تو ہمیں خنجر اور نیزہ اس کے جسم میں اتارنے ہوں گے بہت ہوشیاری کے ساتھ۔" تیمور صاحب نے کہا تو شوبھا نے کچھ پتھر اٹھا لیے۔ اس کے بعد اس نے ہاتھوں میں پکڑے پتھر شیر کو مارنے شروع کر دیئے۔ شیر غرانے لگا۔ شوبھا کا پھینکا ہوا ایک پتھر بہت زور سے شیر کی آنکھ پر لگا۔ شیر درد کی شدت سے بلبلا اٹھا اور پھر اس نے ہماری طرف دوڑ لگا دی۔ "سلطان ہوشیار ہو جاؤ۔" تیمور صاحب نے چیخے۔

شیر برق رفتاری سے ہماری طرف آ رہا تھا۔ چند ہی ساعتوں میں وہ ہمارے قریب پہنچ گیا۔ اس نے ہم پر چھلانگ لگا دی۔ تیمور صاحب شیر کے بالکل سامنے آ گئے۔ انہوں نے اپنا نیزہ سیدھا کر دیا تھا۔ نیزہ شیر کے کھلے ہوئے منہ میں گھس گیا اور اس کی گردن سے باہر نکل گیا۔ شیر بری طرح دھاڑنے کے بعد زمین پر گر گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی جنبش کرتا' میں نے تیز دھار خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ دیا۔ خون تیزی سے زمین پر پھیلنے لگا اور شیر بری طرح تڑپنے لگا۔ کچھ دیر تڑپنے کے بعد شیر ٹھنڈا ہو گیا۔ تیمور صاحب نے اس کے منہ اور گردن میں پھنسا ہوا نیز نکالا اور اسے زمین پر صاف کرنے کے بعد بولے۔ "چلو...... اس سے تو بچ گئے۔"

"کیا آپ کو جگہ تلاش کرنے میں کامیابی ہوئی ہے؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔ "ادھر تو [illegible] ...احب نے جواب دیا۔ "شوبھا کو ایک کھنڈر نظر آیا ہے جو

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

نہایت خستہ حالت میں ہے لیکن اس میں رات بسر کی جا سکتی ہے۔" میں نے تیمور صاحب کو بتایا۔

"یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ ایسی جگہ مل گئی ہے ورنہ میں تو سوچ رہا تھا کہ ہمیں درختوں کی شاخوں پر بیٹھ کر رات گزارنی پڑے گی۔" تیمور صاحب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ کچھ دیر بعد ہم اسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے چلے تھے' برلویف وہاں موجود تھا۔ "کیا بات ہے؟ آپ سب لوگ ایک ہی طرف سے آ رہے ہیں جبکہ ہم سب تو مختلف سمتوں میں گئے تھے؟" برلویف نے حیرت سے پوچھا۔ "میں اور شوبھا جب یہاں پہنچے تو ہمیں شیر کی دھاڑ سنائی دی اور شیر کی آواز اس طرف سے آئی تھی۔ جس طرف تیمور صاحب گئے تھے...... ہم لوگ پریشان ہو گئے اور اس طرف چل پڑے لیکن تیمور صاحب واپس آ رہے تھے ہمارے سامنے ایک شیر آ گیا اور اس نے ہم پر حملہ کر دیا لیکن ہم نے اسے ختم کر دیا۔" میں نے برلویف کو تفصیلات بتائیں۔ پھر کچھ توقف کے بعد میں نے اس سے پوچھا۔ "اچھا بتاؤ کہ تمہیں کوئی محفوظ جگہ نظر آئی یا نہیں؟" "نہیں...... مجھے کوئی جگہ نہیں ملی...... کیا تم لوگوں میں کسی کو کوئی جگہ نظر نہیں آئی؟" برلویف نے میری بات کا جواب دینے کے بعد مجھ سے پوچھا۔ "شوبھا کو ایک کھنڈر نظر آیا ہے جہاں رات بسر کی جا سکتی ہے۔" میں نے برلویف کو بتایا۔

"تو پھر ہمیں اس کھنڈر کی طرف چلنا چاہیے۔" برلویف نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ ہم سب چل پڑے۔ شوبھا سب سے آگے تھی۔ کچھ دیر بعد ہم سب کھنڈر کے نزدیک پہنچ گئے' وہ واقعی بہت خستہ حالت میں تھا۔ "اندر سے اس کی صفائی کرنے پڑے گی۔" برلویف نے کہا۔ "کوئی بات نہیں...... صفائی تو ہو جائے گی لیکن یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ یہ کھنڈر ہمیں مل گیا ہے۔" میں نے کہا۔ کھنڈر میں داخل ہونے کے لیے کوئی دروازہ نہیں تھا۔ شاید اس میں دروازہ لگایا گیا تھا جسے بعد میں اکھاڑ لیا گیا تھا۔ اب دروازے کی جگہ خلا تھا۔ ہم لوگ احتیاط کے ساتھ اندر داخل ہو گئے۔ سب سے پہلے صحن تھا۔ اس کے بعد دو کمرے نظر آ رہے تھے جن کے دروازے نہیں لگے ہوئے تھے ہم سب ایک کمرے میں داخل ہو گئے' اندر گرد اور مٹی جمی ہوئی تھی۔ اچانک پھڑپھڑاہٹ سنائی دی اور پھر ایک چمگادڑ ہمارے قریب سے اڑتی ہوئی باہر چلی گئی۔ ہم سب باہر آ گئے۔ "پہلے تو ہمیں ان چمگادڑوں کو باہر نکالنا ہو گا۔" تیمور صاحب نے کہا۔ پھر اُدھر اُدھر دیکھنے لگے اور بولے۔ "ہمیں پتھر وغیرہ اندر پھینکنے ہوں گے تاکہ تمام چمگادڑیں باہر نکل جائیں ہم نے ایسا ہی کیا۔ اندر پتھر پھینکے اور جو بھی چمگادڑ نزدیک آئی' ہم اسے نیزوں اور خنجر سے بھگا دیتے۔ کچھ دیر بعد ہم نے دونوں کمرے چمگادڑوں سے خالی کروا لیے اور اندر داخل ہو گئے۔

☆..........☆..........☆

"دیواروں سے دور رہنا ہو گا کیونکہ ہو سکتا ہے دیواریں زیادہ شکستہ حالت میں ہوں اور ہمارے زیادہ وزن دینے سے گر جائیں۔" برلویف نے کہا۔ "ہمیں اندھیرا ہونے سے پہلے پہلے یہاں کی صفائی بھی کر لینی چاہیے۔" شوبھا نے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ ہم سب کمرے کی صفائی میں لگ گئے۔ ہمارے حلیے کافی حد تک خراب ہو چکے تھے لیکن ہمیں اس کی زیادہ فکر نہیں تھی۔ ہمیں تو اس بات کی خوشی تھی کہ رات گزارنے کے لیے محفوظ جگہ مل گئی تھی۔ ہم سب کمرے کے درمیان میں بیٹھ گئے۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"رات میں یوں دروازہ تو کھلا نہیں چھوڑا جا سکتا۔" شوبھا نے کہا۔ "ہاں..... اس کا بھی کچھ نہ کچھ بندوبست کرنا ہوگا۔" تیمور صاحب بولے۔ "ہمیں دروازے کی جگہ کیا چیز لگانی چاہیے؟" میں نے تیمور صاحب کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ یہاں کیا لگایا جائے؟" تیمور صاحب نے سوچتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ درختوں سے لکڑیاں اور شاخیں وغیرہ توڑ کر یہاں لگا دینی چاہئیں۔" برلویف نے مشورہ دیا۔ "یہ تم نے صحیح مشورہ دیا برلویف۔" تیمور صاحب نے برلویف کی طرف تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر وہ اٹھتے ہوئے بولے۔ "چلو آؤ اندھیرا ہونے سے پہلے پہلے ہم شاخیں وغیرہ توڑ لائیں۔" کچھ دیر بعد ہم نیزے اور خنجر لے کر باہر آ گئے ہیں۔ میں اور برلویف درخت پر چڑھ گئے جبکہ شوبھا اور تیمور صاحب نیچے ہی کھڑے تھے۔ برلویف اور میں نے چھوٹی بڑی لکڑیاں توڑ کر نیچے پھینکنا شروع کر دیں۔ شوبھا اور تیمور صاحب انہیں جمع کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد ہم سب بہت سی لکڑیاں اور شاخیں وغیرہ لے کر واپس کھنڈر نما مکان میں آ گئے۔ ہم نے دروازے کی جگہ وہ لکڑیاں اور شاخیں لگا دیں۔ اب کوئی جانور آسانی سے اندر نہیں آ سکتا تھا۔ ہم سب فرش پر لیٹ گئے۔ "جانوروں وغیرہ سے محفوظ رہنے کا بندوبست تو ہم نے کر لیا لیکن ملکہ کے ساتھی اب بھی کسی وقت ہم پر حملہ کر سکتے ہیں۔ شاید ہم لوگ اس جنگل سے زندہ بچ کر نہ جائیں۔" شوبھا نے شکستہ لہجے میں کہا۔

"کیوں مایوسی کی باتیں کرتی ہو شوبھا۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے شوبھا کو تسلی دی۔ وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر بولی۔ "تمہیں شاید ملکہ کے ساتھیوں کی طاقت کا اندازہ نہیں ہے اور پھر شیطان کی بھرپور حمایت بھی انہیں حاصل ہے۔"

"ہم نے جس طرح ملکہ اور اس کے کئی ساتھیوں کو ختم کر دیا ہے' ہم باقی لوگوں کو بھی ختم کر دیں گے۔" میں نے غصے سے کہا۔ "یہ بات صرف تم کہہ سکتے ہو لیکن اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے۔ ملکہ کے تینوں خطرناک ساتھی کسی بھی وقت اس کی تدفین وغیرہ سے فارغ ہوگئے تو ہمارے لیے مزید مشکل حالات پیدا ہو جائیں گے۔" شوبھا نے کہا۔ شام ختم ہو رہی تھی اور رات کا اندھیرا تیزی سے پھیل رہا تھا۔ اچانک کچھ آوازیں سنائی دیں۔ ہم سب غور سے ان آوازوں کو سننے لگے۔ "میرا خیال ہے کہ کچھ جنگلی ہمیں تلاش کرتے ہوئے یہاں پہنچ گئے ہیں۔" تیمور صاحب نے دھیرے سے کہا۔ "ہمیں ان سے مقابلے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔" میں نے اپنے خنجر کو مضبوطی سے ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا۔ برلویف اور تیمور صاحب نے بھی اپنے اپنے نیزے مضبوطی سے پکڑ لیے اور درختوں کی شاخوں وغیرہ کے نزدیک آ گئے۔ باہر ہمیں بہت سے جنگلی نظر آ گئے۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ہمارے کمرے کی طرف اشارے بھی کرتے جا رہے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد جنگلی ہمارے کمرے کے نزدیک آ گئے۔ انہوں نے شاخوں وغیرہ کو ہٹانا شروع کر دیا۔ "حملہ کرنے میں دیر مت لگانا۔" تیمور صاحب نے برلویف اور مجھ سے آہستہ سے کہا۔ چند ہی لمحوں بعد جنگلیوں نے بہت سی لکڑیاں اور شاخیں ہٹا دیں' وہ اندر آنے والے تھے۔ ہم سب دروازے کے کچھ پیچھے ہو گئے۔ کچھ دیر بعد دو جنگلی [illegible] کچھ کرنے کا موقع نہ دیا نیزے ان کے جسموں میں

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

اتار دیئے۔ وہ دونوں چیختے ہوئے زمین پر گر گئے۔ شوبھا نے ان میں سے ایک جنگلی کا نیزہ اٹھا لیا۔ چند لمحوں بعد اور جنگلی اندر آنے لگے لیکن اس مرتبہ پھر برلویف اور تیمور صاحب نے انہیں ختم کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کی۔ میں نے باہر دیکھا وہاں بے شمار جنگلی نظر آ رہے تھے۔ "ہم ان سب کا مقابلہ کیسے کریں گے؟ یہ تو بہت ہیں۔" میں نے پریشان لہجے میں کہا۔

"ہمیں مقابلہ جاری رکھنا چاہیے۔ بعد میں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" برلویف نے میری طرف دیکھے بغیر کہا۔ "تم کسی طرح کمرے کی پچھلی دیوار گرانے کی کوشش کرو۔ میرا خیال ہے' یہ سب سامنے کی طرف ہی ہیں۔" تیمور صاحب نے مجھ سے کہا تو میں کمرے کی پچھلی دیوار کی طرف آ گیا۔ دیوار کے نچلے حصے پر میں نے کچھ دھکے مارے تو کچھ اینٹیں ہل گئیں۔ میں نے کچھ اور دھکے لگائے تو کچھ اینٹیں دوسری طرف گر گئیں۔ میں نے سوراخ میں سے باہر جھانکا' تیمور صاحب کا خیال درست تھا۔ اس طرف کوئی جنگلی نہیں تھا۔ میں نے تیمور صاحب وغیرہ کی طرف دیکھا۔ وہ اندر آنے والے جنگلیوں کو تیزی سے ختم کر رہے تھے۔ کچھ ہی دیر میں دیوار میں بہت بڑا سوراخ ہو گیا میں نے نے مزید اینٹیں گرانا مناسب نہ سمجھیں کیونکہ اگر میں مزید اینٹیں گراتا تو مجھے خطرہ تھا کہ کہیں چھت نہ گر جائے۔ اس لیے میں نے دیوار کو مزید نہیں توڑا اور زور دار آواز میں بولا۔ "دیوار ٹوٹ چکی ہے۔" تیمور صاحب نے میری طرف دیکھا۔ پھر وہ شوبھا اور برلویف سے بولے۔ "تم سب بھاگ جاؤ' میں ابھی آتا ہوں۔"

"آپ سب بھاگ جائیں........ میں بعد میں آ جاؤں گا۔" برلویف نے کہا تو تیمور صاحب اور شوبھا میرے قریب آ گئے۔ "اب جلد از جلد یہاں سے بھاگو۔" تیمور صاحب نے کہا تو ہم سب نے دوڑ لگا دی۔ ہم بہت دیر تک بھاگتے رہے۔ پھر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا ہمارے پیچھے کوئی نہیں آ رہا تھا۔ تیمور صاحب نے بھی پیچھے مڑ کر دیکھا اور رک گئے اور شوبھا بھی رک گی۔ "معلوم نہیں برلویف کے ساتھ کیا ہو رہا ہوگا؟" میں نے کہا۔ "اس کے جسم کو بہت زیادہ زخم لگنے کا خطرہ ہے۔" تیمور صاحب نے کہا۔ "ہاں وہ مر تو نہیں سکتا لیکن اگر جنگلیوں نے اس پر زیادہ حملے کیے تو اس کا جسم خراب ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ تھوڑی دیر بعد ہمیں دور سے برلویف آتا دکھائی دیا۔ پھر ہمارے قریب پہنچ کر اس نے کہا۔ "میں نے ان سب کو ختم کر دیا ہے۔" "تمہارا جسم بھی جگہ جگہ سے زخمی ہو گیا ہے۔" میں نے اس کے جسم کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "بس مجھے یہی خطرہ رہتا ہے کہ کہیں میرے چہرے اور ہاتھوں پر زخم نہ آئیں۔ یہ دوبارہ ٹھیک نہیں ہو سکتے کیونکہ میرا جسم مردہ ہے۔ میں نے اب بھی بہت کوشش کی کہ زخم میرے چہرے اور ہاتھوں پر نہ لگنے پائیں۔" برلویف نے کہا۔ "اور تم اپنی کوشش میں کامیاب رہے ہو۔" شوبھا نے برلویف کے چہرے کو غور سے دیکھ کر کہا۔

"اب ہمیں واپس اسی کھنڈر میں چلنا چاہیے اور دوسرے کمرے کے دروازے پر لکڑیاں اور شاخیں وغیرہ لگا کر اندر محفوظ ہو جانا چاہیے۔" تیمور صاحب نے کہا۔ کچھ دیر بعد ہم سب دوبارہ کھنڈر میں پہنچ گئے۔ وہاں بے شمار جنگلی مرے پڑے تھے اگر برلویف ہمارے ساتھ نہ ہوتا تو ہمارا بچنا مشکل ہو جاتا۔ ہم لوگوں نے لکڑیاں اور شاخیں وغیرہ دوسرے کمرے کے دروازے پر لگائیں اور اندر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر آرام کے بعد میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "شوبھا شاکال کو تو شاجان صاحب نے قید کر لیا تھا۔ پھر

وہ آزاد کیسے ہو گیا؟"

"شاکال بہت چالاک آدمی ہے' وہ جاشان صاحب سے معافی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ پھر اس نے جاشان صاحب کے حق میں کئی کام بھی کیے اور ایک روز موقع پا کر فرار ہو گیا اور واپس اپنے پہاڑوں والے گھر میں آ گیا۔ اس دوران شاکال کا ایک چیلا مجھ پر ظلم و ستم کرتا رہا۔ شاکال نے آ کر مجھے اپنے چیلوں کو ساتھ لیا اور یہاں آ گیا۔" شوبھا نے بتایا۔

"تم نے اور میں نے فیصلہ کیا تھا کہ ہم شاکال کی شرائط بظاہر مان لیں گے...... اس کے بعد جونہی موقع ملے گا۔ ہم اسے قتل کر دیں گے۔ پھر تم نے اپنے فیصلے پر عمل کیوں نہیں کیا؟" میں نے شوبھا سے پوچھا۔ "دراصل میں اپنے غصے پر قابو نہیں رکھ سکی تھی۔ شاکال جب کبھی میرے سامنے آتا' میں غصے سے پاگل ہو جاتی اور یہی وجہ تھی کہ میں نے شاکال سے اس کی شرائط ماننے کے سلسلے میں کبھی کوئی بات ہی نہیں کی۔" شوبھا نے کہا۔ "اگر تم اپنے غصے پر قابو پا لیتیں تو شاید آج حالات کچھ اور ہوتے...... ممکن تھا کہ اب تک تم شاما کے پاس جا چکی ہوتیں اور شاکال تمہارے ہاتھوں قتل ہو چکا ہوتا۔" میں نے شوبھا سے کہا۔ وہ مسکرا کر بولی۔ "تم ٹھیک کہتے ہو مگر میں کیا کروں میں اپنے غصے پر قابو نہیں پا سکتی۔"

"لیکن آئندہ کے لیے تمہیں عہد کرنا ہو گا۔" میں نے اصرار کیا۔ "سلطان ٹھیک کہتا ہے...... تمہیں ہمارے سامنے عہد کرنا چاہئے اس طرح تم پابند ہو جاؤ گی۔" تیمور صاحب نے شوبھا سے کہا۔ شوبھا کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر مسکرا کر بولی۔ "ٹھیک ہے۔ میں آج آپ لوگوں سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں آئندہ جذبات سے نہیں بلکہ عقل سے کام لوں گی اور غصے کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دوں گی۔" ہر طرف اندھیرا ہو چکا تھا۔ ہم سب ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر لیٹ گئے۔ اچانک ہمیں گھر کے بیرونی حصے میں کچھ روشنی نظر آئی۔ ہم سب چوکس ہو گئے۔"

"یہ کون ہے؟" میں نے سرگوشی کی۔ "شاید اور جنگلی ہماری تلاش میں یہاں پہنچ گئے ہیں۔" تیمور صاحب نے دھیرے سے کہا۔ کھانسی کی آواز سنائی دی اور پھر کسی نے پوچھا۔ "یہاں کون ہے بھئی؟" "یہ تو کسی بوڑھے شخص کی آواز لگتی ہے۔" میں نے کہا۔ "ہاں...... شاید اس کے ہاتھ میں......" شوبھا نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ ایک شخص کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس کے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ لالٹین کی مدھم روشنی میں بھی پتہ چل رہا تھا کہ وہ کافی عمر رسیدہ ہے۔ اس نے کھانسنے کے بعد پوچھا۔ "تم لوگ کون ہو؟"

"ہم شکاری ہیں...... لیکن تم کون ہو؟" تیمور صاحب نے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر اس بوڑھے شخص سے کہا۔ "یہ جو لوگ باہر مرے پڑے ہیں کیا انہیں تم لوگوں نے مارا ہے؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"دراصل یہ لوگ ہم پر حملہ آور ہوئے تھے...... ہماری لڑائی یہاں سے بہت دور شروع ہوئی تھی۔ ہمارے بیس ساتھی تھے جنہیں ان جنگلیوں نے مار دیا۔ ہم اپنی جان بچا کر اس کھنڈر تک آ گئے [illegible] پھر مقابلے میں یہ مارے گئے۔" تیمور صاحب نے مختصر

گزرت کہانی بوڑھے کو سنائی۔ "تم کون ہو بابا اور اس اندھیری رات میں یہاں کیا کر رہے ہو؟" شوبھا نے بوڑھے سے پوچھا۔ "میں اس جنگل کا حکیم ہوں...... یہاں پر بیمار ہونے والے جنگلی مجھ سے ہی علاج کرواتے ہیں...... میں یہاں کچھ چمگادڑیں پکڑنے آیا تھا جن سے میں کچھ مخصوص دوائیں بناتا ہوں۔" بوڑھے نے بتایا۔ "لیکن اس خوفناک جنگل میں تم اکیلے پھر رہے ہو' یہاں تو قدم قدم پر شیروں اور دوسرے جنگلی جانوروں کا خطرہ ہے۔" میں نے بوڑھے سے کہا۔ بوڑھا ہنس کر بولا۔ "شیروں وغیرہ سے تم لوگوں کو خطرہ ہو گا...... یہ شیر اور جنگلی جانور میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" "کیوں...... آخر تمہارا یہ کچھ کیوں نہیں بگاڑ سکتے؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "اس لیے کہ میں ایک ایسا علم بھی جانتا ہوں جن کے ذریعے ان جانوروں وغیرہ سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔" بوڑھے نے بتایا۔ "کیا تم اندر آنا چاہو گے؟" تیمور صاحب نے بوڑھے سے پوچھا۔ "ہاں...... ذرا یہ لکڑیاں ہٹاؤ۔" بوڑھے نے جواب دیا۔ تیمور صاحب نے کچھ لکڑیاں اور شاخیں وغیرہ ہٹا دیں تو بوڑھا اندر آ گیا۔ تیمور صاحب نے لکڑیاں وغیرہ پھر دروازے کی جگہ پر لگا دیں۔ بوڑھے نے اپنے ہاتھ میں پکڑی لالٹین ایک طرف رکھ دی اور ہم سب زمین پر بیٹھ گئے۔ "تم لوگ اس جنگل میں کیوں آئے؟" بوڑھے نے پوچھا۔ "ہم شکاری ہیں...... ہمیں پتہ چلا تھا کہ یہاں شیر بہت ہیں بس اسی لیے ہم یہاں آ گئے۔" تیمور صاحب نے بوڑھے کو بتایا۔ "تم لوگ کس طرح اس جنگل تک پہنچے ہو؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"ہم سمندر کے راستے آئے ہیں...... ہماری لانچ یہاں سے کافی دور ساحل پر کھڑی ہے۔ اسے ہم نے کچھ چٹانوں میں چھپایا ہوا ہے۔" تیمور صاحب نے بتایا۔ "...... اب تم لوگوں کا اس جنگل سے زندہ واپس جانا بہت مشکل ہے۔" بوڑھے نے گویا اطلاع دی۔ "لیکن کیوں؟" تیمور صاحب نے قدرے حیرت سے پوچھا۔ "اس لیے کہ وہاں کے جنگلی بہت خطرناک ہیں...... تم نے ان کے ساتھی مار دیئے ہیں۔ اب وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے...... ویسے بھی اس جنگل میں آنے والا کوئی بھی شخص ان جنگلیوں سے بچ کر نہیں جاتا۔ کئی شکاری وغیرہ یہاں آتے رہے ہیں لیکن یہ جنگلی ان لوگوں کو پکا کر کھا گئے ہیں۔"

"کیا تم ان جنگلیوں کے ساتھی نہیں ہو؟" تیمور صاحب نے بوڑھے سے پوچھا۔ "نہیں...... میں ان کا ساتھی نہیں ہوں۔" بوڑھے نے جواب دیا۔ "پھر تم ان جنگلیوں کے ساتھ کیوں رہتے ہو؟" تیمور صاحب نے پوچھا۔ "میں مجبوراً ان کے ساتھ رہتا ہوں۔" بوڑھے نے جواب دیا۔ "آخر وہ کیا مجبوری ہے؟ جس کی وجہ سے تم ان جنگلیوں کے ساتھ رہتے ہو۔" شوبھا نے بوڑھے سے پوچھا۔

"میں تمہیں اپنے بارے میں تفصیل سے بتاتا ہوں۔" بوڑھے نے کہنا شروع کیا۔ "آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے میں اور میرے کچھ ساتھی اس جنگل میں شکار کی غرض سے آئے تھے لیکن ان جنگلیوں نے ہمیں گرفتار کر لیا۔ پھر انہوں نے ہمیں اپنی ملکہ اور دوسرے بڑے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے ہمیں قید کر دینے کا حکم دیا۔ اس دوران ہمارے ایک ساتھی کو شدید زخم آئے تھے۔ میرے پاس کچھ مرہم وغیرہ تھے جو میں نے جنگلیوں کے سامنے اپنے ساتھی کے زخموں پر لگائی جن کی وجہ سے اگلے روز ہی میرے ساتھی کے زخم کافی حد تک ٹھیک ہو گئے۔ ملکہ نے ہمیں پکا کر کھا جانے کا حکم

دیا تھا لیکن مجھے صرف اس شرط پر زندہ رہنے دیا گیا کہ میں جنگل کے لوگوں کا علاج کروں گا۔ میرے ساتھیوں کو یہ جنگلی پکا کر کھا گئے اور میں زندہ رہ گیا۔ تب سے اب تک میں ان کا علاج کرتا آ رہا ہوں یہیں کچھ میرے دوست بھی بن گئے جنہوں نے مجھے چند خاص علم سکھا دیئے۔"

"کیا تم نے یہاں سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کی؟" میں نے بوڑھے سے پوچھا۔ "مجھے معلوم تھا کہ اگر میں فرار ہونے کی کوشش کروں گا تو ناکام رہوں گا اور مجھے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم یہاں کے بہت سے رازوں سے واقف ہو گے۔" تیمور صاحب نے غور سے بوڑھے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "نہیں...... میں کسی قسم کے راز سے واقف نہیں...... یہاں میرا کام صرف اور صرف بیمار اور زخمی لوگوں کا علاج کرنا ہے اس کے علاوہ مجھے کچھ نہیں معلوم کہ یہاں کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں۔ مجھے کسی معاملے میں بات کرنے کی اجازت نہیں ہے" بوڑھے نے بتایا۔

"تو کیا تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ آج ملکہ کو قتل کر دیا گیا ہے؟" تیمور صاحب نے پوچھا۔ تیمور صاحب کی بات سن کر بوڑھا بری طرح اچھل پڑا۔ کچھ دیر وہ حیرت اور پریشانی سے تیمور صاحب کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "یہ تم...... یہ کیا کہہ رہے ہو؟" "میں ٹھیک کہہ رہا ہوں...... آج ملکہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔" تیمور صاحب نے جواب دیا۔ "لیکن کس نے قتل کیا اسے؟" بوڑھے نے پوچھا۔ "اس کے چہرے پر اب بھی حیرت اور پریشانی کے آثار موجود تھے۔

"ہم لوگوں نے۔" تیمور صاحب نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ "تم...... تم لوگوں نے۔" بوڑھے نے ایک بار پھر اچھلتے ہوئے کہا۔ اسے تیمور صاحب کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ "ہاں...... ہم نے آج ملکہ کو قتل کر دیا ہے۔" تیمور صاحب نے کہا۔ "لیکن...... تم لوگوں نے اسے کیوں قتل کیا؟" بوڑھے نے پریشان لہجے میں پوچھا۔ "ہم نے مجبوراً اسے قتل کیا...... اگر ہم اسے قتل نہ کرتے تو وہ ہمیں قتل کر دیتی۔" بوڑھا کچھ سوچنے لگا۔ پھر کچھ دیر بعد وہ بولا۔ "یہ تم لوگوں نے اپنے حق میں اچھا نہیں کیا...... اب ملکہ کے ساتھی تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔"

"اب تو ملکہ کو قتل کر چکے ہیں۔ اس لیے جو ہو گا دیکھا جائے گا...... ویسے ہماری کوشش ہے کہ ہم اس جنگل اور اس علاقے سے دور چلے جائیں۔" میں نے مضبوط لہجے میں بوڑھے سے کہا۔ "بابا کیا تم ہماری کچھ مدد کر سکتے ہو" شوبھا نے بوڑھے سے پوچھا۔

بوڑھا شخص سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "اگر میں تم لوگوں کی مدد کروں گا تو ملکہ کے ساتھی مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے" "تم ہمیں کوئی ایسا راستہ بتا دو کہ ہم یہاں سے فرار ہو سکیں۔" شوبھا نے بوڑھے سے کہا۔ "ملکہ کے ساتھی یقیناً تم لوگوں کو ڈھونڈ رہے ہوں گے اور جیسے ہی تم انہیں نظر آؤ گے وہ تمہیں قتل کر دیں گے۔"

"میں تمہاری مدد تو کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے خوف ہے کہ اگر ملکہ کے ساتھیوں کو پتہ چل گیا کہ میں نے تم لوگوں کی مدد کی ہے تو وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے...... میں اتنا کر سکتا ہوں کہ اپنی جھونپڑی کے نیچے موجود تہہ خانے میں تم لوگوں کو چھپا دوں اور جب موقع ملے تو تم لوگوں کو وہاں سے

نکال دوں تاکہ تم اس علاقے سے دور جا سکو لیکن ایک بات یاد رکھنا تم لوگوں کو بہت محتاط رہنا ہوگا۔ کسی کو شک نہیں ہونا چاہئے کہ تم لوگ میرے پاس چھپے ہوئے ہو۔" بوڑھے نے کہا اور ہماری طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ یقیناً ہماری رائے چاہتا تھا۔

"تم بے فکر رہو بابا...... ہم ہر طرح کی احتیاط کریں گے لیکن ایک بات تو بتاؤ بابا...... کیا اس تہہ خانے کے بارے میں کسی اور کو معلوم نہیں ہے؟" شوبھا نے بوڑھے کو تسلی دینے کے بعد اس سے پوچھا۔ "نہیں...... اس تہہ خانے کے بارے میں کسی کو معلوم نہیں ہے...... یہ تہہ خانہ میں نے آج سے بہت عرصہ پہلے چپکے چپکے تیار کیا تھا...... اس وقت میرا ارادہ تھا کہ میں یہاں کے لوگوں کو آہستہ آہستہ قتل کر کے اس تہہ خانے میں چھپاتا جاؤں گا اور پھر یہاں سے فرار ہو جاؤں گا لیکن بعد میں جب مجھے پتہ چلا کہ یہاں عام لوگ نہیں رہتے ہیں بلکہ پُراسرار علوم جاننے والے لوگ رہتے ہیں تو میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ مجھے شک تھا کہ اگر میں لوگوں کو قتل کر کے تہہ خانے میں چھپاؤں گا تو یہاں کے لوگ پُراسرار علوم کے ذریعے اس بات کا پتہ لگا لیں گے اور لوگوں کو قتل کرنے کے جرم میں مجھے بھی مار دیا جائے گا۔" بوڑھے نے بتایا۔

"تو تم بھی ہمارے ساتھ ہی چلو ناں۔" شوبھا نے بوڑھے سے کہا۔ "نہیں...... میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جا سکتا۔" بوڑھے نے مایوس لہجے میں کہا۔

"کیوں...... کیوں نہیں جا سکتے؟" شوبھا نے پوچھا۔ "اس لیے کہ میں زیادہ دیر پیدل نہیں چل سکتا...... مجھے سانس کی بیماری ہے اور میرے پھیپھڑے اس قابل نہیں ہیں کہ میں زیادہ دیر پیدل چل سکوں...... تم لوگوں کو یہاں سے فرار ہوتے ہوئے نہ جانے کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا اور میں بوڑھا شخص زیادہ مشکل حالات برداشت نہیں کر سکتا۔" بوڑھے نے کہا۔

"اچھا تو پھر تم ہمیں اپنے ساتھ اپنی جھونپڑی میں لے چلو۔" تیمور صاحب نے بوڑھے سے کہا۔

"اوہ' یہ بات تو میں بھول ہی گیا۔" بوڑھے نے پریشانی سے کہا۔

"وہ کیا؟" تیمور صاحب نے پوچھا۔

"وہ یہ کہ اگر میں تم لوگوں کو اپنے پاس پناہ دوں گا تو ملکہ کے ساتھی اپنے علم کے ذریعے پتہ لگائیں گے کہ تم لوگ اس وقت کہاں ہو اور جب تم لوگ میری جھونپڑی کے نیچے موجود تہہ خانے میں سے نکلو گے تو ملکہ کے ساتھی مجھے نہیں چھوڑیں گے۔" بوڑھے نے کہا۔

"تو پھر تم ہی بتاؤ بابا ہم کیا کریں؟" شوبھا نے بوڑھے سے کہا۔ بوڑھا کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر دھیرے سے بولا۔ "میں تم لوگوں کی اتنی مدد کر سکتا ہوں کہ تم لوگوں کو ایک نقشہ دے دوں جس کی مدد سے تم لوگ جلد از جلد اس علاقہ سے نکل سکتے ہو۔ اگر ہم یہاں سے جانے کے بعد تمہیں بحفاظت لے جانے کا بندوبست کریں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟" تیمور صاحب نے بوڑھے سے پوچھا۔ وہ بوڑھا ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "کیسی بات کر رہے ہو تم؟ میں بھلا کیا اعتراض کر سکتا ہوں۔ میں تو اب یہاں سے جانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا' یہاں سے جانا مجھے ایک خواب کی مانند لگتا ہے. ایک ایسا خواب جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ تم لوگ مجھے یہاں سے لے جاؤ تو میرے لیے

اس سے بڑی خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے..... اگر ہم یہاں سے صحیح سلامت چلے گئے تو تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ تمہیں اس جہنم سے ضرور نکالیں گے۔" تیمور صاحب نے پُرجوش انداز میں کہا۔ "تم کل کتنے افراد یہاں آئے تھے؟" بوڑھے نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

تیمور صاحب کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتے رہے۔ پھر بولے۔ "بابا پہلے ہم سمجھے تھے کہ تم ملکہ کے ساتھی ہو یا اس کے ہمدرد اور خیرخواہ ہو۔ اس لیے ہم نے تم سے جھوٹ بولا تھا کہ جنگلیوں نے ہمارے تین ساتھی مار دیئے ہیں۔ دراصل ہمیں ملکہ نے اپنے ایک ساتھی کے ذریعے دھوکے سے یہاں بلوایا تھا۔ پھر اس نے ہمیں شیطان کا پجاری بننے کے لیے کہا۔ میں اور میرا ساتھی سلطان مسلمان ہیں جبکہ ہمارا یہ ساتھی برلویض کرسچن ہے لیکن ہم میں سے کسی نے بھی شیطان کا پجاری بننا گوارا نہیں کیا اور اپنے ایمان کا سودا نہیں کیا۔ لٰہذا ہمیں مجبوراً ملکہ کو قتل کرنا پڑا ہم اسے قتل کر کے یہاں جنگل میں چھپ گئے۔ یہاں ہماری یہ پرانی ساتھی شوبھا مل گئی۔ جسے ملکہ اور اس کے ساتھیوں نے قید کیا ہوا تھا اور اب ہم یہاں سے بھاگ جانا چاہتے ہیں۔"

"مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ تم لوگوں نے ملکہ کو قتل کر دیا ہے۔ اس کو اپنے آپ پر بڑا ناز تھا۔ وہ کہتی تھی کہ شیطان اس کا ساتھی ہے' اس لیے اسے کوئی نہیں مار سکتا لیکن اب اس کا سارا غرور خاک میں مل گیا۔ تم لوگوں نے بہت بڑا کام کیا ہے لیکن یہ بتاؤ کہ آخر ملکہ اور تم لوگوں کی دشمنی کیا تھی؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"بابا دراصل یہ انسانیت کی بقاء کی جنگ ہے' شیطان اس دنیا پر اپنا قبضہ چاہتا ہے۔ پوری دنیا میں اس نے اپنے نمائندے بنا لیے ہیں جو اس کے کام کرتے ہیں' ایسے ہی لوگوں نے دنیا کے امن کو تباہ و برباد کر رکھا ہے لوگوں کے دلوں میں مختلف باتیں ڈال کر انسان کو انسان سے قتل کروایا جا رہا ہے۔ انسانوں کو منشیات کا عادی بنا کر ختم کیا جا رہا ہے۔ لوگوں کو چوری' ڈکیتی' رشوت' بدعنوانیوں اور دیگر شیطانی کاموں کی طرف راغب کیا جا رہا ہے۔ اگر اب بھی اس دنیا کے انسانوں نے اپنی دنیا کی بقاء کے لیے سنجیدگی سے نہیں سوچا تو پھر جلد ہی شیطان اس دنیا پر اپنے نمائندوں کی مدد سے قبضہ کر لے گا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔ ہماری اور ملکہ کی یہی دشمنی ہے کہ ہم شیطان کے خلاف کام کر رہے ہیں اور ملکہ شیطان کی ساتھی تھی۔ ہم ہر اس شخص کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں جو شیطان کا ساتھی ہے۔" تیمور صاحب نے بوڑھے کو بتایا۔

"کیا تم لوگوں کے اور بھی ساتھی ہیں؟" بوڑھے نے پوچھا۔ "ہاں بابا ہمارے بہت ساتھی ہیں جو پوری دنیا میں موجود ہیں۔ ہم ایک نیک مقصد کے لیے کام کر رہے ہیں اس لیے ہمیں یقین ہے کہ آئندہ ہمارے ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ ہم لوگ خود کچھ علم جانتے ہیں۔ اس لیے اب تک شیطان سے محفوظ ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا۔

بوڑھا ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "کاش مجھ میں اتنی طاقت ہوتی کہ میں بھی تم لوگوں کا بھرپور ساتھ دے سکتا..... لیکن تم لوگ فکر نہ کرو..... مجھ سے جس حد تک ممکن ہوا' میں تم لوگوں کا ساتھ

دوں گا۔"

"تم بھی فکر نہ کرو بابا..... اگر ہم یہاں سے نکل گئے تو ہر قیمت پر تمہیں یہاں سے لے جائیں گے" میں نے بوڑھے سے کہا۔

"تم لوگ اب آرام کرو..... میں تم لوگوں کو نقشہ دے جاؤں گا۔" بوڑھے نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے کہ بوڑھا لالٹین اٹھاتا ایک آہٹ نے ہم سب کو چونکا دیا۔

ہم سب مستعد ہو کر باہر کی طرف دیکھنے لگے۔ آہٹ نے ہم سب کو خاموش ہو جانے اور کسی بھی قسم کے خطرے سے نمٹنے کے لیے تیار کر دیا تھا۔ میں نے ایک نظر سب پر ڈالی۔ سب ہی باہر کی جانب دیکھ رہے تھے۔

"شاید کوئی ہم پر حملہ کرنے والا ہے۔" میں نے دھیرے سے کہا۔

"ہاں ایسا ہی لگتا ہے۔" تیمور صاحب نے بھی دھیرے سے کہا اور بوڑھے کے نزدیک رکھی لالٹین کو بجھا دیا۔

"یہ کیا کیا؟" میں نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"کمرے میں روشنی ہونے کی وجہ سے باہر سے آنے والا کوئی بھی دشمن ہم پر آسانی سے حملہ کر سکتا ہے۔" تیمور صاحب نے جواب دیا۔

کمرے میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میرے کان کسی بھی آہٹ کو سننے کے منتظر تھے لیکن اب باہر کوئی آہٹ پیدا نہیں ہو رہی تھی۔

"کیا واقعی باہر کوئی انسان ہی ہے یا کوئی جانور وغیرہ ہے۔" میں نے دھیرے سے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ باہر کوئی جانور ہو یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی ہمارا دشمن ہو جو ہم پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہو۔" شوبھا نے آہستہ سے میری بات کا جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ مجھے آگے جانا چاہئے لیکن باقی سب لوگ بھی پوری طرح تیار رہیں۔" برلویض نے دھیرے سے کہا۔

پھر اندھیرے میں اس کا ہیولا دروازے کی طرف حرکت کرتا دکھائی دیا۔ اس نے دروازے پر موجود شاخیں وغیرہ دھیرے سے ایک طرف کیں اور باہر نکل گیا۔ ہم سب خاموش تھے۔ میں کسی بھی حملے کی صورت میں کوئی لائحہ عمل طے کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ برلویض کے باہر جانے کے بعد نہ تو اس کی کوئی آواز آئی تھی اور نہ ہی کوئی دوسری آواز سنائی دی تھیں۔

"نہ جانے برلویض باہر کیا کر رہا ہے؟" تیمور صاحب نے دھیرے سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ کسی خطرے کی وجہ سے خاموش ہے یا ہو سکتا ہے کہ اب تک وہ آہٹ کا سبب نہ جان سکا ہو۔" شوبھا نے بھی دھیرے سے اپنے خیال کا اظہار کیا۔

برلویض کو گئے ہوئے تقریباً پندرہ منٹ ہو چکے تھے۔ وہ اب تک واپس نہیں آیا تھا اور نہ ہی اس کی کوئی آواز آئی تھی۔

"اب تو برلویض کو گئے کافی دیر ہو گئی ہے۔" میں نے دھیرے سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں باہر نکل کر معاملے کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔" تیمور صاحب نے سرگوشی کی۔

"باہر نکلنا خطرناک ہو سکتا ہے۔" بوڑھے کی آواز سنائی دی۔

اس کی آواز میں خوف کا عنصر شامل تھا۔

"لیکن خطرہ تو یہاں بھی ہے۔ کمرے کا دروازہ نہیں ہے اور اس پر موجود شاخیں وغیرہ بھی برلویض ہٹا چکا ہے۔ اس لیے اب تو یہاں بھی اتنا ہی خطرہ ہے کہ جتنا باہر ہے۔" تیمور صاحب نے بوڑھے کو بتایا۔

"میں تو بوڑھا آدمی ہوں' تم لوگ تو بھاگ کر اپنی جانیں بچا سکتے ہو لیکن میں تو بھاگ بھی نہیں سکتا۔" بوڑھے نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"بابا پتہ نہیں کون ہے؟ اس کا تعلق اس جنگل سے ہے یا نہیں؟ بابا تم یہیں رہو۔ ہم لوگ باہر جاتے ہیں اور باہر جا کر ہم دروازے پر شاخیں لگا دیں گے۔ تاکہ کمرے میں کوئی آسانی سے داخل نہ ہو سکے۔" شوبھا نے کہا۔

"یہ تم نے ٹھیک کہا شوبھا' ہم باہر چلتے ہیں۔" تیمور صاحب نے کہا اور ہم تینوں کمرے کے دروازے کی طرف بڑھے۔ دروازے کے قریب پہنچ کر ہم رک گئے۔

"پہلے میں جاتا ہوں اور جائزہ لیتا ہوں' آپ لوگ بعد میں آنا۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم باہر جاؤ اور پورے صحن کا جائزہ لے کر فوراً واپس آ جاؤ یا زور دار آواز میں کہہ دو کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔" تیمور صاحب نے کہا تو میں کمرے سے باہر آ گیا۔

کچھ لمحے تو میں دروازے کے قریب ہی کھڑا جائزہ لینے کی کوشش کرتا رہا لیکن اندھیرے کی وجہ سے مجھے کچھ اندازہ نہیں ہو سکا کہ آس پاس کوئی موجود ہے یا نہیں پھر میں سیدھے ہاتھ کی طرف چلنے لگا۔ میں نہایت احتیاط کے ساتھ قدم اٹھا رہا تھا۔ خنجر میرے ہاتھوں میں تھا اور میں کسی بھی لمحے حملہ کرنے کے لیے تیار تھا۔ میں دھیرے دھیرے چلتا ہوا صحن کی دیوار تک آ گیا۔ پھر میں دیوار کے ساتھ ساتھ ہی چلتا رہا اور یوں کچھ دیر بعد گھر کے بیرونی دروازے تک پہنچ گیا۔ میں حیران تھا کہ آخر برلویض اب تک کیوں خاموش ہے اور مجھے اب تک میرا دشمن کیوں نہیں ملا۔ میں گھر کے دروازے سے باہر آ گیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ آس پاس کیا ہے؟ اچانک ایک زور دار اور خوفناک قہقہہ سنائی دیا۔ میں کچھ خوفزدہ اور پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ مجھے اندازہ نہیں ہو سکا کہ آخر قہقہہ لگانے والا کون اور کہاں ہے؟

"یہ کس نے قہقہہ لگایا ہے؟" میں نے کمرے کے دروازے کی طرف منہ کر کے زور سے پوچھا۔

"پتہ نہیں تم ٹھیک ہو ناں سلطان؟" تیمور صاحب نے میرے سوال کا جواب دینے کے بعد مجھ سے پوچھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

ابھی میں مزید کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ وہی قہقہہ سنائی دیا اور ساتھ ہی فضا میں کچھ چنگاریاں دکھائی دیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ آخر یہ کون ہے جو قہقہے لگا رہا ہے۔ برلویض کی اب تک آواز نہیں آئی تھی۔ میں اس کی طرف سے کافی پریشان تھا۔

میں نے چیخ کر کہا۔ "برلویض تم کہاں ہو؟" میں کچھ دیر تک برلویض کے جواب کا انتظار کرتا رہا۔ پھر میں نے اپنا سوال دہرانا چاہا لیکن میں ایسا نہیں کر سکا۔ کیونکہ قہقہہ ایک بار پھر فضا میں بکھر چکا تھا اور چنگاریاں نظر آ رہی تھیں۔ پھر مجھے کسی نے دھکا دے دیا اور میں گھر سے باہر کی طرف گر پڑا۔ میں نے حیران ہو کر اندھیرے میں اس طرف دیکھا جس طرف سے کسی نے مجھے دھکا دیا تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے کسی کو دیکھ نہیں سکا۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اس سے پہلے کہ میں قدم بڑھاتا۔ ایک بار پھر کسی نے مجھے دھکا دیا اور میں پھر زمین پر گر پڑا۔

"کون ہو تم؟" میں نے قدرے غصے میں سے پوچھا۔

کسی نے جواب نہیں دیا۔ میں چند لمحے زمین پر ہی پڑا رہا۔ پھر کھڑا ہو گیا۔ ایک مرتبہ پھر کسی نے مجھے دھکا دیا لیکن اس بار میں سنبھل گیا اور زمین پر نہیں گرا۔ مجھے کسی نے کئی دھکے دیئے اور میں گھر سے کافی دور آ گیا۔ پھر مجھے اپنے قریب ہی بھیڑیئے جیسی غراہٹ سنائی دی۔ میں کچھ خوفزدہ ہو گیا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا' جیسے کوئی جنگلی جانور کچھ ہی دیر بعد مجھ پر حملہ کر دے گا۔ میں نے ہاتھوں میں پکڑا خنجر برق رفتاری سے اپنے چاروں طرف اُدھر اُدھر گھمانا شروع کر دیا۔ تاکہ اگر کوئی میرے قریب آئے تو میرے خنجر کی زد میں آ جائے۔ میں کچھ دیر تک یونہی خنجر چلاتا رہا لیکن میرا خنجر کسی کو نہیں لگا۔ میں رک گیا اور اُدھر اُدھر دیکھ کر اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ کوئی میرے قریب آیا ہے یا نہیں۔ اچانک مجھے بھیڑیئے جیسی غراہٹ پھر سنائی دی۔ میں ایک دم مستعد ہو گیا اور اندازہ لگانے لگا کہ غراہٹ کہاں سے آئی ہے۔ مجھے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ غراہٹ کی آواز میرے دائیں جانب سے آ رہی تھی۔ مجھے وہاں چھوٹے چھوٹے سرخ بلب جلتے دکھائی دیئے جو یقیناً کسی جانور کی آنکھیں تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ وہی ہے جو مجھے دھکے دے رہا تھا اور ہو سکتا ہے کہ اب وہ پھر مجھ پر حملہ کر دے۔ میں نے خنجر بلند کر دیا تاکہ اس جانور کے قریب آنے پر اس کے جسم میں اتار سکوں۔ وہ جانور دھیرے دھیرے غراتا ہوا میری طرف بڑھا چند ہی لمحوں میں وہ میرے بالکل قریب آ گیا۔ میں نے خنجر سے اس پر حملہ کر دیا لیکن میرا خنجر کسی چیز سے نہیں ٹکرایا اور ہوا میں لہرا کر رہ گیا۔ میں حیران ہو گیا کہ آخر اس جانور کو میرا خنجر کیوں نہیں لگا جبکہ میں نے اس کی سرخ بلب نما آنکھوں کے درمیان خنجر مارا تھا۔ اس کی آنکھیں میرے چہرے کے قریب آ گئیں۔ اس کی گرم سانسیں مجھے محسوس ہو رہی تھیں۔ میں نے ایک بار پھر خنجر اس کی آنکھوں کے درمیان مارا لیکن اس پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ میں کچھ پریشان ہو گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ آخر اس جانور پر کوئی اثر کیوں نہیں ہو رہا ہے۔ اچانک کسی نے میری کلائی پکڑ لی۔ میں نے اپنی کلائی چھڑانے کے لیے زور لگانا شروع کر دیا لیکن گرفت بہت مضبوط تھی۔

میں نے زور سے چیخ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "کیا تم لوگ خیریت سے ہو؟"

مجھے کسی کا جواب سنائی نہیں دیا۔ میں نے اپنا سوال دہرایا لیکن میرے کسی ساتھی نے جواب

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

نہیں دیا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ آخر میرے ساتھی مجھے جواب کیوں نہیں دے رہے۔ میرے دل میں طرح طرح کے خدشے ابھر رہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ نہ جانے ان پر کیا گزری ہے کہ وہ میری آواز ہی نہیں سن رہے۔ پتہ نہیں وہ لوگ بے ہوش ہیں یا پھر کسی جانور وغیرہ نے انہیں مار دیا ہے۔ جس کسی نے بھی میری کلائی کو پکڑا تھا۔ اس کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ اگر میری کلائی پر دباؤ یونہی بڑھتا گیا تو میرے ہاتھوں میں خون کی گردش رک جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر زیادہ بڑھ گیا تو کلائی ٹوٹ بھی سکتی ہے۔ میں نے کلائی چھڑانے کے لیے تگ و دو شروع کر دی۔ ساتھ ہی ساتھ میں ہوا میں خنجر بھی لہرا رہا تھا۔ تاکہ جس کسی نے بھی میری کلائی پکڑی ہے' اسے خنجر لگ جائے اور وہ زخمی ہو کر میری کلائی چھوڑ دے۔ کوئی بالکل قریب ہی موجود تھا لیکن اسے خنجر لگ نہیں رہا تھا۔ بہت دیر کی کوشش کے بعد بھی میں اپنی کلائی چھڑانے میں ناکام رہا۔ پھر کسی نے مجھے ایک طرف کھینچنا شروع کر دیا اور میں نے اس سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش تیز کر دی لیکن میں اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

میں کچھ دیر یونہی کھنچا ہوا چلتا رہا۔ پھر میں نے اچانک اپنا ہاتھ چھڑانے کے لیے زور دار جھٹکا دیا اور میرا ہاتھ آزاد ہو گیا۔ میں نے موقع کو غنیمت جانا اور ایک طرف دوڑ لگا دی۔ دوڑتے ہوئے مجھے خطرہ تو تھا کہ میں کسی چیز سے ٹکرا سکتا ہوں لیکن دوڑنے کے علاوہ میرے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے دوڑتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا سرخ آنکھیں میرے پیچھے آ رہی تھیں۔ میں نے تیز دوڑنا شروع کر دیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کس جانب جا رہا ہوں اور کب تک دوڑتا رہوں گا اور آگے میرے ساتھ کیا ہو گا۔ فی الحال میرا سب سے بڑا مسئلہ اپنے پیچھے آنے والے جانور یا بلا سے جان چھڑانا تھا۔

کافی دیر تک میں یونہی دوڑتا رہا۔ پھر اچانک دور کچھ روشنی نظر آئی۔ میں نے سوچا کہ یہ کیسی روشنی ہے؟ کیا مجھے اس طرف جانا چاہئے؟ روشنی کو دیکھ کر بھی میرے دل میں بہت سے خدشات ابھرنے لگے تھے۔ پھر میں نے اس روشنی کی طرف جانے کا فیصلہ کر لیا اور سوچا کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ہو سکتا ہے وہاں پر جانے سے حالات میرے حق میں ہو جائیں۔ پھر مجھے اندازہ ہوا کہ وہ روشنی کچے مکان کے روشندان سے باہر آ رہی تھی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا' وہی سرخ آنکھیں اب میرے تعاقب میں تھیں۔ میں تیزی سے دوڑتا ہوا کچے مکان تک پہنچ گیا۔ میں نے مکان کے دروازے پر دستک دی اور پیچھے مڑ کر دیکھا سرخ آنکھیں میرے پیچھے موجود تھیں اور میرے قریب آ رہی تھیں۔ میں نے ایک بار پھر مکان کے دروازے پر دستک دی۔ میری نظریں اب بھی سرخ آنکھوں پر لگی ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے کہ سرخ آنکھیں مجھ تک پہنچتیں' مکان کا دروازہ کھل گیا۔ میں نے دیکھا دروازہ کھولنے والی ایک بڑھیا تھی۔ میں نے اس سے کچھ نہیں کہا اور گھر میں گھس گیا۔ میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ اب سرخ آنکھیں وہاں نہیں تھی۔

"میرے پیچھے کوئی بلا لگی ہوئی تھی۔" میں نے بڑھیا سے کہا۔

وہ حیران نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ وہ کچھ دیر اسی طرح میری طرف دیکھتی رہی۔ پھر اس کی کہی ہوئی بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی تھی۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

میں نے اس سے کہا۔ "کیا تم اردو یا انگلش نہیں جانتیں؟"

بڑھیا نے پھر کسی اجنبی زبان میں مجھ سے کچھ کہا۔

میں نے اسے اشاروں سے اپنی بات سمجھانے کی کوشش کی۔ جس پر اسے میری بات کچھ کچھ سمجھ آ گئی۔ میں نے اسے اشاروں میں بتایا کہ میں صبح تک یہاں رہنا چاہتا ہوں۔

بڑھیا نے میری بات مان لی اور زمین پر آرام کرنے کا اشارہ کیا۔

میں زمین پر بیٹھنے کے بعد سوچنے لگا کہ آخر یہ بڑھیا کون ہے اور یہاں کیا کر رہی ہے؟ پھر مجھے خیال آیا کہ یہ بھی یقیناً جنگلیوں کی ساتھی ہو گی۔ کیونکہ اس کے نقوش بھی کچھ کچھ جنگلیوں جیسے تھے اور پھر اسے اردو یا کوئی دوسری زبان بھی نہیں آتی تھی۔ اس نے جس زبان میں مجھ سے کچھ کہا تھا۔ وہ جنگلیوں کی زبان سے ملتی جلتی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ میں یہاں بھی محفوظ نہیں تھا۔ کیونکہ جنگل کی ملکہ کا قتل ہو گیا تھا اور سارے جنگلی اس وجہ سے نہ صرف غم زدہ تھے۔ بلکہ غصہ میں بھی تھے۔ میں نے سوچا کہ یقیناً یہ بڑھیا بھی ملکہ کی وجہ سے غصہ میں ہو گی۔ میں جانتا تھا کہ وہ خود تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ لیکن اگر اس نے باہر جا کر کسی کو میرے متعلق بتا دیا تو باقی جنگلی یہاں آ کر میری تکہ بوٹی کر دیں گے۔ میں سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میرے ذہن میں خیال آیا کہ بڑھیا کو رسیوں وغیرہ سے باندھ دوں۔ ورنہ یہ موقع پاتے ہی گھر سے باہر جا کر سب کو میرے متعلق بتائے گی۔ ابھی میں بڑھیا کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا کہ اس نے کچھ کہا۔ مجھے کچھ اشارہ کیا۔ میں کچھ دیر اس اشارے کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا اور میں اس کا اشارہ سمجھ ہی گیا۔ وہ مجھ سے کچھ کھانے پینے کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ میں نے اسے پانی لانے کا اشارہ کیا۔ وہ مکان کے اندرونی حصہ میں چلی گئی۔ کچھ دیر بعد وہ آئی تو اس کے ہاتھ میں دو پیالے تھے۔ اس نے دونوں پیالے میرے سامنے رکھ دیئے تو مجھے پتہ چلا کہ ان میں سے ایک میں پانی تھا جبکہ دوسرے میں دودھ تھا۔ میں نے پانی پی لیا اور اسے دودھ لے جانے کا اشارہ کیا۔ بڑھیا نے مجھے اشارے سے بتایا کہ دودھ پی لینے سے میرے جسم میں توانائی آ جائے گی۔ میں نے دودھ پینے سے انکار کر دیا لیکن اس نے زبردستی مجھے دودھ پلا دیا۔ دودھ میں نہ جانے کیا ملا ہوا تھا کہ مجھے اپنے اندر توانائی اور چستی محسوس ہوئی۔ پھر بڑھیا نے مجھے لٹا دیا اور آہستہ آہستہ میرا سر دبانے لگی۔ میں اپنے آپ میں شرمندہ ہو گیا کہ میں تو اسے باندھ دینے کے بارے میں سوچ رہا تھا جبکہ وہ میری خدمت کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ میں نے آس پاس کا جائزہ لیا۔ ایک جانب مٹی کا دیا جل رہا تھا۔ کمرے میں زمین بہت صاف ستھری تھی' دیواروں پر مختلف جانوروں کی کھالیں لٹک رہی تھیں۔ میں نے اشارے سے اس بڑھیا سے پوچھا کہ کیا وہ شکاری ہے تو اس نے بتایا کہ وہ شکاری ہے۔ مجھے خیال آیا کہ اس کے قبیلے کے باقی لوگ تو آدم خور ہیں' یہ بھی یقیناً آدم خور ہو گی۔ میں نے دل ہی دل میں بہت زیادہ محتاط رہنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے سوچا کہ اگر واقعی اس کا تعلق جنگلیوں سے ہوا تو یہ ضرور جادو وغیرہ بھی جانتی ہو گی۔ ویسے تو اسے میرے ساتھ اچھا رویہ نہیں رکھنا چاہئے لیکن اس کا رویہ نہایت مشفقانہ تھا اور اس کا یہ رویہ ہی مجھے اس کے خلاف کوئی کارروائی کرنی سے روک رہا تھا۔ ورنہ تو میں اسے رسیوں سے باندھ دینے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

بڑھیا نے مجھے اشارہ کیا۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ مجھ سے کچھ کھانے کے بارے میں پوچھ رہی ہے۔ میں نے کھانے سے انکار کا اشارہ کیا تو اس نے مجھے مختلف اشارے کرنے شروع کر دیئے۔ میں اس کے اشاروں کا مطلب کافی حد تک سمجھ رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ وہ میری مدد کرنا چاہتی ہے اور مجھے اس جگہ سے دور پہنچانا چاہتی ہے۔ میں نے اس سے اشاروں میں پوچھا کہ وہ کس طرح مجھے یہاں سے دور پہنچانا چاہتی ہے تو اس نے بتایا کہ وہ خود مجھے اپنے ساتھ محفوظ مقام پر لے جائے گی۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کب مجھے یہاں سے لے جائے گی تو اس نے اشاروں سے بتایا کہ اگر میں تھکا ہوا نہیں ہوں تو وہ مجھے ابھی لے جانے کے لیے تیار ہے۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ مجھے اپنے ساتھیوں کا خیال آ رہا تھا اگر میں یہاں سے چلا جاتا تو ان کے متعلق نہیں جان سکتا تھا۔ ویسے بھی مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ لوگ کس حال میں ہیں۔ کیونکہ جب میں نے انہیں آوازیں دی تھیں تو انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ بڑھیا کو بتاؤں کہ میرے ساتھی بھی ہیں۔ میں انہیں بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ میں نے اشاروں سے بڑھیا کو اپنے دل کا حال سنا دیا۔ اس نے بھی اشاروں کی مدد سے مجھے سمجھایا کہ وہ میرے ساتھیوں کو لے جانے پر راضی نہیں ہے۔ میں نے سوچا اس کے ساتھ جانا چاہئے۔ اس کے بعد اپنے ساتھیوں کی تلاش کرنا چاہئے اور جیسے ہی وہ لوگ ملیں۔ ہم سب کو یہاں سے فرار ہو جانا چاہئے۔

میں نے بڑھیا کو اشاروں سے بتایا کہ میں اس کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوں۔ بڑھیا نے اثبات میں سر ہلایا اور مکان کے اندرونی حصے میں چلی گئی۔ کچھ دیر بعد واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک پوٹلی تھی۔ میں نے اشاروں میں اس سے پوچھا کہ پوٹلی میں کیا ہے تو اس نے بتایا کہ پوٹلی میں کھانے کی کچھ چیزیں ہیں۔ وہ اندھیرے میں ایک محفوظ اور مناسب راستے پر چلنے لگی۔ میں سمجھ گیا کہ بڑھیا اس راستے پر آتی جاتی رہتی ہے۔ اسی لیے اسے اندھیرے میں چلنے کے باوجود کوئی دشواری نہیں آ رہی تھی۔ کچھ دیر اندھیرے میں چلنے کے بعد مجھے کافی حد تک اندازہ ہو گیا کہ آس پاس کیا ہے۔ بہت دیر تک چلتے رہنے کے بعد بڑھیا مجھے ایک میدانی علاقہ میں لے آئی۔ میں نے سوچا کہ نہ جانے وہ کب تک یونہی چلتی رہے گی۔ کچھ دیر بعد مجھے دور روشنی نظر آئی۔ قریب پہنچنے پر مجھے پتہ چلا کہ وہ روشنی ایک کچے مکان میں ہو رہی ہے۔ میں کچھ پریشان ہو گیا تھا کہ بڑھیا مجھے کہاں لے کر آ گئی ہے۔ بڑھیا نے مکان کے دروازے پر دھیرے سے دستک دی تو کچھ دیر بعد دروازہ کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والی ایک عورت تھی۔ اس کی شکل دیکھ کر میں چونک گیا' وہ ملکہ تھی۔ میں کچھ خوفزدہ ہو گیا کیونکہ ملکہ کسی طرح بچ گئی تھی اور اب میرے سامنے کھڑی تھی۔ میں نے سوچا کہ فوراً وہاں سے بھاگ جاؤں لیکن پھر میں نے سوچا کہ یہ سب ان لوگوں کا علاقہ ہے اور میں ان لوگوں سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ بڑھیا نے نہایت چالاکی سے مجھے پھنسا دیا تھا۔ اس بات پر حیران بھی تھا کہ آخر ملکہ بچ کیسے گئی؟ کیونکہ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے اسے قتل کیا تھا۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ ملکہ سے کیا کہوں؟ بڑھیا نے ملکہ سے کچھ کہا۔ ملکہ ایک طرف ہٹ گئی اور بڑھیا نے اندر داخل ہوتے ہوئے مجھے بھی اندر آنے کا اشارہ کیا۔ فرش پر خوبصورت قالین بچھے ہوئے تھے اور ایک اونچی جگہ

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

پر دیا جل رہا تھا۔ یہاں پر بھی بڑھیا کے مکان کی طرح دیواروں پر مختلف جانوروں کی کھالیں ٹنگی ہوئی تھیں۔

میں ابھی کمرے کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ ملکہ نے کہا۔ "آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

میں نے حیرت سے ملکہ کی طرف دیکھا۔ اس کی آواز کسی خونخوار شیرنی سے ملتی جلتی تھی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ یقیناً غصے میں تھی۔ اس لیے اتنی خوفناک آواز میں بات کر رہی ہے۔ بڑھیا قالین پر بیٹھ چکی تھی۔ میں بھی ملکہ کی طرف حیرت اور خوف سے دیکھتے ہوئے قالین پر بیٹھ گیا۔ بیٹھنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ قالین شیر کی کھال کا بنا ہوا تھا۔

ملکہ نے مجھ سے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

ملکہ کے سوال پر میں حیران ہو گیا کیونکہ اسے تو یہ سوال نہیں پوچھنا چاہئے تھا کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ میں کون ہوں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ یقیناً یہ ملکہ نہیں ملکہ کی ہم شکل ہے۔ اس لیے تو مجھ سے پوچھ رہی ہے کہ میں کون ہو؟

"میں شکاری ہوں۔" میں نے ملکہ کو بتایا۔

"شکاری ہو تو تمہاری بندوق کہاں ہے؟" عورت نے پوچھا۔

"وہ مجھ سے گر چکی ہے' میں اپنے کچھ ساتھیوں سے بھی بچھڑ چکا ہوں۔ اب وہ نہ جانے کہاں ہوں گے۔" میں نے اپنے لہجے کو دکھ اور پریشان بناتے ہوئے کہا۔

"تم کب سے اس جنگل میں ہو؟" عورت نے پوچھا۔

"تقریباً ایک ہفتہ قبل میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ جنگل میں آیا تھا۔ ہم لوگ شیر کا شکار کرنے کی غرض سے آئے تھے لیکن شیر کا شکار نہ کر سکے۔ میری ایک ساتھی روزینہ کو ایک شیر نے کافی زخمی کر دیا تھا۔ ہم لوگ بڑی مشکل سے شیر کو بھگانے میں کامیاب ہوئے تھے لیکن کچھ دیر بعد کئی شیروں نے ہم پر حملہ کر دیا تو میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا۔" میں نے عورت کو ایک فرضی کہانی سنائی۔

"اب تم اپنے ساتھیوں کو ڈھونڈنا چاہو گے یا یہاں سے جانا چاہتے ہو؟" عورت نے مجھ سے پوچھا۔

"میرے ساتھی مل جائیں تو اچھا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے صبح تم میرے ساتھ چلنا ہم تمہارے ساتھیوں کو ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے۔" عورت نے کہا۔

پھر کچھ توقف کی بعد وہ بولی۔ "آؤ میرے ساتھ وہ مجھے لے کر ایک اور کمرے میں آ گئی۔ یہاں بھی قالین بچھا ہوا تھا۔

وہ مجھ سے بولی۔ "تم صبح تک یہاں آرام کر سکتے ہو؟"

میں قالین پر لیٹ گیا اور عورت واپس چلی گئی۔ میں سوچنے لگا کہ آخر بڑھیا اور عورت کون ہیں؟ کیا یہ لوگ جنگلیوں کے ساتھی نہیں ہیں۔ عورت کی شکل ہوبہو ملکہ جیسی تھی۔ اس نے بھی ملکہ

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

جیسا ہی لباس پہن رکھا تھا لیکن اس کی آواز خونخوار جانور جیسی تھی۔ میں اپنے ساتھ بیتے ہوئے حالات کے بارے میں سوچنے لگا۔ تیمور صاحب اور برلویض وغیرہ کی وجہ سے میں بہت پریشان تھا۔ وہ لوگ نہ جانے اس وقت کس حال میں ہوں گے۔ ان پر نہ جانے کیا بیتی تھی اور پتہ نہیں وہ زندہ بھی تھے یا نہیں۔ مجھے ملکہ جیسی عورت کی باتوں اور رویہ سے اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ ملکہ نہیں بلکہ اس کی ہم شکل ہے۔ میں کافی دیر تک مختلف باتیں سوچتا رہا۔ پھر مجھے دھیرے دھیرے نیند آنے لگی آخرکار میں نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ مجھے سوئے ہوئے شاید زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے انسانی ڈھانچے کھڑے ہیں۔ میں انہیں دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔

"تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔" کہیں سے آواز آئی تو میں اُدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

مجھے کہیں کوئی نظر نہیں آیا۔ میں پھر ڈھانچوں کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ دونوں دھیرے دھیرے میری طرف بڑھ رہے تھے۔ میں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ کچھ دور جا کر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا' ڈھانچے میرے پیچھے آ رہے تھے۔ میں نے اور تیزی سے دوڑنا شروع کر دیا۔ پھر کافی دور جا کر میں نے پیچھے دیکھا' ڈھانچے اب بھی میری طرف آ رہے تھے۔ پھر ایک آواز مجھے سنائی دی۔ "تم مت بھاگو' یہ ڈھانچے تمہیں ایک پیغام دینا چاہتے ہیں۔"

میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا لیکن مجھے پتہ نہ چل سکا کہ آخر یہ آواز کہاں سے آ رہی تھی؟ ڈھانچے اب بھی میری طرف آ رہے تھے۔ میں نے ایک لمحہ کے لیے سوچا کہ رک جاؤں اور اس آواز کی بات مانتے ہوئے ان ڈھانچوں کو قریب آنے دوں اور دیکھوں کہ آخر یہ مجھے کیا پیغام دینا چاہتے ہیں۔ لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ کہیں یہ مجھے گھیرنے کی چال نہ ہو اور یہ آواز ڈھانچوں ہی کی ہو' یا ان کے کسی ساتھی کی ہو۔ میں نے دوبارہ بھاگنا شروع کر دیا۔ میں جنگل میں دوڑ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد مجھے ایک مکان نظر آیا۔ جس میں روشنی ہو رہی تھی۔ میں بھاگتا ہوا مکان کے نزدیک آ گیا اور پیچھے مڑ کے دیکھا' ڈھانچے مجھ سے کافی دور تھے۔ میں نے مکان کے دروازے پر دستک دی تو چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔

دروازہ کھولنے والی ملکہ تھی۔ اس نے کہا۔ "اندر آ جاؤ۔"

میں ملکہ کی بات سن کر گھر میں داخل ہو گیا۔

اس نے مجھ سے پوچھا کہ "تم کون ہو اور جنگل میں کیا کر رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا کہ "میں شکاری ہوں' اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ شیر کا شکار کرنے آیا تھا کہ ساتھیوں سے بچھڑ گیا اور ڈھانچے میرے پیچھے لگ گئے۔"

میں نے پھر دروازے کی طرف دیکھا۔

ملکہ مجھ سے بولی۔ "تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے' تم بے فکر ہو جاؤ۔ وہ ڈھانچے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ تم میرے ساتھ آؤ۔"

ملکہ مجھے ساتھ لے کر اسی کمرے میں آ گئی' جہاں میں سو رہا تھا۔

وہ مجھ سے بولی۔ "تم یہاں سو جاؤ' ڈھانچے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ صبح میں تم کو تمہارے ساتھیوں سے ملا دوں گی۔"

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

ملکہ کی بات سن کر میں فرش پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ ملکہ کون ہے اور وہ ڈھانچے کون تھے؟ ابھی میں یہی کچھ سوچ رہا تھا کہ وہ ڈھانچے میرے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ میں خوفزدہ ہو کر بیٹھ گیا۔ ان میں سے ایک ڈھانچہ میرے قریب آیا اور اس نے میری گردن پر ہاتھ جما دیئے۔ میرا سانس رکنے لگا۔

اسی وقت میری آنکھ کھل گئی۔ میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور اُدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ وہاں کوئی ڈھانچہ نہیں تھا اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا۔ وہ ایک خواب تھا۔ میں نے سکون کی ایک گہری سانس لی اور اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا۔ میرا چہرہ اور بال پسینے کی وجہ سے گیلے ہو گئے تھے۔ پھر کچھ دیر بعد میں دوبارہ لیٹ گیا۔ میں دھیرے دھیرے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ نہ جانے اب میں اس جنگل سے صحیح سلامت نکل سکوں گا یا نہیں اچانک مجھے ایک آہٹ اس جانب سے آئی تھی۔ میں کچھ دیر تک میں دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ لیکن مجھے یہ یقین تھا کہ آہٹ اس جانب سے آئی تھی۔ کچھ دیر تک دروازے کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر میں یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ عورتوں والے کمرے میں کچھ ہوا ہو گا۔ میں چھت کی طرف دیکھ کر ایک بار پھر سوچوں کی دنیا میں کھو گیا۔ چند لمحوں بعد مجھے ایک بار پھر آہٹ سنائی دی۔ میں نے چونک کر پھر کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا۔ وہاں مجھے دروازے پر کچھ چھوٹی چھوٹی لکڑیاں دکھائی دیں۔ میں فوری طور پر نہیں سمجھ سکا کہ وہ لکڑیاں وہاں کیوں ہیں۔ پھر ان لکڑیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور ایک انسانی ڈھانچے کا ہاتھ میرے سامنے آ گیا۔ میں نے کمرے سے باہر جانے کے لیے کسی دوسرے راستے کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ کمرے میں سے باہر جانے کے لیے صرف ایک ہی دروازہ تھا' جہاں انسانی ڈھانچہ کھڑا موجود تھا۔ کمرے میں تو کوئی کھڑکی تھی اور نہ ہی کوئی روشندان تھا۔ ڈھانچہ دھیرے دھیرے میری طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کے بعد ایک اور انسانی ڈھانچہ کمرے میں داخل ہو گیا۔ مجھے یاد آ گیا کہ یہ تو وہی ڈھانچے ہیں' جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ میں نے بے یقینی کے ساتھ اُدھر اُدھر دیکھا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں جاگ رہا ہوں یا اب بھی سویا ہوا ہوں۔ میں نے جلدی میں اپنی انگلی دانتوں سے کاٹ لی' تکلیف ہونے کی وجہ سے مجھے یہ یقین ہو گیا کہ میں جاگ رہا ہوں لیکن یہ اسرار مجھے سمجھ نہیں آ سکا کہ آخر وہی ڈھانچے حقیقت میں میرے سامنے کیسے آ گئے۔ جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے ان کے بارے میں یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کس مقصد سے میرے پاس آئے ہیں۔

میں نے زور سے چیخ کر کہا۔ "کوئی ہے؟"

لیکن میں حیران و پریشان رہ گیا کیونکہ میری آواز مجھے ہی سنائی نہیں دی تھی۔

میں نے ایک بار پھر چیخ کر کہا۔ "کوئی ہے جو میری مدد کرے۔"

اس مرتبہ پھر مجھے اپنی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ میرے گلے میں تکلیف نہیں تھی اور نہ ہی الفاظ کی ادائیگی کے دوران مجھے کوئی دقت پیش آئی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں ڈھانچے میرے بالکل قریب آ گئے۔

"تم تم کیا چاہتے ہو؟" میں نے کہا۔

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

لیکن میں صرف منہ ہلا کر رہ گیا اس لیے کہ مجھے اب بھی اپنی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ پھر دھیرے دھیرے ایک ڈھانچے نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھانا شروع کر دیا۔ مجھے اپنی رگوں میں خون منجمد ہوتا محسوس ہوا۔ میں تیزی سے پیچھے ہٹ گیا۔ ڈھانچہ ایک بار پھر میرے قریب آگیا۔ میں مزید پیچھے ہٹ گیا اور پھر دیوار سے جالگا۔ ڈھانچہ ایک بار پھر میری طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ اب میرے پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہ تھی۔ ڈھانچے کا ہاتھ میری گردن کی طرف بڑھ رہا تھا۔ میں نے دیوار پر زور دار دھکے مارے میں اپنے بچاؤ کے لیے صرف یہی کر سکتا تھا۔ کیونکہ میرے بالکل سامنے ایک ڈھانچہ تھا جبکہ دوسرا ڈھانچہ دروازے پر موجود تھا۔ اس لیے دروازے سے باہر جانا میرے لیے ممکن نہ تھا۔ میں نے دیوار پر کچھ زور دار دھکے مارے تو دیوار مجھے کمزور ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ ڈھانچے کا ہاتھ میری گردن کے بالکل قریب پہنچ گیا تھا۔ میں نے لگاتار کئی دھکے لگائے تو دیوار ٹوٹ گئی اور میں دیوار کے ٹوٹے ہوئے حصے کے ساتھ باہر کی جانب گر پڑا۔ مجھ پر دیوار کا کچھ ملبہ بھی گرا تھا اور اس سے مجھے چوٹیں بھی آئی تھیں لیکن اس وقت مجھے ان چوٹوں کی پرواہ نہیں تھی۔ میں جلد از جلد ان ڈھانچوں سے دور ہو جانا چاہتا تھا۔ میں نے اٹھ کر دوڑ لگا دی۔ باہر اب بھی اندھیرا تھا اور مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں کچھ دیر تک دوڑتا رہا۔ اب مجھے اندھیرے میں کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا کہ آس پاس کیا کچھ ہے۔ میں نے رک کر پیچھے کی جانب دیکھا۔ میرے قریب تو ڈھانچے موجود نہ تھے مگر مجھے یقین تھا کہ ڈھانچے کچھ ہی دیر بعد مجھ تک پہنچ جائیں گے۔ میں تیز دوڑنے کی وجہ سے کافی حد تک تھک گیا تھا۔ اس لیے میں نے دوڑنے کی بجائے تیز چلنا شروع کر دیا۔ میں بار بار پیچھے مڑ کر بھی دیکھ لیتا۔ اچانک مجھے اپنے عقب میں آہٹ سنائی دی۔ میں نے فوراً پیچھے مڑ کر دیکھا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ ڈھانچے میرے قریب پہنچ چکے تھے۔ میں نے تیز دوڑنا شروع کر دیا۔ میرے پیچھے ڈھانچوں کے دوڑنے کی آواز سنائی دے رہی تھی اچانک مجھے سامنے سے ایک ڈھانچہ آتا دکھائی دیا۔ میں فوراً دائیں جانب مڑ گیا اور مسلسل دوڑتا رہا۔ کافی دور جانے کے بعد ایک بار پھر میرے سامنے ایک ڈھانچہ آگیا۔ میں پھر دائیں مڑ گیا۔ کچھ دور جانے کے بعد گھنے درختوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پھر کچھ درختوں اور میدانی علاقے سے ہوتا ہوا میں ایک ایسی جگہ پہنچ گیا۔ جہاں سے کچھ فاصلہ پر مجھے روشنی نظر آ رہی تھی۔ میں بلا سوچے سمجھے اس روشنی کے کافی قریب پہنچ گیا اور مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ میں اسی گھر پر دوبارہ پہنچ گیا ہوں۔ جہاں سے میں بھاگا تھا اور جہاں وہ دونوں عورتیں موجود تھیں۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا ڈھانچے میرے قریب موجود نہیں تھے۔ میں نے سوچا کہ کیا مجھے دوبارہ گھر میں جانا چاہیے۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ان ڈھانچوں اور عورتوں میں کیا تعلق ہے اور کیا واقعی ان کا آپس میں کوئی تعلق ہے یا نہیں۔ پھر مجھے خیال آیا کہ ان ڈھانچوں نے ان عورتوں کو بھی نقصان نہ پہنچایا ہو۔ کیونکہ جب میں گھر میں اپنے کمرے میں موجود تھا۔ تب وہ ڈھانچے میرے پاس انہیں عورتوں کے کمرے میں سے آئے تھے۔ یہی سوچ کر میں گھر کے دروازے پر پہنچا۔ میں نے دستک نہیں دی بلکہ دھیرے سے دروازے پر دباؤ ڈالا۔ دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ پہلے یہ ڈھانچے اس دروازے سے گھر [illegible] ں نے عورتوں کو نقصان پہنچایا ہوگا اور پھر میرے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

کمرے میں آئے ہوں گے۔ میں نے دروازہ پوری طرح کھول دیا۔ اندر کمرے میں دونوں عورتیں موجود نہ تھیں لیکن کسی کے کراہنے کی آواز آ رہی تھی۔ کراہنے کی آواز اسی کمرے سے آ رہی تھی۔ جہاں میں بھاگنے سے پہلے موجود تھا۔ میں سمجھ گیا کہ ان عورتوں میں سے کوئی زخمی ہے یا پھر دونوں ہی زخمی ہیں۔ میں فوراً دوسرے کمرے میں گیا۔ بوڑھی قالین پر لیٹی ہوئی تھی اور کچھ زخمی تھی جبکہ دوسری عورت اس کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا انہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ڈھانچوں نے انہیں نقصان پہنچایا ہے۔" اس عورت نے جواب دیا جو ملکہ سے مشابہہ تھی۔

"یہ ڈھانچے یہاں کیسے آئے؟" میں نے عورتوں کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"ہم دونوں آرام کرنے کے لیٹ گئی تھیں کہ دروازے پر دستک ہوئی' میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے یہ موجود تھے۔ خوف کے مارے میرے منہ سے چیخ بھی نہ نکل سکی۔ میں دوڑ کر کمرے کے کونے میں چلی گئی۔ یہ بوڑھی عورت ستاشا سو رہی تھی۔ یہ ڈھانچے اس کے اوپر سے گزر گئے۔ جس کی وجہ سے یہ اتنی زخمی ہوئی کہ بے ہوش ہو گئی۔ پھر وہ ڈھانچے تمہارے کمرے میں داخل ہو گئے۔

میں سکتے میں کھڑی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ ڈھانچوں نے تمہارے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے دروازے پر آہٹیں پیدا کیں اور پھر تمہارے کمرے میں گھس گئے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ تمہیں مار دیں گے۔ کیونکہ تم سو رہے ہو گے لیکن کافی دیر تک اندر سے کوئی آواز نہ آئی تو مجھ میں تب بھی چلنے کی ہمت نہیں تھی۔ دیر کے بعد جب میرے ہوش حواس کچھ بحال ہوئے تو میں نے ستاشا کو دیکھا۔ وہ بے ہوش پڑی تھی۔ میں نے اسے ہوش میں لانے کے لیے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ کچھ دیر بعد یہ ہوش میں آئی۔ پھر میں جلدی سے تمہارے کمرے میں داخل ہوئی لیکن تم اور کم بخت ڈھانچے کمرے میں موجود نہ تھے اور کمرے کی دیوار ٹوٹی ہوئی تھی۔ میں سمجھ گئی کہ تم دیوار توڑ کر بھاگ چکے ہو اور ڈھانچے تمہارے تعاقب میں ہیں۔ کیونکہ تم سب کہیں آس پاس موجود نہیں تھے۔"

عورت کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولی۔ "تم واپس کیسے آگئے اور ڈھانچے کہاں ہیں؟"

"وہ میرے تعاقب میں تھے لیکن میں گھر میں آگیا۔ شاید وہ گھر کے باہر ہی ہوں گے۔" میں نے عورت کو بتایا۔

پھر میں کمرے کی ٹوٹی ہوئی دیوار دیکھ کر بولا۔ "کہیں وہ یہاں سے اندر نہ آ جائیں؟"

"ہو سکتا ہے یہاں سے آ جائیں۔ آؤ دوسرے کمرے میں چلتے ہیں اور اندر سے دروازہ بند کر لیتے ہیں۔" عورت نے کہا اور ستاشا کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگی۔

میں نے اس سے کہا۔ "تم رہنے دو' میں اسے اٹھالیتا ہوں۔"

میں نے ستاشا کو اٹھایا اور ہم لوگ دوسرے کمرے میں آگئے۔ کمرے کے دروازے کھلے ہوئے تھے لیکن ڈھانچے وہاں موجود نہیں تھے۔ عورت نے دونوں دروازوں کی کنڈی لگا لی۔

میں ستاشا کی طرف دیکھ کر اس عورت سے بولا۔ "تم تو کہہ رہی تھی کہ یہ ہوش میں آگئی ہے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

لیکن یہ تو اب تک بے ہوش ہے؟"

عورت نے میری بات سن کر کہا۔ "ہاں یہ دوبارہ بے ہوش ہو گئی ہے اور میں اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھی۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے کافی شدید چوٹیں آئی ہیں۔" میں نے خیال ظاہر کیا۔

"ہاں چوٹیں تو کافی شدید ہیں۔" عورت نے پریشان لہجے میں کہا۔

میں نے کمرے میں اُدھر اُدھر نظریں دوڑائیں ایک طرف پانی کا برتن رکھا تھا۔

میں نے عورت سے کہا کہ "تم کچھ پانی دو مجھے۔"

"میں پانی کے ذریعے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر چکی ہوں لیکن کوئی فائدہ نہیں۔" عورت نے بتایا۔

"ہو سکتا ہے اب یہ ہوش میں آ جائے۔" میں نے پُرامید لہجے میں کہا۔

عورت نے اثبات میں سرہلایا اور اٹھ کر پانی کا پیالہ بھرا اور میرے پاس آ گئی۔ میں نے اس کے ہاتھ سے پانی کا پیالہ لیا اور اس میں سے تھوڑا پانی ہاتھ میں لے کر ستاشا کے منہ پر چھینٹے مارنے لگا۔ میں کافی دیر تک پانی کے چھینٹے اس کے منہ پر مارتا رہا لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

میں نے پانی زمین پر رکھ دیا اور عورت کی طرف دیکھ کر بولا۔ "اب بھی پانی سے اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے۔"

ابھی عورت نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ ستاشا نے ہلکی سی جنبش کی ہم دونوں اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ میں نے کچھ ہلکے چھینٹے ستاشا کے چہرے پر مارے تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

اس نے مجھے حیران و پریشان دیکھ کر کہا۔ "تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"تمہیں ہوش میں لا رہا تھا۔" میں نے ستاشا کو بتایا۔

"لیکن مجھے کیا ہوا ہے؟" ستاشا نے حیرت سے پوچھا۔

"تم بے ہوش ہو گئی تھی، تم کافی زخمی ہو۔" عورت نے ستاشا کو بتایا۔

ستاشا نے اس عورت کی بات سن کر اپنے جسم کو ہلکی سی جنبش دی اور کراہنے لگی۔

پھر وہ بولی۔ "میں زخمی کیسے ہو گئی؟"

عورت نے ستاشا کو تمام تفصیل بتا دی۔

ستاشا نے تمام باتیں سننے کے بعد خوفزدہ نظروں سے کمرے کے دونوں دروازوں کی طرف دیکھا اور بولی۔ "کیا ان ڈھانچوں نے دوبارہ اندر آنے کی کوشش نہیں کی؟"

"نہیں ابھی تک تو انہوں نے اندر آنے کی کوشش نہیں کی ہے۔" عورت نے ستاشا کو بتایا۔

پھر کچھ توقف کے بعد وہ بولی۔ "میں تمہیں گرم دودھ دیتی ہوں، اس سے تمہیں بہت فائدہ ہو گا۔"

وہ اٹھ کر کمرے کے ایک کونے میں چلی گئی۔ وہاں موجود مٹی کے چولہے پر اس نے دودھ گرم

کیا اور لا کر ستاشا کو دے دیا۔ ستاشا دودھ پینے کے بعد لیٹ گئی۔ عورت نے اس پر ایک جانور کی کھال ڈال دی، جسے ستاشا نے کمبل کی طرح لپیٹ لیا۔

"تم کون ہو، اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔" میں نے دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے عورت سے پوچھا۔

"میرا نام نرما ہے اور میں اس جنگل میں شیطان کے خلاف جنگ کر رہی ہوں۔"

اس کی بات سن کر میں چونک گیا اور بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔ "تم شیطان کے خلاف جنگ کر رہی ہو؟"

"ہاں لیکن تم اتنے حیران کیوں ہو رہے ہو؟" نرما نے میری حیرت کو دیکھ کر خود بھی حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"اس لیے کہ میں اور میرے ساتھی بھی شیطان کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔"

میری بات سن کر عورت نے بھرپور قہقہے لگانے شروع کر دیئے۔

"تم ہنس کیوں رہی ہو؟" میں نے اسے پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتے دیکھ کر پوچھا۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ قہقہہ لگاتی رہی۔

میں اس سے پوچھتا رہا کہ "وہ کیوں ہنس رہی ہے؟"

لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ کافی دیر تک مسلسل خوفناک قہقہے لگاتی رہی۔ پھر اس کے قہقہے کی آواز بدلنے لگی۔ میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔ ابھی میں اسی پر حیرت زدہ ہو رہا تھا کہ بوڑھی عورت ستاشا نے بھی قہقہے لگانے شروع کر دیئے۔ وہ دونوں نہایت خوفناک آواز میں قہقہے لگا رہی تھیں۔

پھر نرما رک کر بولی۔ "تمہارے منہ سے یہی سننا چاہتی تھی کہ تم اور تمہارے ساتھی شیطان کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔"

"لیکن تم یہ کیوں سننا چاہتی تھی؟" میں نے قدرے پریشان ہو کر پوچھا۔

"تاکہ تم مزید کوئی جھوٹ نہ بول سکو۔ تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟"

"نہیں میں نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔

"میں اسی ملکہ کی روح ہوں جسے تم نے قتل کیا تھا۔" نرما نے جواب دیا۔

اس کی بات سن کر مجھے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں اس سے کیا کہوں اور کیا نہ کہوں۔

"میرے قتل کے بعد تمہیں جنگل میں جتنے بھی ملے، وہ سب میرے ساتھی ہیں اور تم لوگوں کو خوفزدہ اور پریشان کر کے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اب تم سب کی موت یقینی ہے۔" ملکہ نے اپنی بات کہنے کے بعد زور دار قہقہے لگانے شروع کر دیئے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ میری جانب بڑھنے لگی۔ میں دھیرے دھیرے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس سے پہلے کہ ملکہ مجھ تک پہنچتی، میں دروازے کی کنڈی کھول کر مکان سے باہر آ گیا اور ایک جانب بھاگنے لگا۔ مجھے اپنے پیچھے ملکہ اور ستاشا کے قدموں

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

کی آوازیں آ رہی تھیں۔ مجھے معلوم تھا کہ میں ان سے نہیں بچ سکتا۔ پھر بھی میں بھاگ رہا تھا کہ شاید میرے بچنے کی کوئی صورت بن جائے۔

بہت دیر بھاگنے کے بعد میرا سانس پھول گیا۔ اب مجھ سے بھاگا نہیں جا رہا تھا۔ میں ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر زمین پر گر گیا۔ میں نے اپنے پیچھے کی طرف دیکھا۔ ملکہ اور ستاشا کے ہیولے میری جانب بڑھ رہے تھے اور پھر وہ دونوں میرے بالکل قریب آ گئیں۔ اب ان دونوں کے ہاتھ دھیرے دھیرے میری گردن کی طرف بڑھ رہے تھے۔ میں نے ایک بار پھر اٹھ کر بھاگنے کے لیے اپنی تمام قوت جمع کی اور ان دونوں کی گرفت سے بچنا چاہا لیکن میرے جسم میں اتنی قوت نہیں تھی کہ میں مزید دوڑ سکتا۔ ملکہ اور ستاشا کے ہاتھوں نے میری گردن کو چھو لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کرتی اچانک ہر طرف روشنی ہی روشنی ہو گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے اچانک دن ہو گیا ہو' ہر چیز واضح اور صاف نظر آ رہی تھی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے۔ ملکہ اور ستاشا ایک جانب بھاگنے لگی تھیں۔ اچانک وہ ایک جگہ منجمد ہو گئیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے فضا میں بلند ہوئیں اور کچھ ہی دیر میں میری نظروں کے سامنے سے اوجھل ہو گئیں۔ میں نے اِدھر اُدھر نگاہیں دوڑائیں۔ دور سے کچھ لوگ میری جانب آتے دکھائی دے رہے تھے اور پھر وہ لوگ اتنے قریب آ گئے کہ میں انہیں پہچان گیا۔ وہ تیمور صاحب' شوبھا' برلویف اور ہوشا تھے۔ ہوشا کو دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی بلکہ میں حیران بھی تھا کہ وہ یہاں کیسے پہنچ گیا۔ وہ سب مسکراتے ہوئے میرے قریب آ گئے۔

"خدا نے تمہیں بچا لیا۔" شوبھا نے مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

"تم ٹھیک کہتی ہو یہ کیا ہو رہا ہے۔ مجھے اب تک کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔" میں نے کہا۔

"ابھی سب پتہ چل جائے گا۔" ہوشا نے مسکراتے ہوئے کہا اور میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

میں اس کے ہاتھ کے سہارے کھڑا ہو گیا' پھر ہم سب چل پڑے۔

"ہوشا تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟" میں نے پوچھا۔

"جب ملکہ نے نقلی ہوشا کے ذریعے تم لوگوں کو مفلوج کر دیا تو ملکہ کا خیال تھا کہ اس نے میرے دماغ کو ہمیشہ کے لیے مفلوج کر دیا لیکن شاید اسے میرے علم کا اندازہ نہیں تھا۔ اس نے اپنے علم کے زور پر میرے تقریباً تمام دماغ کو مفلوج کر دیا تھا لیکن میرے علم کی وجہ سے کچھ حصہ مفلوج نہیں ہوا تھا۔ میں نے بڑی مشکلوں کے بعد اپنے آپ کو ملکہ کے علم سے آزاد کرایا اور پھر فوراً یہاں پہنچ گیا۔ سب سے پہلے میں نے تیمور صاحب وغیرہ کو ملکہ کے اثرات سے آزاد کرایا۔ اس کے بعد ہم لوگ تم تک پہنچ گئے۔ "اگر تم لوگ صحیح وقت پر نہ آتے تو ملکہ کی روح یقیناً مجھے موت کے گھاٹ اتار دیتی۔" میں نے کہا۔

"نہیں وہ تمہیں مار نہیں سکتی تھی۔" ہوشا نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"ملکہ کی روح میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ خود تمہیں مار سکتی۔ اس لیے اپنے ساتھیوں کی مدد سے وہ تم لوگوں کو خوفزدہ کر رہی تھی اور اس کا اصل مقصد تمہیں خوفزدہ کر کے یا پھر کسی طرح تم

لوگوں کو جنگلیوں تک پہنچا کر ختم کروانا تھا اور وہ اب تک اپنی کوششوں میں ناکام تھی۔"

میں نے ہوشا سے پوچھا۔ "وہ ہمیں کیوں جنگلیوں تک پہنچانا چاہتی تھی' وہ جنگلیوں کو ہم تک کیوں نہیں لے آئی؟"

"اچھا سوال کیا تم نے۔" ہوشا نے مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"دراصل شیطانی کے بھی کچھ اصول ہیں۔ ان میں ایک اصول یہ بھی ہے کہ مرنے کے بعد کئی لوگوں اور انسانوں سے رابطہ رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ملکہ کو بھی شیطان کی طرف سے اجازت نہیں تھی لیکن ملکہ کو اس کی خدمات کی وجہ سے خصوصی رعایت دی گئی اور اسے صرف اتنا اختیار دیا گیا کہ وہ تم لوگوں کو خوفزدہ کر کے مار سکے یا پھر ان جنگلیوں تک لے جا سکے۔ وہ سب تم لوگوں کو خوفزدہ کر رہے تھے۔"

کچھ دیر بعد ہم سب سمندر کے قریب پہنچ گئے۔ دور ایک بڑی سی لانچ کھڑی نظر آ رہی تھی جبکہ دو چھوٹی چھوٹی کشتیاں ساحل پر موجود تھیں۔ ہم سب ان دونوں کشتیوں میں سوار ہو گئے اور پھر کچھ ہی دیر بعد لانچ پر پہنچ گئے۔ لانچ میں دو آدمی تھے۔ جنہیں دیکھ کر میں نے اندازہ لگایا کہ وہ دونوں لانچ والے تھے۔

"چلو بھئی اب جلد از جلد واپس چلو۔" ہوشا نے ایک آدمی سے کہا۔

دونوں آدمی لانچ چلانے کے لیے ایک کیبن میں چلے گئے۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہم سب کو کیبن میں جا کر آرام کرنا چاہیئے۔" تیمور صاحب نے کہا اور ہم سب ایک کیبن میں داخل ہو گئے۔

یہ کیبن بہت شاندار تھا۔ اس میں ایک جانب کچھ کرسیاں بچھی ہوئی تھیں جبکہ دوسری طرف کئی بیڈ موجود تھے اور فرش پر نہایت قیمتی اور آرام دہ قالین بچھا ہوا تھا۔ ہم سب ایک ایک بیڈ پر لیٹ گئے۔ مجھے نرم بیڈ پر لیٹ کر بہت آرام ملا تھا۔ میں نے آنکھیں موند لیں اور سوچنے لگا کہ اگر ہوشا جنگل میں نہ آتا تو شاید ملکہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو جاتی اور اب تک ہم لوگ موت کے منہ میں ہوتے۔

"کتنا سکون ملا ہے۔" آرام دہ بستر پر لیٹ کر شوبھا نے کہا۔

"واقعی تم ٹھیک کہتی ہو' بہت دنوں بعد ایسا آرام نصیب ہوا ہے۔" تیمور صاحب نے کہا اور کچھ دیر بعد ہی سب خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔

جب میری آنکھ کھلی تو تیمور صاحب اور برلویف کیبن میں موجود نہیں تھے جبکہ ہوشا آنکھیں بند کیے بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا تھا اور شوبھا چادر تانے سو رہی تھی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک ہوشا کو دیکھتا رہا۔ پھر تیمور صاحب کے بستر پر سگریٹ کا پیکٹ دیکھ کر میرا دل للچانے لگا۔ میں نے اٹھ کر سگریٹ اور ماچس اٹھایا اور واپس اپنے بیڈ پر آ گیا اور سگریٹ سلگا کر اس سے لطف اندوز ہونے لگا۔ آج بہت دنوں بعد مجھے سگریٹ ملا تھا۔ میں خوب لمبے لمبے کش لیتا رہا۔ پہلا سگریٹ ختم ہوا تو دوسرا سگریٹ سلگایا اور ہوشا کو دیکھنے لگا۔ وہ اب بھی آنکھیں بند کیے کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔

میری طرف دیکھ کر بولا۔ "آؤ باہر تازہ ہوا کے مزے لیتے ہیں۔"

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

"فی الحال میں تو سگریٹ کے مزے لے رہا ہوں۔ اگر تم کہتے ہو تو تازہ ہوا کے مزے بھی لیتے ہیں۔" میں نے بیڈ سے نیچے اترتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

ہوشا بھی میری بات پر مسکرا دیا اور پھر ہم دونوں کیبن سے باہر آ گئے۔ تیمور صاحب اور برلویض باہر کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ ان کے قریب ہی کچھ اور کرسیاں بھی پڑی تھیں۔ ہم دونوں بھی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں؟" ہوشا نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"ہم لوگ سمندر کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔" تیمور صاحب نے جواب دیا۔

"سمندر' سمندر!" ہوشا نے سمندر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کتنی گہرائی ہے اس میں کتنا سکون ہے' اس میں کتنے طوفان ہیں' اس میں کتنا غصہ ہے' اس میں کتنی موجیں ہیں اس میں۔"

"ایک بات بتاؤ ہوشا۔" میں نے ہوشا سے کہا۔

"ہاں ہاں پوچھو۔" ہوشا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جب تم لوگ جنگل میں میرے قریب آئے تھے تو اچانک دن کیسے ہو گیا تھا جبکہ اس سے پہلے رات تھی۔" میں نے پوچھا۔

میری بات سن کر ہوشا مسکرایا' پھر بولا۔ "یہ پُراسرار دنیا بھی عجیب ہے' اس کے اسرار سے آج تک کوئی مکمل طور پر آگہی حاصل نہیں کر پایا۔ یہاں ایسے ایسے کرشمے ہوتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ تم جو روشنی اور اندھیرے کی بات کر رہے ہو' وہ بھی پُراسرار واقعات کی ایک کڑی تھی۔ دراصل اس وقت دن ہی تھا لیکن ملکہ کی روح نے کچھ اس علاقے میں اپنے علم کی مدد سے اندھیرا پھیلا رکھا تھا اور جونہی میں نے اس کے پھیلائے ہوئے طلسم کو توڑا تو اندھیرا چھٹ گیا اور روشنی ہو گئی۔"

میں ہوشا کی بات سن کر حیران رہ گیا۔ واقعی عقل کو دنگ کر دینے والی بات بتا رہا تھا۔ ہمارا سفر ہنستے مسکراتے گزر گیا اور ہم لوگ بخیریت تیمور صاحب کے گھر پہنچ گئے۔ ہم سب کھانے میں مصروف تھے کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ تیمور صاحب نے فون اٹھایا اور ہیلو کہنے کے بعد کچھ سننے لگے۔ پھر بولے۔

"جی ہاں جاشان صاحب آپ کے کہنے کے مطابق میں کام کر رہا ہوں اگر آپ کا حکم ہو تو میں سلطان اور برلویض کو واپس بھیج دیتا ہوں۔"

تیمور صاحب نے بات ختم کرنے کے بعد ریسیور رکھ دیا اور مجھ سے اور برلویض سے مخاطب ہوئے۔ "تم لوگوں کو کل واپس روانہ ہونا ہے۔"

"لیکن کیوں؟" برلویض نے تیمور صاحب سے پوچھا۔

"جاشان صاحب کا حکم ہے اور فون پر کوئی مشکوک بات چیت نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے میں نے جاشان صاحب سے مختصر بات چیت کی ہے۔ اب تمہیں وہیں جا کر پتہ چلے گا کہ انہوں نے تم لوگوں کو کیوں بلوایا ہے۔"

"لیکن شوبھا کس طرح جائے گی؟" میں نے کہا۔

تیمور صاحب بولے۔ "اسے تم لوگ چھوڑ جاؤ۔ میں اسے کچھ ہی دنوں بعد کسی نہ کسی طرح بھجوا دوں گا۔"

برلویض اور میں دوسرے دن واپس جاشان صاحب کے پاس پہنچ گئے۔

برلویض نے جاشان صاحب سے کہا۔ "جناب آپ نے ہمیں فوری طور پر واپس کیوں بلوا لیا ہے؟"

جاشان صاحب نے جواب دیا۔ "پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے سلطان کی والدہ کی خیر خبر بھی رکھی تھیں اور انہیں وقتاً فوقتاً مختلف طریقے سے تسلیاں بھی دیتا رہتا تھا کہ سلطان جلد ہی واپس آ جائے گا لیکن اب جب ان کی طبیعت کچھ خراب ہوئی تو میں نے سلطان کو فوراً واپس بلوا لیا۔

جاشان صاحب چند لمحے کے لیے رکے اور میرے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھ کر بولے۔ "سلطان تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے تمہاری والدہ کو کہلوا دیا ہے کہ تم دو چار روز میں گھر پہنچ جاؤ گے۔ ان کی طبیعت زیادہ خراب نہیں ہے۔ میں پاکستان بھیج کر صرف تمہاری بہادری اور اخلاص کو آزمانا چاہتا تھا۔ تم اپنے امتحان میں پورے اترے ہو۔ اب تم ہمیشہ ہمارے کھینچے ہوئے حصار میں محفوظ رہو گے۔ کل تم اپنے گھر جا سکتے ہو۔"

جاشان صاحب کی بات سن کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور میں نے جاشان صاحب سے کہا۔ "جناب میں ماں سے ملنے کے بعد آپ لوگوں کے ساتھ کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ مجھے حکم دیجئے کہ مجھے کیا کرنا ہے؟"

جاشان میری طرف تعریفی نظروں سے دیکھ کر مسکرانے کے بعد بولے۔ "مجھے تم پر فخر ہے' اب تمہارے ذمہ صرف یہ کام ہو گا کہ تم زیادہ سے زیادہ لوگوں کو شیطان کے خلاف کام کرنے کی طرف راغب کرو۔ تم اپنے شہر میں ہی اپنے کام کے لیے اپنے ممبرز کی مدد سے ایک تربیتی ادارہ بنا سکتے ہو۔ ہم شاکو کو تمہارے ساتھ رہنے دیں گے۔ تم دونوں کا کام زیادہ سے زیادہ لوگوں کو شیطان کے خلاف کام کرنے پر آمادہ کرنا ہو گا۔ اس طرح تم آرام سے اپنی والدہ کے پاس رہ سکو گے۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے؟" برلویض نے جاشان صاحب سے پوچھا۔

"وہ تمہیں بعد میں بتا دوں گا۔ اب تم لوگ جاؤ اور آرام کرو۔"

آج بہت عرصہ ہو چکا ہے۔ میں ایک پیارے سے بیٹے کا باپ ہوں۔ میں' شوبھا اور شاکو' جاشان صاحب کی ہدایت کے مطابق شیطان کے خلاف لوگوں کو منظم کرنے کا ایک ادارہ کامیابی کے ساتھ چلا رہے ہیں۔ جاشان صاحب نے اب ہمیں یہیں تک محدود کر دیا ہے۔ ان کی کامیابیوں کی اطلاع ہمیں ملتی رہتی ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جب تک آپ سب لوگ اپنے اپنے طور پر شیطان کے خلاف نہیں سوچیں گے' اس کے خلاف عمل نہیں کریں گے' ہمارا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقین ہے آپ لوگ میری بات پر ضرور غور کریں گے۔

ختم شد

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے

سقوطِ ڈھاکہ کے پس منظر میں لکھا جانے والا ایک دلگداز ناول

سَراب

ڈاکٹر عاقب......راہِ عشق کا مسافر جس نے وطن کی حفاظت کے لئے سر پر کفن باندھ لیا۔

میجر بیگ......اس کے لئے وطن کی حُرمت پر مرِ مٹنا ہی زندگی کا مقصد تھا۔

لالہ......دُشمن کی سرزمین پر اُسے ناکوں چنے چبوا دینے والا ایک انوکھا کردار۔

دوشی......انڈین آرمی کا وہ درندہ صفت میجر جو کسی دوشی کو معاف کرنے کا قائل نہیں تھا مگر ایک دن وقت نے اُسے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔

شکیلہ......وہ تباہی کی آلہ کار تھی۔ علیحدہ وطن کے زہریلے خواب نے اُسے اس طرح ڈسا کہ اس کے لئے غداری کی تلافی کے سوا کوئی دوسرا راستہ باقی نہ بچا۔

راحت گل......حوا کی وہ بیٹی جس نے اپنے جرم کی سزا خود منتخب کی اور اُسے بھگتنے کے لئے ہجر کے لمبے خارزاروں میں گم ہو گئی۔

شنو......محب وطن بنگالیوں کا نمائندہ کردار۔ اُس نے اپنی جان پر کھیل کر اپنے ہم قوموں کے ماتھے سے غداری کا داغ دھونے کی کوشش کی تھی۔

سرفراز احمد راہی کے قلم سے سرفروشی اور حُسن و عشق کی ایک سلگتی داستان کا بیان

قیمت: 150-00 روپے

ثناء پبلی کیشنز
راجپوت مارکیٹ اُردو بازار لاہور

pk7e@hotmail.com اردو فینز کے لیئے